JAF & CO
Plot # 43/4 Q-2, Block-6
PECHS, Near Jewel Park
Karachi

زرینہ

(ایک معاشرتی ناول)

رئیس احمد جعفری

ناشر
سندباد پبلشرز
۱۔ ایبٹ روڈ - لاہور

•

اس سماج اور معاشرہ کے خلاف احتجاج ،
جس نے شرافت، اور انسانیت کے خلاف ،
امارت اور ثروت کی اونچی اونچی دیواریں کھڑی
کر دی ہیں ، جہاں انسان کی قدر اس کے کردار اور
سیرت سے نہیں، اس کی دولت اور امارت سے
ہوتی ہے، جہاں انسانیت کا معیار صرف سونے اور
چاندی کے سکے ہیں —— !

•

جملہ حقوق محفوظ

طبع اوّل .... دو ہزار

جولائی ۱۹۵۹ء

قیمت .... ۳/۷ روپے آٹھ آنے

ناشر ۔ نصیر الرحمٰن خالد
مطبع ۔ اردو پریس، میکلوڈ روڈ۔ لاہور

- فاخرہ اور ماجدہ دو بہنیں تھیں ——— ایک غریب ایک امیر،
- حامد اور محمود دو بھائی تھے ——— ایک دولت مند، دوسرا بے زر
- زرینہ محمود کی لڑکی تھی، آفاق حامد کا لڑکا ——— ایک کا مسکن محل تھا اور دوسری کا نشیمن ایک معمولی سا مکان،
- دولت کے سامنے دُنیا سر جھکاتی تھی، اور غربت کا مذاق اڑاتی تھی ——— لیکن کیوں؟

وہ کون سی خوبی تھی جو زرینہ میں نہیں تھی؛
حسن و جمال میں یکتا، اخلاق میں یگانہ، ہنر میں
اپنی مثال آپ، شیریں سخن، شیریں دہن، شیریں ادا
—— لیکن وہ اس لئے ٹھکرائی جا
رہی تھی کہ غریب تھی، بے زر تھی، بے سہارا تھی،
جس خاندان میں اس نے آنکھ کھولی جس خاندان
کے لئے وہ باعثِ فخر تھی وہ بھی اسے قبول کرنے
کو تیار نہیں تھا! ——

—— "وہ ولولے وہ زندگی وہ قہقہے وہ چہچہے...!"

•

•

ایک محبت وہ ہوتی ہے جو طوفان بہ کنار ہوتی ہے
جس کے جلو میں ہنگامے ہوتے ہیں، شورش ہوتی ہے
بغاوت ہوتی ہے مقابلہ ہوتا ہے،
اور ایک محبت وہ بھی ہوتی ہے، جو خاموش ہوتی ہے
جس کا چرچا الفاظ نہیں کرتے جس کا چرچا زبان تک
نہیں آتا، جو خود اپنے آپ سے بھی پوشیدہ رہتی ہے —

اس کتاب میں محبت کی کہانی بیان کی گئی ہے —
— لیکن کیسی محبت؛ طوفان بدوش یا خاموش
— ؟

•

(۱)

بچپن کا زمانہ بھی کیا زمانہ ہوتا ہے، نہ کوئی فکر نہ اندیشہ، نہ احساس خودی نہ جذبہ بے خودی، نہ امارت کا رعب، نہ غربت کا سوگ، نہ اچھے، چمکیلے اور بھڑک دار کپڑوں کی ہوس، نہ پھٹے پرانے پیوند لگے کپڑوں سے نفرت، نہ احساس کمتری، نہ احساس برتری، نہ تکلف، نہ حجاب، نہ بالادستی کا احساس نہ زیردستی کی کلفت۔

زرینہ کو شاید ہی کبھی نئے کپڑے میسر کئے ہوں، شاید ہی کبھی اچھی خوراک ملی ہو، شاید ہی اسے خرچ کرنے کے لئے دو آنے بھی دستیاب ہوئے ہوں، اس لئے کہ وہ ایک غریب بے روزگار، تنگدست، اور ناکارہ و مجہول شخص محمود کی لڑکی تھی، اس کے باپ کا کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا، وہ اپنے بڑے بھائی کی روٹیوں پر پڑا تھا، اس لئے کہ خاندانی غربت کے باعث وہ نہ علم حاصل کر سکا، نہ ہنر، رفعت کے پاس خدا کا دیا سب کچھ تھا۔ دن

کی رہبری میں پیشی کا آغاز کیا، اس کی جھڑکیاں کھائیں، مؤکلوں کی ڈانٹ بھی عدالت کے طنزیہ ریمارک جو اس کی قابلیت، ذہانت اور تیاری مقدمہ سے متعلق ہوتے تھے صبر وضبط سے برداشت کئے، کسی مہینہ میں پچاس، کسی میں سو، بس یہ آمدنی تھی جس میں وہ کسی نہ کسی طرح گذر کرتے تھے، لیکن پھر حالات پلٹے، کئی پیچیدہ مقدموں میں اُس نے غیر متوقع طور پر کامیابی حاصل کی، بہت جلد اس کے جھنڈے گڑ گئے، اب تک وہ چھوٹی عدالتوں میں پریکٹس کرتا تھا، اب ہائی کورٹ کا ایڈوکیٹ بن گیا، پہلے دس پندرہ روپے کسی مقدمہ میں فیس کے مل جاتے تھے، تو وہ اپنی خوش قسمتی سمجھتا تھا اب ایک پیشی کے وہ ہزار روپے سے کم نہ لیتا تھا، اور دن میں کئی پیشیاں بھگتاتا تھا، اب وہ غریب نہیں تھا، امیر تھا، دولت مند تھا، بار الیوسی ایشن کا سر برآوردہ ممبر تھا، عدالتِ عالیہ کے جج اس کی ذہانت اور سوجھ بوجھ کے معترف تھے، شہر کے اعلیٰ حلقوں میں وہ ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا، کئی تجارتی اور کاروباری فرموں کا وہ مشیر قانون تھا، سیاست حاضرہ اور تعلیمی مسائل پر اس کی ٹھوس اور سنجیدہ رائے بڑی وقعت رکھتی تھی، مدتوں وہ سائیکل پر دوڑتا رہا، اب کئی کئی موٹریں تھیں، شاندار کوٹھی تھی، بیوی سونے میں پیلی ہو رہی تھی، بچے ٹھاٹھ دار زندگی بسر کر رہے تھے، جس گھر میں پہلے فقر و فاقہ نے ڈیرا جما رکھا تھا، اب وہاں دھن برس رہا تھا،

حامد نے اتنی ترقی کر لی، لیکن محمود وہی جاہل کا لٹھ رہا، آخر اسے بھائی کی غربت اور بے چارگی پر ترس آیا، اس نے محمود کو اپنے ہاں بلا لیا۔

یں دو دو مرتبہ اس کے کپڑے بدلے جاتے۔ صبح سے لے کر رات تک
مشین کی طرح اس کا منہ چلتا رہتا، انڈے، مکھن، توس، جیلی، بسکٹ کیک
پراٹھے، حلوہ، تلے ہوئے گردے، بھنا ہوا بھیجہ، پلاؤ، قورمہ، فیرنی
یہ اس کی روزمرہ کی غذا تھی، روپیہ آٹھ آنے ہر وقت اس کی مٹھی میں
رہتے، کبھی کبھی گر بھی جاتے تو وہ پروا نہ کرتی، اور نہیں تو ہفتہ میں
دو بار ضرور وہ اپنی آیا، یا خادم کے ساتھ سینما دیکھنے جاتی۔ کوئی میلہ ہو
تو اس میں بیسیوں روپے ماں باپ کے خرچ کروا دیتی، عید بقرعید کے
موقعوں پر تو وہ ننھی سی دلہن بن جاتی، اس کے زرق برق بھڑک دار اور
چمکیلے کپڑوں پر نظر ٹھہرنا مشکل ہو جاتی، نامعلوم طور پر، غیر محسوس طور پر
وہ خود اپنے اندر ایک قسم کا جذبہ تفاخر محسوس کرتی اس لئے کہ اس کا
باپ حامد شہر کا چوٹی کا وکیل تھا، اس نے غریب اور نادار خاندان میں
آنکھیں کھولیں، لیکن باحوصلہ اور باہمت تھا، مشکلات کو خاطر میں نہ لایا
میٹرک کی روشنی میں اس نے کتابیں پڑھیں، ٹیوشن کئے، کلرکی کا شغل اختیار
کیا، فاقے کئے۔ لیکن پڑھنا نہ چھوڑا، خدا بھی ایسے لوگوں کا ساتھ دیتا
ہے، ہر طرح کے مشکلات اور موانع کے باوجود، ہر طرح کی رکاوٹوں اور دشواریوں
کے باوجود وہ پڑھتا رہا، اس نے انٹرنس کیا، پھر الیف، اے کی منزل
سر کی، پھر بی اے کا ہفتخواں طے کیا، اور اس کے بعد ایل، ایل، بی کے
امتحان میں کامیابی حاصل کی، پھر وکالت کے بعد ٹیوشن کر کر کے وکالت کرنے
کا حق حاصل کرنے کی گراں قدر فیس کا بندوبست کیا، پھر ایک سینئر وکیل

لیکن حامد کی بیوی ہیں اور محمود کی بیوی ہیں، خود حامد میں اور محمود میں ایک
بہت بڑی خلیج حائل تھی، مرتبہ کی، پوزیشن کی، دولت کی، ایک بھائی لکھ
تھا، دوسرا فقیر بے نوا، دونوں ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد تھے، لیکن
دونوں کے رہن سہن اور طرز معاش میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

حامد کے سوٹ حد شمار سے خارج تھے، محمود، پھٹے اور پیوند لگے کپڑے
پہنتا تھا، حامد کے دسترخوان پر رنگا رنگ کے کھانے ہوتے تھے ۔ حامد
باورچیخانہ سے بھابی جو بھیجتی تھیں، وہ چند روٹیوں بہت سی دال، اور قدرے
سالن پر مشتمل ہوتا تھا، حامد کو زکام بھی ہو جاتا تو سول سرجن مزاج پرسی کے
لئے دوڑا آتا، محمود مرض الموت میں بھی مبتلا ہوتا تو حکیم تک میسر نہ آتا، کھ
کے علاوہ دس روپے مہینہ حامد اسے جیب خرچ کے دیتا تھا، لیکن یہ دس
روپے بدقت تمام اس کی بیوی کے پان اور اس کی سگریٹ کے لئے کا
ہوتے تھے۔

بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کر رہا تھا؟ اس نکمے بھائی ک
اس کی بیوی کو، اس کی اکلوتی لڑکی کو مفت کھانا کھلاتا تھا، اور ہر مہینہ د
روپے بھی عطا کرتا تھا، اور یہ چھوٹا اور نکما بھائی اپنے محسن بھائی کا احسان ک
طرح اتارنے کی قدرت نہ رکھتا تھا، سوا اس کے کہ صبح سے شام تک بھائی
احکام کی تعمیل میں مشین کی طرح کام کیا کرتا، سارے کام اسی کو کرنا پڑتے
کو اسکول لے کر جاتا، پھر انہیں واپس لاتا، درزی کے ہاں کپڑے سینے کے
وہی دے آتا، پھر بار بار تقاضے کر کے وقت پر انہیں لاتا، گھر کا سارا س

تا اسی کے ذمہ تھا، گوشت، ترکاری، مسالہ، گھی، مکھن، ہر چیز انتہائی وفاداری کے ساتھ ایک ایک پیسہ چکاکر، خون پانی ایک کرکے پسینہ میں شرابور، دھوپ، برسات، جاڑے کی شدت، ہر موسم میں اپنے یہ فرائض نہایت ہی اور جانفشانی کے ساتھ ادا کرتا،

چونکہ یہ سارے کام اسے کرنا ہی چاہیئے تھے، اس لئے بھائی یا بھابی کی ف سے شکر و سپاس، تحسین و تعریف، یا داد و ستائش کے الفاظ سننے کا کوئی وال — نہیں تھا۔ہاں اگر کبھی کسی کام میں غلطی ہو جاتی، تو ملازموں کے سامنے بھتیجوں، اور بھتیجیوں کی موجودگی میں اپنی بیوی اور لڑکی کے روبرو تند، تلخ ر ترش باتیں، زہر میں بجھے ہوئے جملے، طنز و تعریض سے بھر پور فقرے، قارت اور ذلت کا لب و لہجہ سب کچھ اُسے برداشت کرنا پڑتا تھا ——

کرتا تو کیا کرتا؟ —— ؟ کہاں جاتا؟ کہاں سے اپنا اور اپنی بیوی بچی کا خرچ پورا کرتا، ؟

بڑا بھائی ہر اعتبار سے بڑا تھا، چھوٹا بھائی ہر لحاظ سے چھوٹا تھا، ! بڑا بھائی شاندار کلہ میں رہتا تھا، اور چھوٹا بھائی اس بنگلہ کے ایک سرونٹ کوارٹر میں زندگی بسر کرتا تھا، بڑے بھائی کے دسترخوان پر وکیل، بیرسٹر، جج، سب جج، مجسٹریٹ ی سب ہی رونق افروز ہوتے تھے، ایسے تمام مواقع پر چھوٹا بھائی، نہایت سعادتمندی کے ساتھ، مہمانوں کے ہاتھ دھلاتا، کھانے لالاکر رکھتا، ان میں سے سی کو یہ نہیں معلوم تھا، کہ محمود حامد کا بھائی اور وہ بھی سگا بھائی ہے، سب وہی سمجھتے تھے، نوکر ہے، لیکن مہذب اور تعلیق۔

ب —— ؟ —— اس سے کیا ہوتا ہے، یہ
اپنا اپنا مقدر ہے، اپنا اپنا نصیب ہے، میں کسی قابل ہوتا تو کیوں بھائی صاحب
محتاج اور دست نگر ہوتا ؛ میں کسی قابل نہیں ہوں، پھر بھی وہ میرا بوجھ اٹھائے
ہوئے ہیں —— کیا یہ کوئی معمولی بات ہے ؛

یہ فضا تھی جس میں محمود کی لڑکی زرینہ اور حامد کے لڑکوں، آفاق، اشتیاق
اخلاق، اور لڑکیوں افشاں، نکہت اور رفعت نے آنکھیں کھولیں ؛

لیکن گھر میں کچھ ہوتا رہے، ان بچوں کو اپنے باپ اور چچا - ماں اور
چچی کے تعلقات سے کوئی سروکار نہ تھا،

صبح ہوتے ہی زرینہ اپنے سرونٹ کوارٹرسے بنگلہ میں بغیر کسی جھجک اور
احساس کمتری کے چلی آتی، یا آفاق اور رفعت وغیرہ بغیر کسی تامل یا احساس برتری
کے آموجود ہوتے، اور پھر یہ سب مل کر وہ اودھم مچاتے، وہ شور کرتے اور
ایسی ایسی ہنگامہ آرائیاں ہوتیں کہ توبہ بھلی،

زرینہ برابر کے پورے احساس کے ساتھ ان تمام سرگرمیوں میں حصہ لیتی،
کبھی کھیل کود کے سلسلہ میں کوئی اختلاف ہو جاتا، اور نوبت مار کٹائی تک آجاتی
تو پٹنے کے ساتھ پیٹتی بھی، چاہے وہ آفاق بھیا ہوں یا رفعت آپا!

ایک مرتبہ اسی طرح کے دھول دھپے میں آفاق نے زور سے زرینہ کا کان
مروڑ دیا، زرینہ نے اسی سرعت سے اس کی کلائی اپنے دانتوں کے شکنجہ میں
پکڑی کہ وہ بلبلا گیا، اس نے کان چھوڑ دیئے، اس نے ہاتھ، وہ بھی مسکرانے
لگا، یہ بھی ہنسنے لگی، جیسے کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی۔

محمود سے حامد کبھی سیدھے منہ بات نہ کرتا، بھابی جان یعنی فاخرہ بیگم با[illegible]
بہت کرتی تھیں، لیکن کڑوی، کسیلی، ڈانٹ ڈپٹ کے فن میں وہ طاق تھیں [illegible]
کے ملازموں اور خادماؤں کو اگر وہ ایک ایک منہ میں سو سو صلواتیں سناتی [illegible]
تو محمود کے حصے میں دو سو صلواتیں آتی تھیں،

محمود میں اور گھر کے نوکروں میں ایک فرق بھی تھا،

یہ نوکر جب چاہتے، بے نوٹس یا نوٹس دے کر ملازمت ترک کر سکتے [illegible]
لیکن محمود کوئی نوکر تو نہ تھا کہ وہ استعفےٰ دیتا، وہ تو اپنے بھائی کے گھر میں [illegible]
اپنے گھر میں رہتا تھا، وہ کس طرح ترک تعلق کا ارادہ کر سکتا تھا،

گھر کے نوکروں اور خادماؤں کو صاحب یا بیگم صاحبہ، یا بچوں سے وہی [illegible]
تھا، جو آقا اور ملازم کے مابین ہوتا ہے، ہو سکتا ہے، لیکن اس کے اور حا[illegible]
کے مابین تو بھائی کا رشتہ تھا، فاخرہ اس کی بھابی تھی، اُن دونوں کے [illegible]
اور لڑکیاں اس کے بھتیجے اور بھتیجیاں تھیں، خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے [illegible]
گوشت سے کہیں ناخن جدا ہو سکتا ہے؟ کہیں یہ جگر کے ٹکڑے چھوڑے [illegible]
سکتے تھے؟ پھر اسے اپنے بھائی پر فخر بھی تو تھا!

اس غریب اور شکستہ حال اور درماندہ خاندان میں بھی تو ایک جگمگاتا ہیر[illegible]
جس سے سارا شہر روشن تھا، ایسا فخر خاندان بھائی، جس پر سارے شہر کو نا[illegible]
کہیں چھوڑا جا سکتا تھا؟

اور یہ برتاؤ؟ یہ حقارت اور ذلت کا سلوک؟ یہ طنز و تعریض کا ماحول
بچا کھچا، روکھا سوکھا ملازموں کا سا معمولی کھانا؛ یہ پھٹے پرانے کپڑے؛ یہ [illegible]

ہوجاتی کہ کون پہلے کرتا ہے۔
ں باپ بھی اس اولاد کو زیادہ چاہتے ہیں، جو دوسری اولاد کے مقابلہ
دہ مطیع و فرماں بردار ہو، پھر یہ راندۂ درگاہ چچا اپنے ایسے بھتیجے اور بھتیجی
ں نہ پروانہ وار قربان ہوتا، جو باپ کی طرح اس کی عزت کرتے تھے - اور
ر ارشاد کی تعمیل بسر و چشم کرتے تھے،

یک مرتبہ ایسا ہوا کہ آفاق میعادی بخار میں مبتلا ہوا، بھسما بھوت بخار ہر
چڑھا رہتا کبھی کبھی نوبت ہذیان تک پہنچ جاتی، بار بار حکیم اور ڈاکٹر بدلے
آفاق ویسے ہی ہونہار، سعادتمند اور خوش اطوار لڑکا تھا، حامد اور فاخرہ
س طویل اور خطرناک بیماری سے بے حد پریشان تھے، لیکن اس کے باوجود
کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، حامد اسی طرح عدالت جاتا :
ں میں شریک ہوتا، دعوتیں کھاتا، کلب کی تفریح میں حصہ لیتا، فاخرہ
ح سوشل جلسوں کی زینت بنتی، کلب جاتی، نسوانی اداروں کی سرگرمیوں
لیتی، دونوں کا یہ معمول ضرور تھا کہ آتے جاتے، ذرا دیر کو آفاق کے
ں آکر اس کا حال پوچھ لیتے، ٹیلیفون پر ڈاکٹر سے حال کہہ دیتے، اور
ایک مرتبہ پھر آکر بچشم خود مریض کا معائنہ کر لینے کی ہدایت کر دیتے،
روں کے لئے محمود موجود ہی تھا، اور ایمان کی بات یہ ہے کہ اسے چاہے
لی کتی باتیں سنائی جاتیں، اور کتنا ہی برا بھلا کہا جاتا، لیکن اس کے
میں یہ اعتماد ضرور تھا کہ وہ جس کام پر لگا ہوا ہے، اسے جان و دل سے
دے گا۔

(۲)

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت محمود بھابی کی تلخ کلامیوں یا بھائی کی سے روٹھ جاتے، اور گو کام سارے کرتے رہتے، مگر کئی کئی دن تک اپنا بھائی اور بھابی کو نہ دکھاتے، انہیں اپنے کام سے کام تھا، اس سے کیا کہ منہ دکھاتے ہیں یا نہیں؛ آخر تھک ہار کر خود ہی پھر منہ دکھانے لگتے

محمود کو یوں تو، اپنے سارے بھتیجوں اور بھتیجیوں سے غیر معمولی محبت تھی سے جتنی تھی، اس سے کم کسی طرح نہیں، لیکن آفاق اور رفعت سے ان میں لگاؤ تھا، اشفاق اور اخلاق، افشاں اور نکہت، گو اسے چچا کہتے تھے، لیکن اس کا ادب کرتے تھے، نہ لحاظ، بلکہ کبھی کبھی اس کی تو ہین بھی کر گذرتے لیکن آفاق اور رفعت اپنے دوسرے بھائی بہنوں سے بالکل الگ تھے، یہ صدق دل سے محمود کو چچا مانتے تھے، جس بات سے منع کر دیتا یہ رک جاتے جو بات سمجھاتا اسے بے چون و چرا مان لیتے، کسی کام کو کہتا تو دونوں میں

کیوں نہیں کھیلا کرو گی ؟"

ہ جواب دیتی،

جب آپ اچھے ہو جائیں گے، تب آپ کے ساتھ کھیلوں گی ؟"

فاق کہتا،

اور اگر میں نہ اچھا ہوا، مر گیا، تب کیا کرو گی ؟"

ہ نہایت معصومیت کے ساتھ کچھ دیر سوچتی رہتی، پھر بڑی سادگی سے کہتی

پھر میں مر جاؤں گی !"

کمزوری او ... ماہت کے باوجود آفاق ہنسنے لگتا، اور محمود سے کہتا،

سن رہے ہیں چچا جان، یہ زرینہ کیا بک رہی ہے —— ؟

محمود بگڑے ہوئے تیور سے کہتے،

ٹھیک تو کہہ رہی ہے ———— لیکن تم ایسی باتیں

کرتے ہو بیٹیا بس اب دو دن اور باقی ہیں، تیسرے دن خدا نے چاہا

بالکل اتر جائے گا، !"

آفاق مسکرانے لگتا،

چچا، میرا کچھ مرنے کا جی تھوڑے چاہ رہا ہے، میں تو زرینہ کو ذرا

رہا تھا ———— !"

اور وہ احتجاج کرتی۔

تم مجھے چھیڑ رہے تھے ؟"

وہ کہتا،

اور واقعہ بھی یہی تھا!

جب تک آفاق بیمار رہا، محمود پر خواب و خور حرام ہو گیا، صبح
تک اور شام سے صبح تک وہ اس کی پٹی سے لگا بیٹھا رہتا، کبھی
برف رکھتا، کبھی پاشویا کرتا، کبھی اُسے گود میں لے کر پیشاب پاخانہ
اس سلسلہ میں اگر اس کے کپڑے خراب ہو جاتے تو وہ آتنا خوش ہوتا،
واقعہ نزرونما ہوا ہوتا تو اسے ایک طرح کا صدمہ ہوتا، اپنے ہاتھ
پانی پلاتا، چمچہ چمچہ کرکے شوربا پلاتا، ساگودانہ خود پکاتا، اور اس
پر اپنے پیارے غالب اگر دو چار لقمے کھلا ہی دیتا، اُسے کہانیاں
لطیفے سناتا، طرح طرح کے اشعار سناتا، ہر طرح سے اس کا دل بہلانے
کرتا۔

زرینہ گو اشفاق و اخلاق اور افشاں وغیرہ کے ساتھ حسبِ معمول
لیکن کھیلتے کھیلتے، دفعتاً وہ ذرا دیر کے لئے آفاق کے کمرہ میں آجاتی
پاس بستر پر بیٹھ جاتی اور بڑے محبت بھرے لہجہ میں پوچھتی،

بھیا اب کیسی طبیعت ہے؟"

وہ روٹھے ہوئے انداز میں کہتا،

"نہیں کیا، تم جاؤ، کھیلو جاکر"

وہ شرمندہ سی ہو جاتی، اور کہتی،

"اب نہیں کھیلا کروں گی ——————!"

آفاق مسکراتا اور پوچھتا،

میں نے بڑے زور سے تمہاری کلائی میں کاٹ کھایا تھا، بلبلا اُٹھے تھے
پھر تم نے جھٹ میرا کان چھوڑ دیا، میں نے بھی کلائی پر سے فوراً
ت ہٹا لئے !"

آفاق کی ہنسی اب ضبط سے باہر ہو جاتی،
"چچا جان سُن لیا آپ نے؟"

محمود میاں کو اپنے تبسم پر قابو پانا مشکل ہو جاتا، وہ زرینہ کو ڈانٹتے۔
"کیوں ری بگی تو بڑے بھائی سے ایسی باتیں کرتی ہے ؟"

زرینہ بھی دبنے والی اسامی نہ تھی،
"پھر یہ کیوں میرے کان کھینچتے ہیں؟"

آفاق چپکے سے ہاتھ بڑھا کر اس کا کان پکڑ لیتا، اور اسے اینٹھنے لگتا،
بلا زرینہ کب کسی کو خیال میں لانے والی تھی، اس کے دانت بھی فوراً ہی
آفاق کی کلائی پر جا کر جم گئے۔ اب محمود میاں بادل کی طرح گرجتے اور
بجلی کی طرح کڑکتے اُٹھے اور اسے ڈانٹا،

"بھاگ یہاں سے! ورنہ ایسا طمانچہ ماروں گا کہ منہ اُلٹ جائے گا"

زرینہ روٹھ کر واپس چلی جاتی، اور پھر دوسرے بھائیوں، بہنوں کے
ساتھ جا کر کھیلنے لگتی، آفاق اس کے انداز پر بے ساختہ ہنسنے لگتا، پھر اپنے
چچا جان سے کہتا۔

"بڑی نک چڑھی ہے، اسے چھیڑنے میں لطف آتا ہے، آپ نے خواہ مخواہ
اسے خفا کر دیا۔ اب ادھر کا رُخ بھی نہیں کرے گی وہ!"

"ہاں تو کیا ہوا؟"

اب اُسے غصّہ آجاتا،

"بیمار پڑے ہو، لیکن اپنی شرارت سے باز نہیں آتے!"

آفاق کہتا،

"زرینہ زیادہ بک بک نہ کرو ورنہ جانتی ہو میں کیا کروں گا؟"

زرینہ اپنا غصّہ بھول جاتی، اس میں اشتیاق اور تجسّس کا جذ

وہ دریافت کرتی،

"کیا کروگے؟"

آفاق نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہتا،

"تمہارے کان کھینچوں گا!"

زرینہ کے ہونٹوں پر تبسّم کھیلنے لگتا،

"اس کے جواب میں مجھے بھی تو کچھ کرنا آتا ہے۔"

فوراً ہی آفاق کی زبان پر سوال آتا،

"کیا کرنا آتا ہے تمہیں ——————؟"

وہ تڑ سے جواب دیتی،

"بھول گئے؟ ایک دفعہ تم نے میرے کان کھینچے تھے، میں نے

آفاق گویا سب کچھ بھول چکا تھا،

"مجھے تو بالکل یاد نہیں بتاؤ،!"

وہ یاد دلاتی،

(۳)

نورینہ کے بھولے پن اور معصومیت سے بعض اوقات سارا گھر قہقہوں کے
ے گونجنے لگتا،

عید کا تہوار ہر مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ شاندار
یقہ پر منانے کی کوشش کرتا ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب دولت مند ہو
یا قسمت،

ہر سال کی مرتبہ امسال بھی عید آئی، !

اس تقریب سعید کے موقع پر آفاق، اشفاق اور اخلاق کے نہایت اعلیٰ
جہ کے کپڑے بنے، افشاں، نکہت اور رخشندہ کے لیے بھی شاندار اور
یمتی جوڑے تیار ہوئے، حامد میاں اور فاخرہ بیگم نے بھی خرچوں میں کوئی کمی
نہیں کی، گھر کے ملازموں اور خادماؤں کو بھی ازراہ بندہ پروری و غریب پروری
سب ایک جوڑا حسب پسند ـــــــ لیکن ان کی پوزیشن کے مطابق

محمود میاں جواب دیتے۔
"تم نے اُسے بہت سر چڑھالیا ہے، لڑکی ذات ہے، اسے دب
رہنا چاہیئے!"
اور اس کے بعد وہ تاکید کرتے
"بیٹا، آج تم نے بہت باتیں کی ہیں، اب آنکھیں بند کر لو، اور
چاپ لیٹ جاؤ ——————— میں باورچی خانہ جاتا ہوں، تمہ
لئے شوربا اور سابودانہ لے آؤں ———!"
وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ جاتا، اور محمود میاں آہستہ سے باورچی خا
جاتے۔

جب تک آفاق بالکل اچھا نہیں ہو گیا، محمود کے ان معمولات میں
نہیں آیا، آفاق حساس لڑکا تھا، اپنے چچا کی اس خدمت گزاری اور بے
نسبت سے وہ بہت متاثر تھا، وہ پہلے بھی محمود کا بہت زیادہ خیال
اُس کا ادب کرتا اور اُس کا لحاظ کرتا تھا، اب اور زیادہ وہ اُسے ما
اور چاہنے لگا، ——————— محبت خود اپنا راستہ بنا لیتی
خود اپنا نشیمن تعمیر کر لیتی ہے۔

جاؤ کھیلو شاباش ، !"

اور پھر وہ سیدھی محمود میاں کے پاس پہنچی ،

"میں کہتی ہوں کچھ خبر بھی ہے تمہیں ؟ پرسوں عید ہے ؟"

محمود میاں مسکرائے ،

"جس کی عید پرسوں ہوگی ہو گی ، ہماری تو آج ہی عید ہو گئی ، تمہیں دیکھ کر !"

ماجدہ کی تیوریاں بدستور چڑھی ہوئی تھیں ،

"میں تو آجاتی ہوں تمہاری ان باتوں میں ، اور کچھ نہیں کہتی ، لیکن زرینہ کو

کیا کروں !"

محمود میاں چونکے ،

"کیوں اسے کیا ہوا ؟"

ماجدہ نے بتایا ،

"وہ کوٹھی میں سب کے کپڑے سلتے دیکھ کر آئی ہے ، مچل رہی ہے -

ضد کر رہی ہے کپڑوں کے لئے !"

محمود میاں ہنسنے لگے ،

"بچوں کو بہلانا بھی تمہیں نہیں آتا ——————— میرے پاس بھیج

دو میں اسے سمجھا دوں گا ، اچھی طرح ، !"

ماجدہ اس وقت صلح پر آمادہ نہیں تھی ، جنگ پر تیار تھی ،

"سارے جتن کر ڈالو گے ، مگر جو کرنے کا کام ہے ، وہ نہیں کرو گے ، ؟"

محمود میاں آمادگی اور مستعدی کے ساتھ بولے -

بنا کر دیا گیا، البتہ ایک مدزائدہ ایسی تھی جس پر
پیسہ بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ——————— وہ

محمود میاں، ان کی بیوی ماجدہ، اور ان کی چہیتی اور اکلوتی لڑکی زر
زرینہ نے جب دیکھا کہ کوٹھی میں سب کے کپڑے بن رہے ہیں، ا
کا سلسلہ ہے کہ کسی طرح ختم ہی ہونے میں نہیں آتا، دو درزی مستقل
اپنی مشینیں لئے دردِ دولت پر موجود ہیں، اور نہایت انہماک اور استغراق
زنانہ اور مردانے اور بچگانہ کپڑے سی رہے ہیں، تو وہ یہ دیکھ کر عا
کہ اس فہرست میں اس کا کہیں نام نہیں ہے، نہ اس کے لئے کپڑے خر
گئے ہیں، نہ ناپ لی گئی ہے، نہ سلائی کا اب تک بندوبست ہوا ہے
ضبط کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، اس نے اپنی ماں سے شکوہ کیا،

"عید میں اب صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں، اور میرے لئے تم نے
تک کچھ نہیں کیا، آخر ارادہ کیا ہے؟ کیا میں یہی میلے کپڑے پہنوں گی
کے دن؟"

زرینہ کی یہ باتیں سنکر، ماجدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس کا بس
تو اپنی بچی کے لئے وہ ایسے قیمتی اور خوبصورت کپڑے لاتی کہ لوگ حسر
سے تکا کرتے اسے، لیکن اس کے پاس تھا کیا؟ اس کا شوہر نکما تھا، بے
تھا، بے روزگار تھا، اگرچہ شب و روز محنت کرتا رہتا، کام کرتا رہتا تھا
نے ایک آہ سرد بھر کر بیٹی سے کہا۔

"ابھی تو دو دن پڑے ہیں، اتنی مدت میں سب کچھ ہو جائے گا

"وہ کماتے اپنے لڑکوں، اور لڑکیوں کے لئے ہیں، ہمارے لئے تو نہیں!"

"اور تم جو اتنا کام کرتے ہو کہ دن رات ایک پاؤں پر دوڑتے رہتے ہو؟"

"یہ تو میرا فرض ہے —— اب تو وہ میرے کفیل ہیں، اگر نہ ہوتے، جب بھی میں اسی طرح کرتا!"

"اے ہے بڑے کفیل ——"

محمود میاں ہنسنے لگے،

"بہت دنوں سے کوئی فلم نہیں دیکھی تھی، آج تمہاری یہ اداکاری دیکھ کر ایک دیرینہ آرزو پوری ہو گئی —— ذرا پھر سے تو کہنا - اے ہے بڑے کفیل!" خدا کی قسم لطف آ گیا، زندہ رہو، جیو خوش رہو ——"

ماجدہ بگڑ گئی

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کچھ نہیں کریں گے،!"

محمود نے سنجیدگی کے ساتھ کہا

"یوں نہ کہو کہ آپ کچھ نہیں کریں گے، یوں کہو کہ آپ کچھ نہیں کر سکتے، صرف الفاظ کے ذرا سے الٹ پھیر سے، غلط بیانی، امر واقعہ بن جائے گی!"

ماجدہ نے ایسی نظروں سے محمود کو دیکھا، جن میں اب غصہ نہیں تھا، برہمی نہیں تھی، شکایت نہیں تھی، ترس تھا، ہمدردی تھی، درد تھا، وہ بولی:-

"لیکن سمجھ میں نہیں آتا زرینہ کی بچی کو کس طرح سمجھاؤں ——"

اتنے میں زرینہ آ گئی محمود میاں نے اس سے کہا،

"بیٹی تمہاری امی کہہ رہی تھیں، تم نئے کپڑوں کے لئے ضد کر رہی ہو

"کیوں نہیں کروں گا، تم کوئی حکم دو، اور میں تعمیل نہ کروں؟ —
تف ہے مجھ پر! فرمایئے کیا حکم ہے، بسر و چشم تعمیل کروں گا!"

ماجدہ نے ویسے ہی بگڑے ہوئے تیوروں سے کہا،

"دس ہی روپے ہوں تو کم از کم زرینہ کے کپڑوں کا بندوبست ہو جا

"لیکن یہ دس روپے آئیں کہاں سے؟"

"قرض لے لو کسی سے!"

" (ہنستے ہوئے) دلوا دو!"

"پھر وہی دل لگی! کبھی تو سنجیدہ بن جایا کرو!"

"اچھا بن گیا سنجیدہ ——— کیا اس طرح روپے مل جائیں گے؟"

"ہاں کیوں نہیں ملیں گے،

"تو لے لو، میری طرف سے پوری اجازت ہے،"

"تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ بھائی صاحب (حامد) سے دس پندرہ ر
مانگ لاؤ ——— ؟"

"مانگ لاؤں؟ ——— کیسی باتیں کرتی ہو بیوی؟ اگر ان
نگاہ میں یہ ضروری ہوتا کہ عید کے موقع پر کم از کم زرینہ کے کپڑے بنیں
تو یقین کرو بغیر میرے مانگے وہ دے دیتے، چونکہ نہیں دیئے، اس کے
یہ ہیں کہ وہ ضروری نہیں سمجھتے!"

"یہ بھی اچھا فلسفہ ہے، ماشاءاللہ، اپنے لڑکوں، لڑکیوں کے لئے ایک
ایک اچھے کپڑے سلوا رہے ہیں، اور زرینہ کے لئے ایک جوڑا بھی ضروری

پہنوں گی، اس دن آپ چمار نظر آئیں گے، !"
آفاق کا یہ الفاظ سنکر ہنستے ہنستے بُرا حال ہو گیا، وہ دوڑا دوڑا چچا کے
آیا، اور آ سے سارا ماجرا سُنایا، اور اس کے بعد پھر دونوں پر ایک ساتھ
کا دورہ پڑ گیا۔ ماجدہ آفاق کے لئے سریاں لے کر آئی تو یہ دیکھ کر حیران
کہ چچا بھتیجے پر ہنسی کا ناقابلِ علاج دورہ پڑا ہوا ہے، !
مدینہ اور آفاق میں برابر اسی طرح کی نوک جھونک ہوا کرتی اور ایک غیر
دار تماشائی کی طرح محمود میاں اس سے پُورا لطف لیتے،
ایک دن کا واقعہ ہے کہ زرینہ بیٹھی اپنی گڑیوں سے کھیل رہی تھی اتنے
آ گیا اس نے ایک گڑیا اُٹھا لی، زرینہ مچل گئی،
بڑے بھیا ہماری گڑیا
آفاق نے ٹوکا،
واہ تمہاری گڑیا کہاں سے آئی، میری تو یہ بیوی ہے"،
زرینہ ہنسنے لگی،
"یہ گڑیا آپ کی بیوی ہے ؟"
آفاق نے کہا۔
"پگلی یہ گڑیا نہیں پری ہے پری۔"
زرینہ کو بڑا اچنبھا ہوا،
"میری
اور وہ پھر ہنسنے لگی،

——— لیکن سوال یہ ہے کہ نئے کپڑے پرسوں عید پر پہنو
یا مہینہ بھر بعد اپنی شادی پر ——— بڑی دھوم سے تمہاری
کی تیاریاں ہو رہی ہیں اس وقت پہنو گی، تو خراب ہو جائیں گے —
کیوں بیٹی ٹھیک ہے نا؟"
بات زرینہ کی سمجھ میں آ گئی، لیکن وبدبا قائم تھا۔
"اور اگر آپ نے مہینہ بھر بعد کہہ دیا، عید پر پہننا، تب کیا کرونگی؟
—— آپ تو بہت دنوں سے کبھی عید، کبھی شادی یہی کرتے چلے آ
نہ شادی کرتے ہیں نہ عید پہ کپڑے بناتے ہیں!"
زرینہ کے ان معصوم الفاظ نے ہنساتے ہنساتے لٹا دیا، بڑی دیر میں
میاں کے قہقہے رکے، پھر انہوں نے زرینہ کو پاس بلا کر گود میں بٹھایا اور
پیار کرتے ہوئے کہا،
"نہیں بیٹی ——— یہ بڑا سچا وعدہ ہے!"
زرینہ مطمئن ہو گئی، لیکن لطف تو اس وقت آیا ہے جب آلاق نے
کے دن اس سے کہا،
"آج عید کے دن بھی ویسی ہی چمارن بنی ہوئی ہو؟ آج تو نئے کپڑے
پہن لئے ہوتے ——— !"
تو زرینہ نے نہایت سادگی اور یقین کے ساتھ وہی الفاظ دہرائے
محمود میاں نے اس سے کہے تھے اُس نے کہا،
"آج تو سب ہی نئے اور اُجلے کپڑے پہنے ہیں، شادی کے دن

—— دُنیا یہی دُنیا ہے تو کیا یاد رہے گی!"

آفاق نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا،

"پریاں رنگوں کے سامنے اپنی اصل صورت میں نہیں آتیں، کہیں گڑ
ہیں، کہیں پھول کہیں درخت، یہ پری جو ہماری بری ہے، تمہیں بر
ہے، اس لئے گڑیا بن گئی کہ تم اس کے ساتھ کھیلا کرو، جب میر
ہے تو بڑی دیر تک تمہاری تعریف کرتی رہتی ہے، اسے خوش ر
خفا کر دیا تو تمہیں پرستان لے جا کر چھوڑ دے گی، پھر کبھی یہاں نہ

زرینہ نے اپنا کھیل کا سامان اُٹھایا اور جانے کے لئے اُٹھ

آفاق نے کہا،

"کہاں چلیں؟ ———— گڑیا تو لیتی جاؤ!"

زرینہ نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا، اور تیزی سے بھاگ کھڑی ہو
آفاق سمجھ گیا، ڈر کر بھاگی ہے، وہ بھی اس کے پیچھے دوڑا، لیکن
ماں کی گود میں بیٹھ چکی تھی، آفاق نے ماجدہ بیگم کو یہ ماجرا سنایا ت
ہنسنے لگیں۔

---

(۱)

زمانہ کروٹیں لیتا رہا، شب و روز کی گردش جاری رہی ———
ت کا پاسبان اپنے فریضے ادا کرتا رہا، !

ایک روز محمود میاں اچھے بھلے صبح کو سو کر اُٹھے، جی متلایا، ابکائی آئی،
چھوٹی سی قے ہوئی مگر پھر اپنی جگہ سے اُٹھ نہ سکے، بدقت تمام چارپائی
لٹائے گئے، ماجدہ دوڑی دوڑی، بھابی فاخرہ کے پاس پہنچی، فاخرہ سے
جدہ کے دوہرے رشتے تھے، وہ اس کی جیٹھانی بھی تھی، اور خالزاد بہن
بھی، دونوں غریب گھرانے کی پیداوار تھیں، دونوں کی شادی غریب شوہروں
سے ہوئی، لیکن ایک امارت کی بلندی پر پہنچ گئی، دوسری غربت کے
دروازے سے قدم نہ نکال سکی، ان دونوں کی جب تک شادی نہیں ہوئی تھی
ان میں بڑا چاؤ تھا، ایک دوسرے پر فدا تھیں کہ ایک گھر میں جارہی ہیں
اور زندگی بھر ساتھ رہیں گی، لیکن جیسے جیسے حالات بدلتے گئے، دوری

سوئی بھی گھماتی جاتی تھی، اس طرح جلد جلد اسٹیشن بدل رہے تھے، ماجدہ
ی اور دروازہ پر ٹھٹک کر کھڑی ہوگئی، فاخرہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا،
اپنے کام میں مصروف رہی، ماجدہ کے پاؤں خود بخود اٹھنے لگے، اس نے
شوہر مرتا ہے تو مرجانے دو، بھیک مانگ کر اس کی زندگی خرید بھی لی گئی
ا ہوگا —

لیکن پھر خیال آیا، زندگی بھر کا ساتھ چھن رہا ہے،
محمود جس طرح حامد کا بے زبان بھائی، فاخرہ کا بے زبان دیور تھا، اسی طرح
ہ کا بے زبان شوہر بھی تو تھا، وہ اسے کیسی کیسی جلی کٹی سناتی تھی، اس
کیسے کیسے طعن کرتی تھی اسے نکھٹو اور نکما سب سے پہلے اسی نے کہنا شروع
تھا، لیکن اس نے کبھی تلخ جواب نہیں دیا، اس نے کبھی نگاہ گرم سے اسے
ں دیکھا، اس کی تعریف ہی کرتا رہا، اس کے گن ہی گاتا رہا، اس کی تلخ
ں میں شیرینی ہی محسوس کرتا رہا!!

ایسے شوہر کا ساتھ زندگی بھر کے لئے چھن رہا تھا ————
کے لئے اگر بھیک بھی مانگنا پڑے، سر بھی جھکانا پڑے، تو کوئی ہرج نہیں
ں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر جم گئے، اور وہ امید بھری نظروں سے فاخرہ
کنے لگی۔

چار پانچ منٹ تک فاخرہ ریڈیو سے کھیلتی رہی، پھر بے دلی کے ساتھ
ی، اس نے ماجدہ کو پیکر تصویر کی طرح خاموش کھڑا دیکھا تو پوچھا،
"کیا بات ہے ماجدہ ———— ؟"

بڑھتی گئی ______ قسمت ، !

اب وہی ماجدہ اور فاخرہ تھیں ، جن میں زبان سے کچھ کہے بغ
کا پردہ حائل ہو چکا تھا ، ایک میں نخوت پیدا ہو چکی تھی ، دوسری کی ز
شام و سحر کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی تھی ______ نخوت
چھاؤں میں بڑھتی ، پلتی پروان چڑھتی ہے ، فروتنی غربت کی گود
بیل کی طرح پھلتی اور وسیع ہوتی جاتی ہے -

ماجدہ جب اپنے سرونٹ کوارٹر کے دروازہ سے نکل کر
فاخرہ کے ایوانِ عالی شان میں داخل ہوئی ، تو امید کا چراغ روشن
اس کا خیال تھا لاکھ بے تعلقی بڑھ چکی ہو ، لیکن خون کا رشتہ بھی
ہے - اُسے روتا دیکھ کر خود فاخرہ بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے گی ،
کے ساتھ ساتھ دوڑی دوڑی آئے گی ، اور بچشم خود محمود کے حالِ زار
کرے گی ، پھر فوراً فون کر کے سول سرجن صاحب کو طلب کرے گی ،
علاج اور دوا کی تدابیر پوری تن دہی سے شروع کر دے گی ______
آخر محمود صرف اس کا دیور ہی تو نہیں اس کی خالہ زاد بہن ماجدہ کا
تو تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا بے زبان اور سراپا محبت
بھی !

لیکن جب وہ فاخرہ کے سامنے پہنچی ، تو خود بخود بغیر کسی بات چ
اُمید کا دیا جھلملانے لگا ______ اور بجھ بھی گیا ،
فاخرہ ریڈیو پر بیٹھی کوئی گیت انہاک کے ساتھ سن رہی تھی

ے لگواتی ہوں، تم بھی لے لینا، اور زرینہ کے بھی لگوا دینا،!
اس ساری گفتگو میں کام کی بات کا کہیں ذکر نہ تھا، اس نے پھر یاد دلایا،
۔ تو پھر ڈاکٹر کو جلدی بلوائیے ———— ٹیکے بعد میں لگتے رہیں گے
ے آن کی خبر تو لی جائے نا“

فاخرہ نے بے پروائی کے ساتھ کہا،
”یہ ڈاکٹر تو لیٹرے ہوتے ہیں، ان کے چکر میں نہ پڑو، انہیں صرف اپنی
جیب بھرنے سے مطلب رہتا ہے، پڑوس میں جو حکیم صاحب رہتے ہیں،
انہیں بلا کر دکھاؤ!“

ماجدہ نے حسرت اور بے بسی کے ساتھ فاخرہ کی طرف دیکھا،
”اب حکیم صاحب کچھ نہیں کرسکتے، شاید ڈاکٹر ہی سے کچھ ہو سکے تو ہو سکے!“

فاخرہ کو یہ حجت پسند نہ آئی،
”تم تو ہر بات میں اُلجھ جاتی ہو، جو میں کہہ رہی ہوں وہی کرو،!“

ماجدہ سمجھ گئی، ان تلوں سے تیل نہیں نکل سکتا، اس لئے فیصلہ کرلیا حکیم
کو بھی نہیں بلائے گی، اس کا دل دھڑک رہا تھا، وہ ڈر رہی تھی کہیں ایسا
ایسا نہ ہو وہ مرچکے ہوں، موت کا فرشتہ اپنا کام کرکے چلتا بنا ہو،

وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ اپنے کوارٹر کی طرف روانہ ہوئی
اس کے جاتے ہی فاخرہ نے ڈاکٹر صاحب کو فون کیا، کہ فوراً حاضر
ہو کر گھر بھر کے ہیضہ کے ٹیکے لگا دیں، پھر ملازموں کو ہدایت کی کہ خبردار
اگر کوئی ماجدہ کے کوارٹر کی طرف گیا، پھر لڑکوں اور لڑکیوں کو طلب

یہ سوال ایک بہن کا بہن سے نہیں تھا، ایک جیٹھانی کا دی
نہیں تھا، ایک دولت مند خاتون کا ایک بے زر عورت سے تھا
کوئی شبہ نہیں، لب و لہجہ میں سختی اور کرختگی نہیں تھی، نرمی تھی، شفقت
لیکن رکھ رکھاؤ کے ساتھ،

پھر فاخرہ کی نظر ماجدہ کی آنکھوں پر پڑی، اور پھر شبنم کے قطروں
لرزتے ہوئے آنسوؤں پر، اس نے پوچھا،

"ارے تم رو رہی ہو؟ ———— کیا بات ہے؟"

ماجدہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا،

"وہ سخت بیمار ہیں، میرے خیال میں انہیں ہیضہ ہو گیا ہے،
نازک حالت تھی، جب میں آئی ہوں، خدا خیر کرے ————
ڈاکٹر کو بلوا دیجئے!"

ہیضہ کا نام سن کر فاخرہ کے سرخ و سفید چہرے سے سرخی غائب
ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے گھر میں شیر گھس آیا ہو، اس نے پوچھا،

"ہیضہ ————؟"

ماجدہ نے اس کی اندرونی کیفیت کو محسوس نہیں کیا، اس کی ہم
کرنے کے لئے کہا۔ "ہاں!"

فاخرہ کا لب و لہجہ بدل گیا۔

"پھر تم یہاں کیوں چلی آئیں؟ ———— جانتی تو ہو
بیماری ہے، ماشاءاللہ بچوں کا گھر ہے، میں ابھی ڈاکٹر کو بلوا کر

(۲)

ماجدہ مایوسی، دل گرفتگی اور پریشانی کے عالم میں، جب اپنے کوارٹر کی طرف پہنچی تو دیکھتی کیا ہے، پڑوس کے ڈاکٹر ابرار اپنا ہینڈ بیگ سنبھالے باہر نکل رہے ہیں، آفاق ان کے ساتھ ہے!

یہ ماجرا کچھ اس کی سمجھ میں نہ آیا، اتنے میں ڈاکٹر صاحب کی فیس دے کر اور رخصت کرکے آفاق واپس آگیا، اُس نے کہا۔

"میں کالج جا رہا تھا، سوچا ذرا چچا سے ملتا چلوں، کئی دن سے ان سے ملاقات نہ ہوئی تھی، یہاں آیا تو آپ ندارد، وہ بیہوش اور زرینہ نیم بیہوش۔ بھاگوں بھاگ ڈاکٹر ابرار کے پاس پہنچا، —— اور انہیں لے آیا،"

ماجدہ نے اُسے دُعا دی،

"خدا تمہیں خوش رکھے میرے بیٹے، اس گھر میں بس تمہارا ایک وجود ہے جو رات کی تاریکی میں ستارے کی طرح چمکتا ہے —— ہاں میرے

فرمایا ، آفاق کہیں باہر گیا تھا ، باقی سب حاضر ہو گئے ، ا
دیا خبردار ، محمود کے کوارٹر کی طرف رُخ نہ کرنا ، ورنہ مجھ سے بُر
ہو گا ، اُسے ہیضہ ہو گیا ہے ۔

ہیضہ کا نام سُن کر سب سہم گئے ۔

"خطرناک کیوں ہے؟"

ماجدہ نے بتایا،

"تمہارے چچا ہیضہ کے مریض ہیں، یہ متعدی بیماری ہوتی ہے، ابھی فاخرہ باجی کو جب میں اطلاع دینے گئی تو وہ مجھ سے خفا ہونے لگیں، کہ بچوں کے گھر میں ہیضہ کے مریض کے پاس سے اُٹھ کر کیسے چلی آئیں؛ پھر انہوں نے ڈاکٹر کو فون کیا کہ آ کر سب کو ٹیکے لگا دے ——— تمہاری ڈھنڈیا مچ رہی ہو گی جاؤ ——— چلے جاؤ میرے بیٹے، !"

آفاق نے سنجیدگی اور کسی قدر سختی کے ساتھ کہا،

"چچی، آپ کس طرح کی باتیں کر رہی ہیں؟ ——— میں چلا جاؤں چچا کی تیمارداری نہ کروں؟ ——— آج سے کئی برس پہلے کی بات ہے، لیکن مجھے اس طرح یاد ہے، جیسے کل کا واقعہ ہو، مجھے میعادی بخار ہوا تھا، چچا جان شب و روز میری پٹی سے لگے بیٹھے رہتے تھے، انہوں نے اپنے اوپر خواب و خور حرام کر لیا تھا، وہ میرے لئے اپنے ہاتھ سے پرہیزی کھانا پکاتے تھے، اور اپنے ہاتھ سے مجھے کھلاتے تھے، کیا یہ سب باتیں میں اس لئے فراموش کر دوں کہ وہ ہیضہ میں مبتلا ہیں؟ کیا مجھے انسان بھی نہیں سمجھتیں؟ ——— ——— خدا کے لئے اتنا بڑا ظلم نہ کیجئے، اب اگر آپ نے مجھ سے چلے جانے کو کہا تو میں یہ گھر چھوڑ دوں گا، اور پھر اس گھر میں کبھی قدم نہیں رکھوں گا"

آفاق کے یہ الفاظ سُن کر ماجدہ لرز گئی، وہ جانتی تھی، آفاق ایک تو اب جوان ہو چکا ہے، بی، اے میں پڑھ رہا ہے، دوسرے ہمیشہ کا ضدی

بیٹے تو ڈاکٹر نے کیا کہا ؟"

آفاق نے سر کھجاتے ہوئے پریشانی کے عالم میں کہا ،

ڈاکٹر صاحب کی تشخیص یہ ہے کہ سخت قسم کا ہیضہ ہوا ہے ، بڑا طاقت
انجکشن دے گئے ہیں ، دو گھنٹہ کے بعد پھر آئیں گے ، کہتے تھے اگر یہ
خیریت سے گذر گئی ، تو پھر خطرہ نہیں ہے ، !"

ماجدہ رونے لگی ، زرینہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ، آفاق نے دونوں
دیتے ہوئے کہا ،

میرا خیال ہے رات اچھی طرح گزر جائے گی ، اور چچا جان تندرست ہو
لیکن ول دہی کے ان الفاظ سے زرینہ کے آنسو رکے ، نہ ماجدہ
آفاق نے کتابیں ایک طرف رکھ دیں اور ایک کرسی ڈال کر
چچا کے پاس بیٹھ گیا ،

ماجدہ نے سہمے ہوئے انداز میں کہا ،

"بیٹے یہ کیا غضب کرتے ہو جاؤ ، !"

آفاق ماجدہ کا منہ تکنے لگا ۔

"کہاں جاؤں ؟"

وہ تیزی سے بولی ،

"یہاں سے چلے جاؤ بیٹیا ، خدا کے لئے اپنے اوپر رحم کرو ، تمہارا یہ
خطرناک ہے !"

آفاق نے پوچھا ۔

نہ تو نہیں یا اُن کے بچوں، اور شوہر کو کسی طرح کا خطرہ میری وجہ سے لاحق ہو گا!"

ماجدہ شوہر کی علالت بھول گئی، اس نے خوشامد کے پیرایہ میں کہنا شروع کیا،

"میرے بیٹے ———"

لیکن آفاق نے آگے کچھ نہ کہنے دیا،

"چچی جان میں کہہ چکا، اگر اس موضوع پر آپ نے زیادہ گفتگو کی، تو میں اس گھر کو خیرباد کہہ دوں گا، سوچ لیجئے ——— آپ جانتی ہیں میں اپنا فیصلہ بدلا نہیں کرتا!"

یہ بات اس نے ایسے تیور کے ساتھ کہی کہ ماجدہ سٹپٹا گئی، اس سے کچھ کہتے سنتے نہ بن پڑا۔ بادلِ نخواستہ اسے خاموش ہو جانا پڑا۔

ہے، جو بات ایک مرتبہ نکل جاتی ہے وہ پتھر کی لکیر ہے، پھر نہ ماں کی
نہ باپ کی، کسی کی بھی نہیں،!

ماجدہ نے کہا،

"بیٹے میں منع نہیں کرتی، جانتی ہوں، تمہارے سینے میں کتنا شریف دل
لیکن ——————

آفاق نے پوچھا،

"لیکن کیا"؟

وہ بولی،

"کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں، فاخرہ باجی کا غصہ بڑا تیز ہے، تم بھی
انہی کے بیٹے ہو، تم سے کوئی کچھ نہ کہے گا، ساری آ ئی گئی میرے سر آ جائے

آفاق نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا،

"چچی جان خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے میں زیادہ سے زیادہ
جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہ کہ جب تک چچا جان اچھے نہ ہو جائیں، اس
سے قدم باہر نہ نکالوں، کوٹھی کے احاطہ میں قدم نہ رکھوں ——————

ماجدہ سہم گئی،

"یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹے"؟

آفاق نے نہایت تلخی کے ساتھ کہا،

"آپ ہی تو کہہ رہی تھیں کہ فاخرہ باجی ھیضہ کے نام سے سہمی ہوئی ہ
انہوں نے ٹیکے دینے کے لئے ڈاکٹر کو طلب کیا ہے، پس نہ میں ادھر جاؤں

ڈاکٹر نے کہا،
"کم از کم میں تو کچھ نہیں کر سکتا ——— ہاں اگر یہ ہسپتال
میں داخل کر دیئے جائیں، تو شاید کچھ ہو سکے، اگرچہ مجھے امید نہیں، کہ اب وہاں
بھی کچھ ہو سکتا ہے !"
اب آفاق کی باری تھی، اب اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اس نے
لرزتی ہوئی آواز میں کہا،
"ڈاکٹر صاحب خدا کے لئے کچھ کیجئے !"
ڈاکٹر صاحب اپنے فیصلہ پر قائم تھے،
"میں آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا، اگر کچھ ہلکی سی امید بندھتی ہے
تو صرف ہسپتال سے، یہاں تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا !"
آفاق نے پوچھا،
"لیکن ہسپتال میں داخلہ مل جائے گا ؟"
ڈاکٹر نے فرمایا،
"یہی تو سوال ہے۔ جنرل وارڈ میں داخلہ مشکل ہے، پرائیویٹ وارڈ میں
ممکن ہے، لیکن وہاں دوا کے مصارف کے علاوہ، صرف ۲۵ روپے روز، قیام و
طعام کے صرف ہوں گے، اور میرا اندازہ یہ ہے، کہ مریض کے متعلقین ان مصارف
کے متحمل نہیں ہو سکیں گے ——— !
ڈاکٹر صاحب کو بالکل نہیں معلوم تھا کہ مریض آفاق کا چچا ہے، آفاق نے کہا
"پرائیویٹ وارڈ میں سہی !"

(۳)

محمود میاں اب تک بے ہوش پڑے تھے۔ آفاق ان کے سرہانے تھا، ماجدہ اور زرینہ پاس پاس ان کی پٹی سے لگی بیٹھی تھیں، دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آفاق بار بار تسلی دیتا تھا، ہر مرتبہ جب وہ تسلی کے کلمات کہتا، دونوں اپنے آنسو پونچھ لیتیں، لیکن ذرا ہی دیر میں، پھر جوئے اشک رواں ہو جاتی ہے۔۔!

دو گھنٹہ کے بعد ڈاکٹر ابرار حسب وعدہ تشریف لائے، ان کے آتے ہی ماجدہ اور زرینہ پردہ میں چلی گئیں، ڈاکٹر صاحب نے مریض کو اچھی طرح دیکھا بھالا، اور مایوسی کے عالم میں سر ہلاتے ہوئے کہا،

"مسٹر آفاق معاملہ نازک ہے!"

آفاق سہم گیا،

"کیا کہا آپ نے ؟"

آفاق نے کہا

"تو کیا ہوا اچھی جان، وہاں یہاں سے زیادہ اچھی طرح دیکھ بھال ہو گی، معالجہ بھی ٹھیک ہو گا، ڈاکٹر ہر وقت ایک اشارہ پر دیکھنے کو آن موجود ہو گا،"

آخر دل کا اندیشہ زبان پر آ گیا، ماجدہ نے کہا،

"لیکن وہاں کے مصارف ———"

آفاق نے بات آگے نہیں بڑھنے دی،

"میں نے منظوری دیدی ہے ابھی ایمبولنس کار آتی ہو گی، ڈاکٹر ابرار نے فون کر دیا ہو گا، میں خود چچا جان کو لے کر ہسپتال جاؤں گا،"

ماجدہ نے کہا،

"میں بھی چلوں گی ——— ان کے ساتھ بھی تو کسی کو رہنا چاہیے؟"

آفاق نے فیصلہ کن انداز میں کہا،

"میں کس مرض کی دوا ہوں! ——— آپ وہاں رہیں گی یا تیمارداری کریں گی ———"

ڈاکٹر صاحب نے آمادگی اور کسی قدر تعجب کے ساتھ ارشاد فرمایا،
"اگر یہ ممکن ہے تو میں ابھی فون کئے دیتا ہوں ایمبولنس کار آجائے
آپ مریض کو بھجوا دیں ——— مسٹر آفاق آپ کی اس ا
اور شرافت سے میں بہت متاثر ہوں، ہمارے دولت مند طبقہ
آپ کا سا دل رکھنے والے دو چار نوجوان پیدا ہو جائیں تو اس قوم کی
جائے ———

ڈاکٹر صاحب کا لیکچر شاید ابھی کچھ دیر اور جاری رہتا، لیکن آفاق
یارائے خاموشی نہ تھا، اس نے کہا،

"ڈاکٹر صاحب آپ فون کر دیں، میں ایمبولنس کا منتظر ہوں،!"

ڈاکٹر صاحب نے اپنا بیگ اُٹھایا، ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کر کے
میں رکھی اور فون کرنے روانہ ہو گئے۔

ڈاکٹر کے جاتے ہی ماجدہ اور زرینہ آ گئیں، دونوں نے یک آواز

"کیا کہتا ہے ڈاکٹر"

آفاق نے کہا،

"بڑی معقول بات کہتا ہے، اس کا خیال ہے کہ علاج یہاں نہیں ہو
ہسپتال میں داخل کر دینا چاہیئے!

ماجدہ کا دل مصارف کے خیال سے بیٹھ گیا، اس نے مایوسی کے
میں کہا،

"ہسپتال میں ———؟"

دلدار نے کہا،

"ڈاکٹر صاحب آئے ہیں، آپ کا انتظار کر رہے ہیں!"

آفاق نے پوچھا،

"کون ڈاکٹر صاحب؟ ——— میرا کیوں انتظار کر رہے ہیں
یں تو اچھا بھلا ہوں!"

دلدار نے اس کے معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر رفیق صاحب ——— سب کے انجکشن لگانے گئے
وں (بانہہ کھول کر) دیکھئے میرے بھی سوئی گھونپ دی، اب آپ کی باری
ہے، بیگم صاحب نے کہا ہے، فوراً بلا لاؤ، بڑے بھیا کو!"

آفاق نے حقارت کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔

"میں نہیں جاتا"

دلدار اب دھمکی پر اتر آیا، اس نے کہا،

"بیگم صاحب خفا ہو رہی ہیں، جب سے انہیں معلوم ہوا ہے، آپ
یہاں بیٹھے ہیں، غصہ میں بھری ہوئی ہیں، دیکھ لیجئے گا کتنی خفا ہوتی ہیں
پ پر!"

آفاق نے زور سے ایک چانٹا دلدار کے منہ پر جمایا،

"جاتا ہے یا کچھ اور لے گا؟"

اس کا جواب دلدار کے لئے آسان نہ تھا، وہ گال سہلاتا ہوا بولا،

"یہاں آؤں تو مارا جاؤں، وہاں جاؤں تو جوتے پڑیں، آخر

(۴)

ماجدہ کو، آفاق کے سامنے سپر ڈال دینا پڑی، وہ سمجھ گئی ا
ن چلا لاکھ دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے، وہی کرے گا جو اس
مرضی ہو گی،

اتنے میں سہما ہوا، ڈرا ہوا، گھبرایا ہوا دلاور آیا، یہ گھر کے
کے کام کاج پر ملازم تھا اُسے دیکھتے ہی ماجدہ کا خون خشک ہو گیا
سمجھ گئی، یہ ایک قضا بن کر آیا ہے، آفاق نے اُسے دیکھا اور پوچھا،

"کیا ہے؟"

وہ بولا،

"بیگم صاحبہ بلاتی ہیں ——— !"

آفاق نے کہا،

"سُن لیا، جاؤ، میں ابھی نہیں آ سکتا، تھوڑی دیر میں آؤں گ

آفاق کو غصّہ تو بہت آیا، لیکن بہرحال وہ اسے مجبور نہیں کرنا چاہتا
تھا، اُس نے ڈرائیور کو بلایا، دونوں نے مل کر محمود میاں کو ایمبولنس میں
ڈالا، اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ کار ہسپتال کی طرف روانہ ہوگئی، ولدار
حیرت سے کھڑا یہ تماشہ دیکھتا رہا!

میں کروں کیا ؟"

آفاق نے پوچھا،

"یہاں تو بدتمیزی پر تو پٹا، مجھے دھونس کیوں دے رہا تھا
کیوں پٹے گا ؟"

دلدار نے آفاق کو لاجواب کر دیا۔

"بیگم نے کہا تھا، بڑے بھیا کو اپنے ساتھ لانا، اب اکیلا
تو کیا پٹوں گا نہیں تو کیا انعام پاؤں گا ؟"

آفاق کو ہنسی آگئی، اتنے میں دروازہ پر کار رکی، گڑ گڑا
دی، آفاق نے ماجدہ سے کہا،

"ایمبولنس کار آگئی ——— "پھر دلدار سے !

"ادھر آ !"

وہ ڈرتا ہوا سامنے آیا، اسے یقین تھا، اب دوسرے گال کی

آفاق نے کہا،

"آؤ ہم تم مل کر چچا جان کو اٹھائیں، اور ایمبولنس کار تک
دلدار اس طرح سہم کر پیچھے ہٹ گیا، جیسے آفاق نے اس سے
بھڑکتی ہوئی آگ میں کود پڑو، اس نے سوچا دو چار تھپڑ اور کھا لیے
مضائقہ نہیں، لیکن ہیضہ میں مبتلا ہو کر مرنا کس استاد نے بتایا
نے صاف انکار کر دیا،

"نہیں صاحب میں ہاتھ نہیں لگاؤں گا !"

لیکن اس کی اس تدبیر پر تقدیر کھڑی ہنس رہی تھی، فاخرہ نے ایک زوردار دوہتڑ اس کی پیٹھ پر جڑا، پھر چیخیں،

"اے مرئے غارت گئے، وہ محمود کو لے کر ہسپتال چلا گیا، اور تو کھڑا دیکھتا رہا؟"

اس نے بے بسی کے ساتھ پوچھا،

"تو میں کیا کر لیتا بیگم صاحبہ"

بیگم صاحبہ نے یہ سوال کچھ قائل ہونے کے لئے تو کیا نہیں تھا، لیکن مزید بحث بے نتیجہ سمجھ کر ایک دوہتڑ اور لگایا،

"جا غارت ہو یہاں سے!"

جان بچی لاکھوں پائے وہ فاخرہ کے سامنے سے ڈک دم بھاگا، اور اپنی کوٹھڑی میں جا کر دم لیا، اتنے میں حامد میاں عدالت سے آگئے، جب تک منہ ہاتھ دھوئیں دھوئیں، چائے لگ گئی، چائے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ڈاکٹر صاحب تشریف لے آئے۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر حامد نے پوچھا،

"خیریت؟"

فاخرہ نے حکم دیا،

"ہاں سب خیریت ہے، پہلے ٹیکہ لگوا لو، پھر بات کرنا!"

اتنی دیر میں ڈاکٹر صاحب کی سرنج تیار ہو چکی تھی، وہ حملہ کے لئے آگے بڑھے، حامد میاں نے حیرت کے ساتھ انہیں دیکھا اور بازو سامنے کر دیا، جب ڈاکٹر صاحب چلے گئے تو حامد نے بیوی سے پوچھا،

(۵)

دلدار اندر پہنچا تو فاخرہ کو اپنا منتظر پایا، بیچارے کا دل زور زو
دھڑکنے لگا، وہ سمجھ گیا، خالی ہاتھ آیا ہوں، بڑے بھیا یہاں آنے کے
محمود میاں کو ساتھ لے کر ہسپتال لے گئے، یہ جرم میرے ہی کھاتے میں
اور وہ پٹائی ہوگی کہ کبھی دن میں اسے فراموش نہ کر سکوں گا، فاخرہ نے
ایک مرتبہ گھورا، پھر پوچھا،

آفاق کہاں ہے؛

دلدار نے رکتے رکتے جواب دیا -

وہ تو ہسپتال گئے محمود میاں کو لے کر ———— میں نے
کہا چلئے، بیگم نے بلایا ہے، وہ خفا ہو رہی ہیں اگر ایک نہ سنی، اُنہ
کا تھپڑ مارا میرے کلّہ پر، اب تک درد ہو رہا ہے،

یہ ساری تفصیل دلدار نے اس لئے سنائی تھی کہ اب مزید خدمت

آفاق اپنی بات پر قائم رہا اُس نے کہا،

"ہاں —— میں زندہ رہنا چاہتا ہوں، مجھے مرنے کا شوق نہیں ہے، لیکن انسانیت کا دامن چھوڑ کر زندہ رہنا میرے لئے باعثِ ننگ ہے، مجھے محمود چچا کے ساتھ جانا چاہیئے تھا، یہ میرا فرض تھا، اور مجھے مسرت ہے کہ میں نے اپنا یہ فرض ادا کیا، میں اپنے رویہ پر ذرا بھی نادم نہیں ہوں ایک ضروری کام سے ذرا دیر کے لئے آیا ہوں، ابھی پھر واپس جا رہا ہوں —— مجھے سو روپے دے دیجئے!"

آفاق کی سرکشی سے فاخرہ کی انانیت پر اکثر چوٹ لگتی رہتی تھی، یہ چوٹ اگر اشفاق اور اخلاق کی طرف سے لگتی تو وہ انہیں کچا چبا جاتیں، لیکن آفاق کے معاملہ میں مجبوری یہ تھی کہ جتنا زیادہ وہ ہٹیلا، خودسر، سرکش تھا، اتنا ہی زیادہ وہ اسے چاہتی تھیں، ان کی آن کا آبگینہ بھی ولی عہد بہادر چور چور کیا کرتے تھے، ورنہ سارے گھر میں شوہر سے لے کر، اولاد تک سب ہی ان سے لرزتے اور کانپتے رہتے تھے، آفاق کی یہ تیکھی سنکر فاخرہ کو غصہ تو بہت آیا، لیکن پی گئیں، کہنے لگیں،

"تم ہیں ہزار روپیہ لے لو، لیکن تمہیں سپتال جانے کی ضرورت نہیں، دلدار کے ہاتھ بھیج دو!

ماں بیٹے کی تلخ کلامی کے آغاز ہی میں حامد میاں اُٹھ کر، اپنے اسٹڈی روم میں چلے گئے تھے اور وہاں بیٹھے نہایت اطمینان سے دونوں کی جرح سن رہے تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ فاخرہ بیگم نے آفاق سے دبنا شروع

"آخر بات کیا ہے ؟"

فاخرہ نے ازاول تا آخر ساری کہانی سنا دی، حامد میاں
بیوی کی فریاد اور شکایت سنتے رہے، پھر فرمایا -

"عجیب نالائق لڑکا ہے، آخر اسے ہسپتال جانے کی کیا ضرورت
ایسا ہی تھا تو دلدار کو بھیج دیا ہوتا ——— تم جتنی اچھی
اولاد اتنی ہی نالائق ہے، !"

اتنے میں آفاق آتا نظر آیا، اس کا چہرہ زرد ہوا تھا، چہرے
تھکن کے آثار طاری تھے، باپ اور ماں کو جو سرگوشی میں مصروف پایا
سمجھ گیا، اب طوفان آیا چاہتا ہے، لیکن اس میں ایسے طوفانوں کا مقا
کی ہمت تھی، وہ تیار ہو کر آیا تھا، آتے دیکھتے ہی فاخرہ نے تیور
کر پوچھا -

"میں کہتی ہوں تو آخر ہسپتال کیوں گیا تھا مرنے کے لئے ؟"
ہسپتال تو ہسپتال میں پوچھتی ہوں محمود کے کوارٹر ہی میں تو نے کیا
رکھا، جب معلوم تھا کہ اسے ہیضہ ہوا ہے ——— "

آفاق نے ذرا تند لہجہ میں جواب دیا -

"امی، مجھے آپ کی یہ باتیں سخت ناپسند ہیں !"

فاخرہ کے جلال شہریاری میں اضافہ ہو گیا،

"کیا کہا تو نے ؟ ——— میری باتیں تجھے سخت
ہیں ؟"

چھوڑ دوں؟ مجھے ہیضہ ہو جائے تو آپ قریب نہ پھٹکنے گا، ضرور دلدار کے حوالہ کر دیجیے گا، لیکن میں یہ نہیں کر سکتا،!

فاخرہ نے اپنا سر پیٹ لیا

۔کم بخت جو تیرا جی چاہے کر، لیکن اپنی زبان تو بند کر، کیا بکے جا رہا ہے؟ تیرے دشمنوں کو ہیضہ ہو، تو میری ماتا کا مذاق اڑا رہا ہے جب تیرے بچے ہوں گے، تب دیکھوں گی تیرا کیا حال ہوتا ہے ان کے لئے!"

یہ کہتے کہتے فاخرہ بلک بلک کر رونے لگیں،

ماں کو روتا دیکھ کر آفاق زم پڑ گیا،

"اچھا اپنی زبان بند کئے لیتا ہوں لیکن سو روپے تو دے دیجئے، وہاں ان کا نہ جانے کیا حال ہو رہا ہوگا!"

ماں کو روتا دیکھ کر آفاق زم پڑ گیا

- -

- -

چھن کی آواز آئی کنجیوں کا گچھا آفاق کے پاؤں کے پاس آ کر گرا، اس کا مطلب یہ تھا کہ جاؤ بکس میں سے نکال لو، سو، دو سو، ہزار، جتنے چاہو، جب آفاق کی ضد سے مجبور ہو کر وہ اُسے روپیہ دیتی تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو اسی طرح دیتی تھیں، اپنے ہاتھ سے نکال کر شاید ہی کبھی دیا ہو، دوسرے لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ یہ وطیرہ نہ تھا، انہیں کئی مرتبہ کی التجا اور خوشامد کے بعد جو کچھ دینا ہوتا تھا، خود ہی دیتی تھیں، آفاق نے لپک کر

کر دیا ہے تو بے ساختہ ان کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا، وہ خود تو
سے نہ لڑنے کی ہمت رکھتے تھے، نہ سخت کلامی کی، لیکن جب آفاق کے
پسپا ہوتے دیکھتے تھے، تو خوش ضرور ہوتے تھے، کبھی کبھی دو
سے کہہ بھی دیا کرتے تھے، ہر فرعونِ را موسیٰ تم تو بس آفاق ہی سے ڈرتی
ہو، اور اس الزام پر وہ ذرا بھی شرمندگی نہیں محسوس کرتی تھیں، مسکرا دی
تھیں، جیسے دکھتی ہوئی رگ پکڑی جانے پر بہت خوش ہیں۔

جب حامد میاں کے کان میں فاخرہ کی یہ آواز آئی کہ تنخواہ
ہزار روپے لے لو، لیکن تمہیں جانے کی ضرورت نہیں، دلدار کو بھیج دو،
محسوس کرکے کہ بیگم صاحبہ شاندار پسپائی اختیار کر رہی ہیں، وہ مسکرانے
اور ذرا توجہ سے منتظر ہو بیٹھے کہ فرزندِ دلبند سعادتمند و جگر پیوند
کیا جواب دیتے ہیں، پھر ان کے کان میں آفاق کی آواز گونجی،

"امی آپ بھول رہی ہیں، دلدار بیمار نہیں ہے، ہمارا کوئی
بھی بیمار نہیں ہے، محمود میاں بیمار ہیں، جو میرے چچا ہیں، میرے دادا
کے بیٹے، میرے باپ حامد میاں کے سگے بھائی اور پھر آپ کا حافظہ شاید
ہے، لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے، جب میں بیمار پڑا تھا، جب مجھے ٹائیفائ
تھا تو یہی آپ کے راندۂ درگاہ دیور تھے، جو دن رات میری پٹی
لگے بیٹھے رہتے تھے، مجھے تھپک تھپک کر سلاتے تھے، میرا جی بہلاتے
میرے لئے خود سابودانہ پکاتے تھے، شوربا تیار کرتے تھے، اور چمچے
اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے، آج وہ مر رہے ہیں، اور میں انہیں دلدار

(۶)

محمود جب تک زندہ تھا کسی کے دل میں اس کی کوئی اہمیت اور
عزت و وقعت نہیں تھی، نہ بھائی کی شفقت سے وہ کبھی بہرہ ور ہوا نہ بھابی
کے التفات کا وہ سزاوار ٹھہرا، نہ بھتیجوں اور بھتیجیوں نے سوا آغاقی کے اسے
منہ لگایا، نہ گھر کے نوکروں اور خادماؤں نے اس گھر کا اسے ایک معزز فرد سمجھا
لیکن اب وہ مر گیا تو سب کو اس کی نیکیاں اور بھلائیاں یاد آ رہی تھیں،
وہ سب کا تھا، اس کا کوئی نہ تھا، اس نے کس کی خدمت نہیں کی؟ لیکن اس
کے کوئی کام نہ آیا، وہ تلخیوں پر مسکرایا، تلخ کلامیوں پر ہنستا، اور
بے مہریوں پر صبر و شکر سے کام لیتا، وہ کسی کا دشمن تھا، کسی کا مخالف نہیں
تھا، سب کا ہوا خواہ، سب کا ہمدرد، کبھی اس نے کسی کا دل نہ دکھایا،
کبھی کسی سے لڑائی نہیں کی، کبھی کسی کی ترش گفتاری پر بد زبانی یا بد دماغی
کا مظاہرہ نہیں کیا، وہ جب تک اس جہان گزراں میں رہا، باہمہ اور بے ہمہ

گچھا اُٹھایا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری اچھی امی!"

یہ الفاظ۔ آفاق کے منہ سے ..... سُنکر وہ باغ باغ ہو گئیں

سارا غصّہ کافور ہو گیا، التجا کے رنگ میں کہا،

"میرے بچے ٹیکہ تو لگوا لے، خدا تجھے قیامت تک سلامت رکھے"

آفاق ہنسنے لگا، اس نے ماں کو اطمینان دلایا، اور بتایا،

"اسپتال کے پہنچنے کے بعد سب سے پہلے ڈاکٹر نے میری خبر لی، مجھے

ٹیکہ لگایا پھر چچا کی طرف متوجہ ہوا،

یہ سنکر فاخرہ کی جان میں جان آئی،

اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی، سامنے ہی فون رکھا تھا، آفاق نے

رسیور اُٹھایا اور کان لگا دیئے،

"ہلو ———"

پھر کچھ دیر تک وہ دوسری طرف کی باتیں خاموشی سے سُنتا رہا،

اس نے فون کا آلہ رکھتے ہوئے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،

"امی ——— چچا کا انتقال ہو گیا ——— !"

خوشی نہیں ——— اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے! ———
اب تو یہ زندگی کے دن رو رو کر، کڑھ کڑھ کر بسر کرنا ہیں،

یہی حال زرینہ کا تھا، !

کیونکر ممکن تھا کہ وہ اس باپ کو فراموش کر دیتی، جو اُسے خوش رکھنے کے لئے خود خوش نظر آنے پر مجبور رہتا، جو اُسے خوش رکھنے کے لئے جھوٹ بولنے پر مجبور رہتا، جو اس کے لئے سب کچھ کر گذرنے کو تیار رہتا، لیکن آہ اس کے بس میں کیا تھا؛ وہ چاہتا بہت کچھ تھا، لیکن اختیار میں کچھ نہ تھا، !

دن ہو یا رات، ان ماں بیٹی کا ایک ہی کام تھا، گزرے ہوئے مصیبت سے بھرپور دنوں کی خوشگوار یاد ——— محمود کے دم سے مصیبت کے وہ دن بھی، کتنی خوشی، خرمی، اور بے پروائی سے گزر جاتے تھے؟

جو دس روپے ماہوار محمود کو حامد میاں کے خزانہ عامرہ سے ملتے تھے، وہ اب ماجدہ کے نام منتقل ہو گئے تھے، ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو یہ رقم اس کے پاس پہنچ جاتی، کبھی کبھی حامد میاں اُسے اور زرینہ کو اپنی بارگاہِ عالی میں باریاب کرتے، اور خیر و عافیت دریافت کرتے، یا کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے رخصت کر دیتے، فاخرہ کی مستقل مزاجی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، اس کی جو روش محمود میاں کی زندگی میں تھی، وہی اب بھی تھی، !

زندگی بسر کرتا رہا ،

آج وہ اس دُنیا سے رخصت ہو گیا تھا ،

آج کون تھا جو اس کی یاد میں آنسو نہ بہا رہا ہو ، حد یہ ہے کہ
میاں اور فاخرہ تک کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے محمود جب تک
رہا شکست ہی اس کے حصّہ میں آتی رہی ، آج جب وہ مرا تو معلوم ہوا جیت
میں وہی رہا -

لیکن حامد اور فاخرہ اور دوسرے لوگوں کے آنسو بہت جلد خشک ہو
ان لوگوں کو یاد بھی نہ رہا کہ محمود نامی کوئی شخص اس گھر میں رہتا تھا ، و
قہقہے ، وہی چہچہے ، وہی ہنسی ، وہی دل لگی ، وہی زندگی کی لذتیں اور
ہاں ماجدہ اور زرینہ کی آنکھیں اب تک آنسو برسا رہی تھیں

ماجدہ اپنے وفادار ، اور بے زبان اور خدمت گذار شوہر کو کس
طرح فراموش کر دیتی ؟ جب تک زندہ رہا وہ اسے نکھٹو اور نکما کہتی ر
اور اب تو وہ اس دُنیا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ چکا تھا ، وہ محسوس
کر رہی تھی کہ وہ اس کا سہارا تھا ، اس کی اُمید تھا ، اُسے دیکھ کر دل میں
اعتماد اور اطمینان کی ایک لہر پیدا ہو جاتی تھی ، اور اب کہ وہ نہیں ہے
ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ سہارا چھن گیا ، وہ اُمید ٹوٹ گئی ، وہ اعتماد
جاتا رہا ، وہ اطمینان ایک قصّہٴ ماضی بن گیا ، اب آنکھیں ہمیشہ اس کی
میں خون برساتی رہیں گی ، اب دل ہمیشہ اس کی یاد میں روتا رہے گا ، ا
زندگی کی کوئی راحت ، راحت نہیں ، کوئی لذّت ، لذّت نہیں ، کوئی خ

(۷)

زرینہ نے اب رفتہ رفتہ کوٹھی میں جانا بالکل بند کر دیا تھا۔ ماجد
کبھی بے حیزت بن کر بے بلائے بھی چلی جاتی لیکن زرینہ نے تو جیسے نہ جا
قسم کھا لی تھی،

بات یہ تھی کہ وہ بہت خوددار لڑکی تھی، جب تک اس کے ہم عمر
کے مکین اس سے برابری کا برتاؤ کرتے رہے، وہ جاتی رہی، بلکہ اپنے وقت
زیادہ سے زیادہ حصہ وہیں صرف کرتی رہی، لیکن جب سے اس نے یہ محسو
تھا کہ اُسے حقیر و فرد مایہ سمجھا جاتا ہے، اس نے نہ جانے کا عہد کر لیا تھا۔
وہ بچہ نہیں تھی، سترہ سال کی نوجوان دوشیزہ تھی، وہ جو کچھ دیکھتی تھی
سمجھتی تھی، اور جو کچھ سمجھتی تھی، اسے محسوس بھی کرتی تھی - اور یاد بھی رکھتی
سب سے زیادہ "دوستی" اس کی رفعت سے تھی، یوں تو دوستی
رشتہ آفاق سے بھی تھا، لیکن وہ اس سے تقریباً ۸ سال بڑا تھا، افشاں

نکہت، اشفاق اور اخلاق بھی اس سے عمر میں کم و بیش بڑے ہی تھے ایک رفعت تھی جو بالکل اس کی ہم سن تھی، اسی لئے دونوں میں دوستی بھی زیادہ گہری تھی۔

لیکن عمر کے ساتھ ساتھ اس کی نظر بھی بدلتی گئی،

پہلے وہ زرینہ کو دیکھ کر کھل اٹھتی تھی، اب پروا بھی نہ کرتی تھی، کب وہ آئی، اور کب چلی گئی؟ پہلے وہ زرینہ کو اپنی کتابیں دکھایا کرتی تھی، اب اگر زرینہ کوئی کتاب خود سے مانگ بیٹھتی، تو بھی وہ صاف انکار کر دیتی۔ ایک مرتبہ ایسے ہی موقع پر اس نے رکھائی سے کہا،

"نہیں بھئی، ہم اپنی کتاب کسی کو نہیں دیتے!"

رفعت میں وہ رعونت تو نہیں تھی جو افشاں اور نکہت میں تھی، لیکن اب وہ بھی محسوس کرنے لگی تھی کہ زرینہ لاکھ نیک اور اچھی لڑکی ہو مگر اس سے عزیزانہ اور دوستانہ تعلقات کسی طرح بھی نبھ نہیں سکتے،

ایک دشواری تو یہ تھی کہ جب اس کی کالج کی سہیلیاں آتیں، اور زرینہ موجود ہوتی، تو وہ کشمکش و پیچ میں پڑ جاتی کہ کیا کرے! یہ بات اخلاق سے بعید تھی کہ اس سے کہہ دیتی چلی جاؤ اور یہ بات مصلحت کے خلاف تھی کہ وہ "بہن" کی حیثیت سے اپنی سہیلیوں سے اس کا تعارف کراتی، جس کے نہ کپڑے درست اور نہ فیشن سے جسے سروکار، نہ گانے سے دلچسپی، نہ رقص سے لگاؤ۔

دوسری بات یہ تھی کہ وہ غربت کے علاوہ جہالت کے نقطۂ نظر

سے بھی زرینہ کو اپنا ہم پایہ نہیں سمجھتی تھی، وہ ایف، اے کے پہلا
پڑھ رہی تھی، اسے حساب، جغرافیہ، تاریخ، سائنس، اقتصادیا
میں کچھ نہ کچھ درک تھا، غریب زرینہ کا مبلغ علم حرف آشنا
اردو اچھی طرح لکھ پڑھ لیتی تھی، کچھ شدید انگریزی بھی جانتی تھی
اللہ اللہ خیر صلا —— جس کی تعلیمی پس ماندگی کا یہ عا
اسے کس طرح شریک بزم وانجمن اور رفیق جلوت وخلوت بنایا جا
پہلے اکثر ایسا ہوتا اگر کسی وجہ سے زرینہ ایک آدھ دن
جاتی، تو کوئی اور آئے یا نہ آتے، رفعت ضرور اس کی خیر خبر
دیر کے لئے سہی، لیکن آجاتی تھی، اب اگر خود زرینہ فرمائش
وہ ٹال جاتی، اور ایک مرتبہ تو اس نے صاف کہہ دیا۔

"امی خفا ہوتی ہیں!"

اس عذر کے سننے کے بعد زرینہ کے لئے خاموشی کے سوا، او
چارہ تھا —— !

یہ تھے وہ حالات، جنہوں نے رفتہ رفتہ زرینہ کا دل بجھا
خود بھی اپنی پس ماندگی اور غربت کا احساس اب بہت زیادہ ہو
عافیت اسی میں نظر آئی کہ الگ بیٹھ رہے وہاں جانے گی
صدمہ لے کر آئے گی،

ہاں ایک آفاق تھا، جو اپنی سابقہ روش پر قائم تھا لیکن جب
نے ایل ایل بی میں داخلہ لیا تھا اسے بہت کم فرصت ملتی تھی۔ اسلئے آ

(٨)

زرینہ، جب اپنی چچازاد بہنوں کو موٹر میں بیٹھ کر کالج جاتے دیکھتی اور جب وہ وہاں سے خوش خوش اپنی نئی سہیلیوں کو ساتھ لے کر کوٹھی واپس آتیں، پھر چائے کا دور چلتا، نغمہ و موسیقی کی مشق ہوتی، ریڈیو پر پسندیدہ موسیقاروں کے گانے سُنے جاتے، مختلف گزشتہ اور موجودہ فلموں پر تبصرے ہوتے، تو دل ہی دل میں ہزاروں حسرتیں اس کے دل میں پیدا ہوتیں، اسے پڑھنے کا، علم حاصل کرنے کا، ڈگری لینے کا کتنا شوق تھا! ذہانت میں وہ کسی سے کم نہ تھی، اگر باقاعدہ پڑھ رہی ہوتی، تو ضرور آج وہ بھی رفعت کی طرح ایف اے میں پڑھ رہی ہوتی، بلکہ ممکن ہے افشاں اور نکہت کی طرح بی اے میں ہوتی، اور اس کی قابلیت کے جھنڈے گڑے ہوتے، لوگ اس کی تعریفیں کرتے، پھر وہ اس قابل ہوجاتی کہ اپنی ستم رسیدہ ماں کو سکھ پہنچا سکتی اور اپنے مستقبل کی تعمیر

…ٹھی واپس آجاتی، جب کبھی تعطیل ہوتی، یا ویسے جی چاہتا، تو نشاط کوٹھی …جاتی، گھنٹوں اور پہروں یہاں بیٹھی رہتی اور بغیر کھانا کھائے ہرگز واپس …جانے پاتی، اس خاطرداری اور دوستی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ نشاط …مضمون میں تیز تھی، اور رفعت ہر مضمون میں پھسڈی، نشاط کافی وقت …صرف کرکے اس کی کمزوریاں دور کرتی، سبق یاد کراتی، لیکچروں کے نوٹ …لکھواتی، پھر بھی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو مختلف طریقوں سے اُسے ازبر …کراتی،

ایک روز رفعت اور نشاط بیٹھی باتیں کر رہی تھیں کہ زرینہ کسی کام …سے اس کمرہ میں آتی ہوئی آفاق کے کمرہ میں چلی گئی، نشاط کی نظر اس پر …پڑی تو پوچھا،

"کون ہے یہ؟ —————— بڑی خوبصورت ہے!"

رفعت نے کہا،

"ہاں ہے، !"

نشاط مسکرانے لگی،

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ ہے، لیکن کون ہے؟"

ذرا جھینپتے ہوئے رفعت نے کہا،

"ہماری ایک دور کی رشتہ دار ہے !"

نہ جانے کیوں نشاط کو اس سے کچھ دلچسپی سی پیدا ہونے لگی تھی، …پوچھا:-

کرسکتی ،

زرینہ اب خود سے کبھی کوٹھی نہیں جاتی تھی ، ہاں اگر
کوئی بات کہنی ہو ، یا آفاق خود کسی کام سے بُلا بھیجے ، اور وہ اپ
کی مرمت وغیرہ کے سلسلہ میں یا تو خود آجاتا تھا ، ورنہ اُسے بلوا
کیونکہ بہنیں ایسے کام کرنا اپنی توہین سمجھتی تھیں ، زرینہ جیٹ
کردیتی تھی ،

رفعت کی ایک سہیلی تھی ، نشاط ، یہ ایک شریف اور نیک
رفعت کی طرح مالدار باپ کی تو بیٹی نہیں تھی ، لیکن غریب بھی نہ
اس کے باپ شہر میں ایک چھوٹی سی دوکان کے مالک تھے اس سے
آمدنی ہو جاتی تھی کہ بے فکری سے زندگی کے دن گزر رہے تھے
نے سوچا زمانہ خراب ہے کم از کم نشاط کو ایسا بنا دینا چاہیئے کہ اگر
کبھی نازک وقت آئے ، تو وہ کسی کی دستِ نگر نہ ہو ، اپنا پیٹ
اور شرافت کے ساتھ خود پال سکے ،

رفعت اور نشاط ساتھ ہی ساتھ کالج میں داخل ہوئی تھیں
مختصر مدت میں دونوں کی دوستی ، دوسری طالبات کے لئے باعثِ رشک
گئی اور کچھ دنوں کے بعد یہ روز کا معمول ہو گیا کہ رفعت جب موٹر
کر کالج جاتی ، تو نشاط کے گھر پر ، جو قریب ہی تھا پہنچ کر ہارن
اور نشاط کتابیں بغل میں دبائے مسکراتی ہوئی آکر موٹر میں بیٹھ
پھر کالج سے واپسی پر ، نشاط کو اس کے گھر چھوڑتی ہوئی رفعت

"پہلے انگریزی پڑھ لو، پھر اخبار پڑھنے کی کوشش کرنا، اخبار کی ورق گردانی کرنے سے انگریزی تھوڑے آجائے گی، !"

زرینہ نے اخبار رکھ دیا

"میں تو تصویر دیکھ رہی تھی، !

رفعت نے نشاط سے کہا،

"آج کا فلمی تبصرہ قابلِ دید ہے ——— !"

پھر اس نے زرینہ سے کہا،

"ذرا یہ اخبار تو دینا مجھے !"

زرینہ نے جواب دیا-

"خود اٹھالو، !"

اور کمرہ سے نکل چلی گئی، اس جواب پر نشاط تو مسکرانے لگی، لیکن رفعت کا غصہ سے چہرہ تمتما اٹھا، اگر زرینہ چلی نہ گئی ہوتی، تو شاید اس وقت وہ اُسے مار بیٹھتی، اتنے میں آفاق اپنے کمرہ سے برآمد ہوا اس نے رفعت سے پوچھا،

"کیا زرینہ گئی ؟"

رفعت نے منہ بناتے ہوئے کہا،

"ہاں گئی ——— بھیا آپ نے اُسے بہت بدتمیز بنا دیا ہے ناقابلِ برداشت حد تک !"

آفاق نے پوچھا،

"یہیں رہتی ہے تمہارے پاس ؟"

یہ موضوع گفتگو رفعت کے لئے حد درجہ غیر دلچسپ تھا،

لیتے ہوئے بولی،

"ہاں اور کہاں رہے گی ؟ —— بیچاری کا

بھی تو گذر گئے، ہمیں اُس کا اور اس کی ماں کا بوجھ اُٹھانے

ہیں ! !"

نشاط نے زیرلب تبسم کے ساتھ سوال کیا،

"اس بوجھ سے کمر میں بل تو نہیں پڑتے !"

رفعت ہنسنے لگی، نشاط نے کہا،

"ماشا اللہ اتنے بڑے گھر میں ان ماں بیٹی کی روٹی کیا گراں

ہو گی ؟"

رفعت کچھ جھینپ سی گئی کہنے لگی،

"تم بڑی وہ ہو پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ گئیں، میری توبہ

کان پکڑ کے معافی مانگتی ہوں، !"

نشاط ہنسنے لگی،

اتنے میں زرینہ آفاق کے کمرے سے برآمد ہوئی، سامنے

پر آج کا تازہ انگریزی اخبار رکھا ہوا تھا، چلتے چلتے وہ ٹھٹک

کر اُٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگی، رفعت کو اس کی یہ حرکت

سخت ناگوار گذری اس نے ذرا کڑے لہجہ میں کہا،

(۹)

بات بالکل معمولی تھی، لیکن بہت جلد اس نے بتنگڑ کی صورت اختیار کرلی،

آفاق کے جانے کے بعد نشاط بھی چلی گئی، رفعت اکیلی رہ گئی، ایک تو اسے زرینہ کے سخت الفاظ پر غصہ تھا، پھر نشاط کے سامنے جو توہین ہوئی تھی اس کا صدمہ تھا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آفاق نے نشاط کے سامنے اسے جس طرح جھڑکا تھا، اس کا غم تھا، ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ رونے لگی،

اتفاق کی بات، فاخرہ کا کسی کام سے ادھر گزر ہوا، انہوں نے سسکیوں کی جو آواز سنی تو کان کھڑے کئے، غور سے دیکھا تو رفعت کھڑکی کے سامنے کھڑی بظاہر باہر کا نظارہ کر رہی ہے، پیٹھ اس طرف ہے، اور سسکیاں لے لے کر رو رہی ہے، فاخرہ کو بڑا اچنبھا ہوا، وہ

"کیا ہوا بھئی ؟"

رفعت نے بتایا،

"اس نے میری سخت توہین کی ہے!"

آفاق کا تبسم اب تک قائم تھا،

"زرینہ نے تمہاری توہین کی ہے ؛ یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آ[...]
تو ایسی لڑکی نہیں ہے!"

پھر رفعت نے سارا واقعہ بتا کر کہا،

"کیا یہ بدتمیزی نہیں ہے ؟"

آفاق نے ساری داستان سن کر ایک زوردار قہقہہ لگایا،

"گڈ ——— ویری نائس طبیعت خوش کر دی بجا[...]
نے، تمہاری نخوت کا جواب اس سے بہتر ہو نہیں سکتا تھا ———"

یہ باتیں سن کر رفعت جل ہی تو گئی،

کیا ہمارے سلوک کا یہی جواب ہونا چاہیئے؟

آفاق نے تیز نظروں سے رفعت کو گھورا،

"نہایت ناپاک اور ذلیل خیالات ہیں تمہارے! اپنی بہن کے
بارے میں تمہیں ایسا سوچتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

پھر وہ غصہ کے عالم میں باہر چلا گیا،

سکتا ہے ؟ انہوں نے تو میری کوکھ سے جنم اسی لئے لیا ہے، کہ مجھے ذلیل کرتے رہیں، پھر تو کس گنتی میں ہے ؟ ——— لیکن زرینہ نے کیا کیا ؟

رفعت نے ساری داستان درد شروع سے آخر تک سنادی، پھر روتے ہوئے کہا،

"بھلا سوچئے تو سہی نشاط کیا کہتی ہو گی ؟" ———

میں نے اس سے کہا یہ میری دور کی رشتہ دار ہے، ہم لوگ اس کے کفیل ہیں، اس نے مجھ سے کہہ دیا خود ہی اپنا اخبار اٹھالو، ہماری جوتی کو کیا غرض پڑی ہے اٹھانے کی ؟ پھر بڑے بھیا سے میں نے فریاد کی پہلے وہ اس کی گستاخی اور دریدہ دہنی پر ٹھٹھا مار کر ہنسے، اس کی تعریف کی کہ جو کچھ کیا، بہت اچھا کیا، اسے یہی کرنا چاہیئے، پھر جب میرے منہ سے یہ نکل گیا کیا ہمارے سلوک کا یہی جواب اسے دینا چاہیئے تھا تو مارے غصہ کے بے قابو ہو گئے، ایسی نگاہوں سے مجھے گھورا کہ میں ڈر گئی، پھر مجھے نشاط کے سامنے ڈانٹنا شروع کر دیا، یہ تک کہہ دیا اپنی بہن کے بارے میں ایسا سوچتے تمہیں شرم نہیں آتی،

——— بتائیے امی، میں نے کچھ غلط کہا تھا ؟

امی نے بیٹی کے گالوں پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا

"بالکل صحیح کہا،"

پھر فکر مند لہجہ میں کچھ سوچتی ہوئی بولیں،

آہستہ آہستہ آگے بڑھی، اس نے رفعت کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ
اور کہا۔

"رفعت ——————"

رفعت نے مڑ کر ماں کو دیکھا، تو اور زیادہ دل بھر آیا،
پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، فاخرہ جس طرح لڑکوں میں سب سے زیادہ
کو چاہتی تھی، اسی طرح لڑکیوں میں سب سے زیادہ محبت رفعت سے
تھی، اسے جو یوں بلک بلک کر روتے دیکھا تو خود بھی رونے لگیں
پھر اپنے آنچل سے اسکے آنسو پونچھے اور اُسے پیار کرتے ہوئے کہا
"میری بچی روئیں تیرے دشمن —————— کیا بات
ہوئی ؟"

رفعت نے زمین پر پاؤں ٹپکتے ہوئے ایک لاڈلے بچہ کی طرح
"یہ ذلتیں میں نہیں سہ سکتی امی !"
بھلا اس گھر میں کوئی ایسا بھی ہے جو رفعت کو ذلیل کر سکے ؟ یہ
سوچ کر انہوں نے فرمایا،
"کس نے ذلیل کیا تجھے ؟"
رفعت نے بتایا،
"درینہ نے اور بڑے بھیا نے !"
کچھ بے بسی اور کچھ برہمی کے عالم میں بولیں،
"بڑے بھیا (آفاق) کا نام تو نہ لے بیٹی! ان سے بھلا کون جیت

رفعت کو ماں کی باتوں پر اب بھی یقین نہیں آیا،

"نہیں امی یہ بات نہیں ہے ———— ایسا ہوتا تو بڑے بھیا کے طور طریقوں سے ظاہر ہو جاتا، !"

فاخرہ نے یہ صفائی بجھے ہوئے دل کے ساتھ تامل اور تذبذب کے ساتھ قبول کی،

"شاید ایسا ہی ہو ———— !"

رفعت نے پھر زور لگایا،

"ہاں امی ایسا نہ سوچئے اور نہ بھیا کو تو آپ جانتی ہی ہیں کس قماش کے آدمی ہیں، اگر ان کے کان میں ان باتوں کی بھنک پڑ گئی، تو واقعی پھر وہ جو کچھ نہ کر گزریں کم ہے !"

رفعت کی اس دور اندیشی پر وہ خوش ہو گئیں،

"ہاں تو ٹھیک کہتی ہے !"

پھر کچھ سوچتے ہوئے بولیں،

"لیکن زرینہ نے جو سلوک تیرے ساتھ کیا ہے اسے میں نہیں معاف کر سکتی !"

پھر انہوں نے دلدار کو آواز دی، وہ حاضر ہوا تو کہا،

"ذرا ماجدہ اور زرینہ کو بلا لاؤ، کہنا بڑا ضروری کام ہے"

رفعت کا غصہ اب ٹھنڈا ہو چکا تھا ———— اس نے کہا۔

"بڑا ڈر لگتا ہے مجھے اس چھوکرے سے!"

رفعت نے پوچھا،

"کیوں امّی، ڈر کس بات کا؟"

وہ بدستور فکرمند لہجہ میں گویا ہوئیں،

"کہیں یہ حرامزادی زرینہ کی بچی سے محبت تو نہیں کرنے لگ

رفعت نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"کیا معلوم ——— آمد و رفت تو بہت رہتی ہے

کی بڑے بھیا کے پاس!"

وہ تقریباً روتی ہوئی بولیں،

"اس کم بخت سے یہ بھی بعید نہیں ہے شادی کر لے اس سے ـ

——— اندھا کیا چاہے دو آنکھیں پی ماجدہ تو نہال ہو جائیں گی

———!"

رفعت نے اس خیال کی تردید کی

"نہیں امّی ایسا نہیں ہو سکتا ——— وہ ان سے چھوٹی

تو بہت ہے، میری ہی ہم عمر تو ہے اور میں بڑے بھیا سے پورے آٹھ

سال چھوٹی ہوں نا!"

اس دلیل سے فاخرہ کو اطمینان نہ ہوا،

"رہنے دے ——— تو کیا جانے یہ جانیں، ان عورتوں

کے چھل، یہ ماں بیٹی تو میرے لال کو حاصل کرنے کی فکر میں ہیں!"

(۱۰)

ماجدہ اور زرینہ کو آتا دیکھ کر رفعت کھسک گئی، دراصل اب وہ دل ہی دل میں پریشان ہو رہی تھی کہ کیوں اس نے یہ فتنہ کھڑا کیا، اس کے نتائج کتنے دور رس ہو سکتے ہیں، یہ سوچ سوچ کر اس کا دل دہلا جا رہا تھا،

ماجدہ نے سلام کیا اور پاس آ کر بیٹھ گئی، زرینہ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا اور کھڑی رہی، فاخرہ کا غصہ کے مارے برا حال ہو رہا تھا، اس کے ہونٹ پھڑکنے لگے،

ماجدہ کو قطعاً نہیں معلوم تھا، یہاں کیا ہو چکا ہے، اور کیا ہونے والا ہے؛ فاخرہ کا طرز عمل اس کے لئے سخت حیران کن اور تشویش انگیز تھا۔

زرینہ نے آنے والے طوفان کا اندازہ کر لیا تھا، اور وہ اس کا مقابلہ کرنے کو تیار تھی،

"جانے بھی دیجئے امی، بات بڑھانے سے کیا فائدہ ہے"
ناغرہ نے دیدے نکال کر کہا
"واہ ——————— "

———————

ماجدہ نے پُوچھا،

بھابی آپ نے بلایا تھا

فاخرہ نے طنزیہ لہجہ میں کہا

ہاں ——— یہ غلطی تو ہوئی مجھ سے، درحقیق
خود ہی حاضر ہو جانا چاہیئے تھا، ناحق تمہیں تکلیف ہوئی،

ماجدہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا، ایسی باتیں تو فاخرہ نے کبھی
کی تھیں، وہ بولی،

"آج تو تم بالکل بدلی ہوئی نظر آتی ہو بھابی!"

فاخرہ کو بھابی کے لفظ سے چڑ تھی، کم از کم یہ لفظ وہ ماجدہ کے
سے اپنے لئے نہیں سُننا چاہتی تھی، اس نے پھر چوٹ کی،

"یہ بھی ساری دُنیا جانتی ہے، میں تمہاری بھابی ہوں، لیکن ہر
اس کا اعلان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ نہ اس طرح تمہاری عزت بڑھ
نہ مجھے چار چاند لگ جائیں گے!

ماجدہ خاموش ہو گئی، فاخرہ نے زرینہ سے کہا،

"بیٹی اگر جان کی امان پاؤں تو تم سے کچھ عرض کروں ———
لیکن، ارے نہ لگنا مجھے بڑھی کر، !"

زرینہ کا چہرہ سُرخ ہو گیا، لیکن اس نے ضبط سے کام لیا اور
سے کہا،

"اگر آپ مجھے اتنا برا سمجھتی ہیں تو بلانا ہی نہ تھا ———

ویسے میں آپ کی ہر بات سننے اور اس کا جواب دینے کو تیار ہوں!"
ایک ماجدہ تھی، اس چھوکری کی ماں، جس نے کڑوی کسیلی باتیں
سنیں اور دم نہ مارا، ایک یہ بالشت بھر کی چھوکری ہے، جس کی گز
بھر کی زبان ہے، یہ سوچ کر فاخرہ کے تن بدن میں آگ ہی تو لگ گئی۔
"زرینہ اسے نہ بھولو کہ تم کون ہو، اور کس سے مخاطب
ہو؟"

زرینہ نے متانت کے ساتھ کہا،
"ایسی ٹھوس حقیقت کس طرح بھول سکتی ہوں ——— مجھے
بہت اچھی طرح احساس ہے کہ میں کون ہوں، اور مجھے اس کا بھی پورا پورا
احساس ہے کہ کس سے مخاطب ہوں،!"
جی تو چاہا، ایک تھپڑ لگائیں اس گستاخ اور دریدہ دہن چھوکری کے
لیکن ضبط سے کام لیا، فرمایا:۔
"سنا ہے آج تم نے رخصت کی خوب کرکری کی ————
شاباش ہماری خطائیں ایسی ہی ہیں کہ ہمیں اس طرح سزا دی جائے ———
ماجدہ میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں، ماشاءاللہ لڑکی کو خوب اٹھایا ہے تم نے
جس گھر میں جائے گی ماں باپ کا نام روشن کرے گی!"
ماجدہ نے بے بسی کے ساتھ زرینہ کی طرف دیکھا، اور پوچھا،
"بیٹی تم نے کیا کیا تھا، جو یہ باتیں کہتیں اور مجھے سننا پڑ رہی
ہیں!"

فاخرہ کا سارا بدن تھر تھر کانپنے لگا،
"بتاؤں کون سا سرخاب کا پر لگا ہے رفعت میں ؟"
زرینہ نے پوچھا،
"بتایئے، ————"
فاخرہ نے کہا،
"اس میں سرخاب کا یہ پر لگا ہے کہ اس کی روٹیاں توڑتی ہو، اس کے باپ کے ٹکڑوں پر پڑی ہو، اس کے گھر میں رہتی ہو!" ———— اور بڑبڑ چھوڑ کہ "موئی پاؤں کی خاک، چلی ہے، ہماری برابری کرنے، بہت روٹیاں لگ گئی ہیں!!" ———— چل دُور ہو میری نظروں کے سامنے سے، ورنہ ابھی ولدار کو بلوا کر اتنی جوتیاں لگواؤں گی کہ چاند گنجی ہو جائے گی!!"
زرینہ اکڑ گئی،
"بلایئے ————"
فاخرہ نے حیرت سے اُسے دیکھا،
"کیا کہا؟"
وہ بولی،
"ولدار کو بلوایئے، اس کے جوتے کھا کر جاؤں گی! یہی ایک آخری تحفہ باقی رہ گیا تھا، یہ لے لوں پھر چلی جاؤں گی، آپ کے گھر سے آپ کے در سے!"

زرینہ نے جواب دیا،

"میں نے تو کچھ نہیں کیا!"

اب فاخرہ کو جلال آگیا،

"رفعت کو اگر اخبار اٹھا کر دے دیتیں تو ہاتھ ٹوٹ جاتے

توہین ہو جاتی تمہاری؟"

زرینہ نے بیباقی کے کہا،

"رفعت اگر خود اخبار اٹھا لیتیں تو مجھے یقین ہے ان کے

ہاتھ ٹوٹتے، نہ توہین ہوتی!!"

فاخرہ کی آنکھوں سے چنگاریاں برسنے لگیں،

"اخاہ ——— یہ دم خم؟"

زرینہ نے کہا،

"اس میں دم خم کا کیا سوال ہے، جو جیسا کرے گا ویسا پائے

انہوں نے میری توہین کی ہوتی، نہ میں ان کی توہین کرتی!"

فاخرہ نے مجسم طنز بن کر کہا،

"او ہو آج تو بڑے عجیب و غریب انکشافات ہو رہے ہیں —

تمہاری بھی توہین ہوتی ہے؟"

زرینہ نے جواب دیا۔

"اگر رفعت کی ہوتی ہے تو میری بھی ہوتی ہے، ان میں کون سے

کے پر لگے ہوئے ہیں!"

س سے کہا،
"میں سب کچھ سُن رہی تھی امّی —————— ایسی باتیں آپ کو
کرنا چاہیے نہ تھیں۔"
ناصرہ خود بھی یہی سوچ رہی تھی، اس نے کہا!
"مجھے غصّہ آگیا تھا!"

زرینہ کی مزاحمت اتنی شدید ہوگی، اس کا اندازہ کر
بھی نہ تھا! اب انہیں اپنے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی محسوس ہو
انہوں نے سوچا بات ضرورت سے زیادہ بڑھ گئی ہے، ضرور آغا
کان تک پہنچے گی، وہ نہ جانے کیا اودھم مچائے، حامد میاں لاکھ
شوہر سہی، لیکن اس حد تک تو شاید وہ بھی برداشت نہ کر سکیں، ا
نے یہ سوچ کر اپنی پالیسی میں خود تبدیلی کر لی، اور نرم لہجہ میں
ہوگئی۔

"کیوں ماجدہ، زرینہ تمہیں بھی اسی طرح جواب دیتی ہے، ا
دیتی ہے؟"

پھر بالکل بدلے ہوئے لہجہ میں زرینہ سے کہا،
تمہاری تمیز کے تو جھنڈے گڑے تھے، کیا بزرگوں اور
اسی طرح جواب دیا جاتا ہے؟"
زرینہ نے فاخرہ سے کچھ نہ کہا، ماجدہ سے کہا،
"اماں چلیئے، ————"
ماجدہ اٹھ کھڑی ہوئی،
"ہاں بیٹی چلو، !"
فاخرہ نے روکنا چاہا، لیکن ہمت نہ پڑی، ماجدہ اور زر
گئیں۔
ان کے جانے کے بعد رفعت آئی، وہ کافی پریشان نظر آ

"لیکن سوچے بغیر تو کام نہیں چلے گا!"

ماجدہ نے تیکھی نظروں سے بیٹی کو دیکھا،

"تو بیٹی میری طرف سے تمہیں سوچنے کی پوری آزادی ہے، دماغ پر زور دے کر تم بھی دیکھ لو، باقی جہاں تک میرا تعلق ہے، میں تو یہی کہہ سکتی ہوں کہ جس طرح یہاں تمہی ہیں، ممکن ہے کل جوتے بھی کھانا پڑیں، اور بیچ بیچ میں تو کسر رہ بھی کیا گئی، دلدار اگر آجاتا تو شاید لگوا ہی دیتیں دو چار ——— میں کہتی ہوں اگر تم ہی ذرا مونچھ نیچی کر لیتیں، تو کیا ہو جاتا؟ تمھاری تیں اخبار!"

زرینہ نے تیکھے پن سے کہا،

"کیوں اٹھا دیتی؟ ——— ذلیل ہوں کسی کی؟ بی رفعت کیوں اتنی طرم خان بنتی ہیں ——— اماں پہلے رفعت نے مجھے ذلیل کیا تھا، میرا مذاق اڑایا تھا، میرے انگریزی نہ جاننے پر طنز کیا تھا، ورنہ کیا مجھے کتے نے کاٹا تھا کہ خواہ مخواہ اُلجھ پڑتی؟"

یہ کہتے کہتے زرینہ کے ہونٹ گلاب کی پتیوں کی طرح لرزنے لگے، اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے، ماجدہ کا دل یہ منظر دیکھ کر تڑپ اُٹھا، وہ اٹھیں اور بیٹی کو کلیجے سے لگا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،

"روتے نہیں بیٹی!"

زرینہ کو معلوم تھا ماں کا دل دکھا ہوا ہے، وہ اسے اور زیادہ

(۱۱)

ماجدہ اور زرینہ ساتھ ساتھ واپس آئیں، دونوں چپ تھیں ا
خاموش گویا کسی کو بولنا آتا ہی نہیں،
کوارٹر میں پہنچ کر ماجدہ چارپائی پر بیٹھ گئی، اس نے اک
سرد کے ساتھ کہا،
"جو کچھ آج سن لیا، یہ بھی قسمت کا کھیل ہے!"
زرینہ پر اب تک غصہ اور غم کی کیفیت طاری تھی، اس نے
"پھر آپ نے سوچا کیا ہے؟"
ماجدہ نے جواب دیا۔
بیٹی ہم سوچ کیا سکتے ہیں؟ ——— کیا ہم کچھ
بھی سکتے ہیں ——— ؟
زرینہ نے اس مایوسی میں ماں کا ساتھ نہیں دیا،

اب ماجدہ کے لئے خاموش رہنا ناممکن ہو گیا، اس نے کہا،

"مان لیا، نہ وہ دس روپے لیں گے، نہ کوٹھی کا کھانا کھائیں گے، پھر کیا آسمان سے من وسلویٰ اترے گا ہمارے لئے؟"

زرینہ کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا، اس نے استقلال کے ساتھ کہا

"اگر ضرورت ہوئی تو ہم فاقہ کریں گے، ضرورت ہوئی تو فاقے کرتے کرتے مر جائیں گے، لیکن، یہ ناممکن ہے کہ کوٹھی سے آئے ہوئے کھانے کا ایک لقمہ بھی ہمارے حلق سے اتر سکے، اور اماں جی اگر آپ نے میرا کہنا نہ مانا تو خدا کی قسم میں زہر کھا لوں گی!"

زہر کا نام سنکر ماجدہ کے تن بدن میں تھرتھری پیدا ہو گئی، پھوٹی آنکھ کا یہی تو ایک دیدہ تھا، اسی کے سہارے تو وہ جی رہی تھیں، انہوں نے لرزتی ہوئی آواز سے کہا،

"بیٹی ایسی باتیں نہ کر ورنہ یہیں بیٹھے بیٹھے میرے دل کی حرکت بند ہو جائے، دیکھ لے تلوے ٹھنڈے پڑ گئے، ہاتھ پاؤں سنسنا رہے ہیں!"

——— تیری جو مرضی ہو گی میں وہی کروں گی!"

زرینہ خوش ہو گئی،

"میری اماں جی، کتنی اچھی ہیں آپ ———!"

ماجدہ کی جان میں جان آئی،

"لیکن اب ہو گا کیا؟ میرا مطلب یہ ہے کہ کام کس طرح چلے گا؟"

زرینہ نے بے پروائی کے ساتھ کہا،

صدمہ نہیں پہنچانا چاہتی تھی، اس نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ
پھر سوچتے ہوئے کہا،

"اماں میری ایک بات مان لوگی ؟"

اس التجا کے ساتھ زرینہ نے کبھی کوئی بات نہیں کی تھی، ماجدہ
جواب دیا،

"کیوں نہ مانوں گی ؟"

زرینہ نے خوش ہوتے کہا،

"تو وعدہ رہا ؟"

ماجدہ نے اقرار میں گردن ہلائی،

"ہاں ——— لیکن کچھ کہو بھی تو !"

زرینہ نے، ایک مدبر کی طرح ماں کو نشیب و فراز سمجھاتے ہوئے
"دیکھیے اماں جی، ایک بات تو طے شدہ ہے !"

ماجدہ نے سوالیہ نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھا، زرینہ نے سلسلہ
گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا،

"تایا جی (حامد میاں) آپ کو جو دس روپے مہینہ دیتے ہیں
اب آپ نہیں لیں گی !"

ماجدہ کی حیرت بڑھ گئی، لیکن بولی، "اب بھی کچھ نہیں،
ہمارا تایا جی کے ہاں سے کھانا آتا ہے، آج سے ہم وہ بھی
کھائیں گے !"

چھوٹے برتن جتنے ہیں، ان سے کام چل جائے گا۔"

بات ماجدہ کی سمجھ میں آگئی، زرینہ چندا کو بلالائی، یہ دلدار کی ماں تھی، صبح شام کوٹھی میں جاکر، میز کرسیاں صوفے.. جھاڑ آتی تھی، پندرہ روپے مہینہ اور کھانا پاتی تھی، پاس ہی کے کوارٹر میں رہتی تھی، نیک عورت تھی اور ماجدہ کے ساتھ شروع سے اس کا رویہ ہمدردانہ تھا، عورت دانشمند تھی سب کچھ خود ہی سمجھ گئی، چپ چاپ روپے لئے اور جنس لینے چلی گئی،

اس کے جانے کے ذرا دیر کے بعد دلدار حسبِ معمول سینی میں رکھ کر، دوپہر کا کھانا لایا ——— وہی لنگری کھانا جو ملازموں کے لئے الگ سے پکتا تھا ——— !"

زرینہ نے وقار کے ساتھ، جس میں تحکم کا لہجہ بھی شامل تھا اس سے کہا،

"واپس لے جاؤ" !"

دلدار حیرت سے زرینہ کا منہ تکنے لگا، زرینہ نے اس مرتبہ تیوری چڑھا کر کہا،

"کیا تم بہرے ہو؟ ——— میں کہہ رہی ہوں سینی اٹھاؤ واپس لے جاؤ!"

دلدار نے سینی اٹھالی،

"تو بیگم صاحب سے کیا کہوں جاکر؟"

زرینہ نے جواب دیا،

"یہ فکر مجھ پر چھوڑیئے !"

ماجدہ کو شوہر کے مرنے کے بعد، آج پہلی مرتبہ اس بات پر

اُس نے کہا،

"تجھ پر یہ فکر چھوڑ دوں ——— بڑی آئی مردوا بن کر !

زرینہ نے رازدارانہ انداز میں کہا،

"یہ ہمارے کوارٹر کے سامنے جو دارالنسواں ہے، یہاں کی ایک بڑ

ی جانے والی ہیں، میرا کام دیکھ کر بہت خوش ہوا کرتی تھیں، دفتر

ہاں کئی دفعہ ان سے ملاقات ہوئی تھی، وہ کئی دفعہ مجھ سے کہہ چکی ہیں اس

اور کشیدہ کاری کا کام اُجرت پر دیں گی، کچھ آپ کر لیا کیجئے گا، زیادہ

میں کروں گی، یوں ڈیڑھ دو روپے روز کا کام ہم آپ مل کر کر لیا کر

——— کافی ہے ہم دونوں کے لئے !"

پھر زرینہ اُٹھی، اور کمرہ سے جا کر ایک ایک روپے کے پانچ

نکال لائی، اس نے کہا،

"اماں جی، بہت دنوں میں اتنا جمع کر پائی ہوں، سوچا تھا کچھ

روپے ہو جائیں تو نائلون کا ایک دو پٹہ لوں گی، وہ پھر دیکھا جائے

فی الحال تو اس سے کام چلائیے، میں ابھی چندا کو بلائے لیتی ہوں

سے کوئلے، گھی اور جنس منگا لیجئے، چند دن تو خرچ کا کام چل جائے

پھر ہمیں روز کے روز دارالنسواں سے کام کی اُجرت مل جایا کرے گی۔

خدا نے چاہا تو فاقہ کی نوبت کبھی نہیں آنے گی، دو چار

—— "دیکھیں کیا گزری ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک"!

۔ کہہ دینا آپ کا شکریہ، ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے!"
ولدار نے سیٹی اُٹھائی، اور چلا گیا، !

(۱)

رفعت اور فاخرہ اب تک بیٹھی خاموشی کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کر رہی تھیں کہ بات ضرورت سے زیادہ بڑھ گئی، اس کا انجام کیا ہو گا؟

اتنے میں کیا دیکھتی ہیں کہ دلدار چلا آ رہا ہے، فاخرہ نے تیوری چڑھا کر اس کی طرف دیکھا، مطلب یہ کہ تو کیوں آیا ہے، وہ قدیم مزاج شناس تھا، سمجھ گیا اس نے کہا،

"انہوں نے کھانا واپس کر دیا"!

فاخرہ سمجھ تو گئی، لیکن دلِ مضطر کو فریب دینے کے لئے اس نے پوچھا۔

"کس نے واپس کر دیا؟"

دلدار نے جواب نہیں دیا تھا کہ رفعت نے سوال کیا،

"کیا ندیزہ نے؟"

دلدار نے کہا،

"جی ——— انہی نے!"

ناغرہ نے پوچھا،

"کیوں؟"

"کیا جانے؟"

"آخر کچھ کہا تو ہوگا؟"

"بس یہ کہا کہ کہہ دینا، آپ کا شکریہ، ہمیں اس کی ضرورت نہ

"کیا یہ بات زرینہ نے کہی تھی؟"

"جی انہی نے!"

"کم بخت تو نے اصرار تو کیا ہوتا؟"

"بھلا میری کون سنتا ہے ——— انہوں نے تو جنر

منگال، اماں (چندو) ہی تو لائی ہیں!"

"کیا کیا سامان منگایا ہے؟"

"ایک روپے کے کوئلے، ایک روپیہ کا گھی، دو روپے کا آ

آنے کی دال اچار آنے کا مسالہ!"

"چندا نے ہم سے بغیر پوچھے کیوں یہ سامان لاکر دیا؟"

"بی بی جی میں کیا جانوں؟ ——— اور بھلا

کیسے کر دیتیں؟"

"ہاں ٹھیک ہے انکار کر دیتیں تو قتل نہ کر دی جاتیں!"

"اماں تو ایک اور بات بھی بتا رہی تھیں!"

کوئی نئی خبر لے کر آیا ہے؟

"جی ——— اماں کہہ رہی تھیں، شاید کچھ دنوں بعد وہ یہاں رہنا بھی چھوڑ دیں ——— !"

"یہ کیسے معلوم ہوا چپندا کو؟"

"ان سے کوئی چار پانچ روپیہ ماہوار کی کوٹھڑی تلاش کرنے کو کہہ رہی تھیں!"

"مطلب یہ کہ اپنے ساتھ ہماری ناک بھی کٹائیں گی ———

دنیا کو یہ دکھانے کے لئے کہ جیٹھانی نے بیوہ دیورانی کو گھر سے نکال دیا، سانپ پالنے کا انجام اس کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے؟ وہی مثل ہے اصل سے خطا نہیں کم اصل سے وفا نہیں، کتے کی دم بارہ برس زمین میں گڑی رہے، پھر بھی ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہے گی!

---

(۲)

فاخرہ نے بات کچھ اس ڈھب سے حامد میاں کے سامنے پیش کی
نے پھر اس علیحدگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا، سب کچھ سُن کر کہنے لگے،
"اس میں تمہاری یا میری کیا خطا ہے ؟ نہ تم نے کہا نا بند کیا
نے وہ خود اگر عیزت محسوس کر کے الگ ہو رہی ہیں، تو ہم کیوں خوش

فاخرہ نے اطمینان کا سانس لیا،

"اور کیا ——— یہی تو میں بھی کہتی ہوں ———
دُنیا چاہے جو کچھ کہے، ہمارا ضمیر مطمئن ہے !"

حامد میاں نے تائید کی،

"بے شک ——— محمود شبنا سعادت مند تھا، ا
اتنی ہی خود سر ہے !"

فاخرہ نے مصرعہ پر گرہ لگائی،

ہمیشہ سے، کچھ آج سے تھوڑی، اور پھر لڑکی کو اس طرح اٹھایا ہے
کہ جس گھر میں جائے گی سمجھ لو اس کی قسمت پھوٹے گی،!؟

حامد میاں نے بے پروائی اور رکھائی سے کہا،

"ہو گا ——— ہمیں کیا!"

پھر وہ اپنے سٹڈی روم میں کل کے مقدمات کی تیاری کرنے چلے
گئے، ناظرہ کے دل کا بوجھ اتر گیا، شوہر سے کسی طرح کا اختلاف نہیں پیدا
ہوا، جو اندیشہ تھا، الحمدللہ وہ بے بنیاد ثابت ہوا تھا،

اب سوال تھا آفاق کا، اس کے کانوں تک جب یہ خبر پہنچے گی، تو اس
کا ردعمل کیا ہوگا؟ وہ ضرور کوئی نہ کوئی طوفان کھڑا کرے گا،

لیکن یہ اندیشہ بھی بے بنیاد ثابت ہوا،

آفاق کو آتے ہی نہ جانے کس طرح، یا شاید دلدار کی زبانی، سارے
واقعہ کی اطلاع ہو گئی، لیکن اس بارے میں اس نے شکایت کا ایک لفظ
بھی ماں سے نہیں کہا، ماتھے پر شکن تک نہ آئی، حسب معمول کھانا کھایا،
اور اپنے کمرہ میں پڑھنے لکھنے چلا گیا،

جب سے وہ آیا تھا، ناظرہ نے الگ الگ رہ کر اس کی نگرانی
شروع کر دی تھی، اور رفعت کو اس کے پیچھے لگا دیا تھا کہ یہ خبر سنکر
وہ کیا کہتا اور کیا کرتا ہے؛ لیکن اس نے نہ کچھ پوچھا نہ خفگی اور برہمی
کا اظہار کیا،

رفعت نے آکر جب ماں کو رپورٹ دی تو خوشی سے ان کی باچھیں

کھل گئیں، مسکراتے ہوئے کہنے لگیں۔

"یقین نہیں آتا کہ آفاق ایسی خبر سُنکر اودھم نہ مچائے

رفعت نے کہا،

"اماں جی، بڑے بھیا، موڈی آدمی ہیں، بگڑیں گے

سی بات پر زمین آسمان ایک کر دیں گے، یا پھر بڑی سے بڑی بات

پروا بھی نہیں کریں گے!"

فاخرہ نے کہا،

"لیکن بیٹی جانے کیوں میرا دل دھڑک رہا ہے، جیسے کوئی اندر

رہا ہے کچھ ہونے والا ہے، آفاق کی یہ خاموشی کہیں طوفان سے پہلے کی

خاموشی تو نہیں ہے،؟"

رفعت بھی سوچ میں پڑ گئی، پھر اس نے کہا،

"اماں جی میں یقین دلاتی ہوں، اب کچھ نہیں ہوگا، بڑے

مزاج اور طبیعت سے میں اچھی طرح واقف ہوں، وہ پلان بنا کر الگ

کرکے کوئی کام نہیں کرتے، ان کا فیصلہ فوری ہوتا ہے، اور پھر وہ

جاتا ہے، اگر ان کے دل میں کوئی بات ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ وہ

خاموش رہتے، سب سے پہلے تو مجھے آڑے ہاتھوں لیتے، پھر آپ

بھی ضرور سخت کلامی کرتے!"

فاخرہ کی سمجھ میں یہ دلائل آگئے، لیکن ابھی ایک کھٹک دل

باقی تھی

"پتہ چلانا چاہیئے، یہ وہاں ماجدہ کے ہاں گیا یا نہیں؟ اگر وہاں سے ہو کر آیا ہے اور خاموش ہے، تو بے شک اب کوئی نئی بات نہیں ہوگی، لیکن اگر وہاں نہیں گیا ہے، تو جب بھی جائے گا، ماجدہ اور زرینہ کی باتوں میں آکر نہ جانے کیا کچھ نہ کر ڈالے!"

رفعت نے مطمئن لہجہ میں کہا،

"میں نے معلوم کیا تھا دلدار سے، میں نے پوچھا بڑے بھیا زرینہ کے ہاں گئے تھے یا نہیں ——— ؟"

فاخرہ نے اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا،

"پھر؟ ——— کیا بتایا اس نے؟"

رفعت نے کہا،

"اس سے معلوم ہوا کہ بھیا شام کو ذرا دیر کے لئے گئے تھے!"

فاخرہ خوش ہو گئی!

"بس تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان دونوں کا جادو نہیں چلا!"

پھر انہوں نے پاندان آگے کھسکایا اور پان بنانے لگیں،

دلدار سارے گھر میں اگر واقعی کسی سے ڈرتا تھا تو وہ آفاق کی
تھی، وہ جانتا تھا، آفاق ماجدہ کی کتنی عزت، اور زرینہ کا کتنا خیال
ہے، وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ اگر آفاق کو یہ بات کسی اور ذریعے
معلوم ہوئی تو اس کے غصہ کی حد نہ رہے گی، اتنا بڑا جرم، ایک
خبر اس سے چھپائی جائے، کسی طرح درگذر کے قابل ہی نہیں تھا، یہ
وہ باہر دروازہ پر جاکر بیٹھ گیا کہ جیسے ہی آفاق آئے اسے یہ خبر
کر اپنے فرض سے بری ہو جائے، چنانچہ مغرب کے قریب جب وہ داخل
تو دلدار اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، آفاق نے اسے اپنے پیچھے آتے
تو ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا،

"کیا بات ہے دلدار؟"

اور پھر دلدار نے ساری داستان سنا دی! ——

کی نا واپس کرنے کی نہیں، بلکہ اس سے پہلے جو کچھ ہوا تھا، وہ بھی، یعنی زرینہ اور فاخرہ کی مسلسل روداد بھی،

دلدار سے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد، آفاق کوٹھی نہیں گیا، سیدھا ماجدہ کے کوارٹر پہنچا، ماجدہ نماز مغرب کی تیاری کر رہی تھی، اور زرینہ باورچی خانہ میں چولہے کے سامنے بیٹھی روٹی پکا رہی تھی، آفاق نے کرسی کھینچی، اور بالکل باورچی خانہ کے دروازہ پر زرینہ کے عین مقابل بیٹھ گیا،

"زرینہ ادھر آؤ!"

زرینہ نے توے کی روٹی اتاری اور آفاق کے پاس چلی آئی،

آفاق نے کہا،

"اور قریب آؤ، بالکل میرے پاس آکر کھڑی ہو جاؤ"

زرینہ دو قدم اور آگے بڑھی، پھر اس نے کہا،

"لیجئے، آگئی،!"

آفاق اٹھ کھڑا ہوا، اس نے زرینہ کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا،

"واہ واہ شاباش لڑکے واہ وا تو نوجوان مردوں سے بازی لے گیا

———!"

زرینہ حیرت سے آفاق کی طرف دیکھنے لگی، آفاق نے کہا،

"آج کی مہا بھارت کا سارا حال مجھے دلدار سے معلوم ہو چکا ہے میں تمہاری ہمت اور دلیری کو آفرین کہتا ہوں، تمہیں وہی کرنا چاہیے تھا، جو تم نے کیا، تمہیں وہی کہنا چاہیے تھا، جو تم نے کہا، تم نے بتا دیا

کہ خودداری اور آن کیا چیز ہے، تم نے ثابت کر دیا کہ امارت
کی نخوت اور رعونت کے منہ پر کس طرح طمانچہ لگایا جا سکتا ہے، تم
کمینہ پن ذوالت اور بدنفسی کے خلاف جہاد کیا، میرے دل میں تمہاری
پیدا ہو گئی ہے، مجھے تم پر فخر ہے، مجھے اس پر فخر ہے کہ تم میری بہن ہو

زرینہ چپ چاپ کھڑی حیرت سے آفاق کو تک رہی تھی
اس کی عقل حیران تھی کہ ان باتوں کا وہ کیا مفہوم لے؟ یہ مذاق ہے
یا حقیقت لیکن آفاق کی گرم جوشی بتا رہی تھی، نہ یہ مذاق ہے، نہ
صرف حقیقت ہے،

یکایک آفاق نے پوچھا،

"لیکن سوال یہ ہے کہ فوری طور پر تم نے دال روٹی سہی، لیکن
کیسے کر لیا؟"

وہ بولی،

"بہت دنوں سے ایک چھوٹے سے ڈبہ میں جب کبھی موقع ملتا
تھوڑے بہت پیسے ڈالتی رہتی تھی، سوچا تھا کہ جب بیس پچیس روپے
جائیں گے تو کوئی چیز اپنی پسند کی خرید لوں گی، آج میں نے ڈبہ کھولا
پیسے گنے۔ تو پانچ روپے تین آنے نکلے —— پانچ روپے
ضروری سامان منگا لیا،؟"

آفاق نے عارفانہ انداز میں گردن ہلائی، پھر پوچھا،

"لیکن جب یہ سامان ختم ہو جائے گا، تب کیا کرو گی؟ خالی

میں پیسے تو آم گنے سے رہے ۔!"

زرینہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا،

"اس کا بھی میں نے بندوبست کر لیا ہے،!"

آفاق نے اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا،

"ہمیں بھی بتاؤ!"

وہ بولی،

"پڑوس میں جو دارالنسواں ہے، وہاں سے کڑھائی اور سلائی کا کام مل جایا کرے گا، میں، اور اماں جی مل کر، ڈیڑھ دو روپے روز کا کام کر لیا کریں گے ——— بہت ہے، اور کیا چاہیئے؟"

پھر وہ بولی،

"بھیا اب میں یہاں رہنا بھی نہیں چاہتی، میں نے چندا سے کہا ہے کوئی معمولی سی کوٹھری، دو چار روپے ماہوار کی دلا دے، ہم وہیں اُٹھ جائیں گے۔"

آفاق نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"نہیں بھئی اس رائے سے ہمیں اتفاق نہیں، اوّل تو اس زمانہ میں مکان یا کوٹھری کا ملنا ممکن نہیں، اور مل بھی جائے تو کئی مہینہ کا پیشگی کرایہ الگ دینا پڑے گا، اور پگڑی الگ، مکان بدلنے کی ضرورت نہیں یہاں رہو اور کسی سے کوئی تعلق نہ رکھو ——— کم از کم فی الحال پھر بعد میں دیکھا جائے گا!

آفاق کی بات کا رد کرنا زرینہ کے لئے آسان نہ تھا، اس نے کہا،

"بہتر ہے، جیسے آپ کہتے ہیں ویسے ہی سہی!"

آفاق نے جیب سے سو روپیہ کا ایک نوٹ نکالا، اور زرینہ کی طرف بڑھا دیا، وہ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی،

"بڑے بھیا یہ کیا؟"

آفاق نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا،

"کیا تم اسے سانپ سمجھی تھیں،"

زرینہ ہنسنے لگی،

"نہیں تو،!"

آفاق نے پوچھا،

"پھر اس طرح گھبرا کر پیچھے کیوں ہٹ گئیں؟"

زرینہ نے جواب دیا،

"گھبرا کر تو نہیں، یونہی ہٹ گئی تھی،!"

آفاق ہنسنے لگا،

"اچھا تو اب آگے بڑھو، اور یہ لے لو!"

زرینہ نے انکار کیا،

"نہیں بڑے بھیا اس کی کیا ضرورت ہے؟"

آفاق نے کہا،

"تم نے جو فیصلہ کیا ہے اس سے مجھے اتفاق ہے، تم جس روش

پر چل رہی ہو وہ مجھے پسند ہے، تم نے خودداری اور آن کا مظاہرہ کیا، اُس نے میرے دل میں تمہاری عزت پیدا کر دی ——— تو کیا میں تمہیں انعام بھی نہ دوں ؟ کیا میرا فخر مجھ سے چھین لینا چاہتی ہو ؟ کیا تم میری بہن نہیں ہو ؟"

زرینہ نے کہا ،

"کیوں نہیں ہوں ؟ ——— فخر تو مجھے ہے کہ آپ جیسا بھائی مجھے قسمت نے دے دیا ، جو مایوسی کے اندھیرے میں امید کا نور بن کر چمکتا ہے !"

یہ کہتے کہتے ، زرینہ کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں ، اس کی آواز بھرا گئی ،

آفاق نے ایک تاثر کے عالم میں کہا

"زرینہ اگر بات وہی ہے جو تم نے کہی ہے ، تو پھر انکار نہ کرو ، یہ نوٹ لے لو ، میرا دل نہ توڑو !"

زرینہ نے بے لبسی کے ساتھ نوٹ لے لیا ، خوشی سے آفاق کی آنکھیں چمکنے لگیں !

کی جاسکتی تھی، نہ اس کے کسی مخالف کی حمایت کی جاسکتی تھی،

ایک روز کالج میں چھٹی تھی، نشاط کا جی گھبرایا، سوچا، چلیں ذرا رفعت کے ہاں فرمائشی پروگرام بھی ریڈیو کا سن لیں گے، اور ذرا گپ شپ بھی رہے گی، کالج میں ایک نئی پروفیسر آئی تھیں، مس سلیڈ موٹی تازی، بے ہنگم، انہیں دیکھ کر خواہ مخواہ نشاط اور رفعت پر ہنسی کا دورہ پڑ جاتا، کچھ ان کی صورت مضحکہ خیز تھی، کچھ ان کی ادائیں، ذرا اُن کے بارے میں تبادلۂ خیال رہے گا،

رفعت کا گھر کچھ ایسا فاصلہ پر نہیں تھا کہ وہاں تک جانے کے لئے کسی سواری کی ضرورت ہوتی، وہ جا رہی تھی کہ یکایک اس کی مڈبھیڑ زرینہ سے ہو گئی، زرینہ دارالنسواں سے اُجرت، اور نیا کام لے کر واپس آ رہی تھی، دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں، لیکن اجنبیت کی دیوار حائل تھی، زرینہ نے چاہا کہ سر جھکائے، اپنے رستے چلی جائے، لیکن نشاط ایسا نادر موقع کیوں ہاتھ سے جانے دیتی، وہ آگے بڑھی، اور زرینہ کے بالکل پاس پہنچکر کہا،

"کیا آپ مجھے پہچانتی ہیں؟"

زرینہ نے جواب دیا -

"پہچانتی تو نہیں ہیں، ہاں یاد پڑتا ہے ایک دفعہ میں نے رفعت کے پاس بیٹھا دیکھا تھا!"

نشاط مسکرانے لگی؛

(۴)

اس روز نشاط جب رفعت کے پاس سے اٹھی تھی، تو بہت دل گرفتہ اور ملول تھی، رفعت کا طرزِ عمل سراسر نخوت و تکبر پر مبنی تھا، اور اسے وہ ناپسند کرتی تھی، آفاق نے جس طرح پھٹکارا تھا، اس سے دل ہی دل میں اس نے ایک طرح کی آسودگی محسوس کی تھی اور زرینہ کی طرف تو خود بخود اس کا دل کھنچنے لگا تھا، غربت اور فلاکت محتاجی اور بے نوائی، پریشانی اور عسرت کے عالم میں بھی خود داری قائم رکھی جا سکتی ہے، اس کا بڑا اچھا اور دل کش سبق آج زرینہ نے دیا تھا، وہ زرینہ کی قدر کرنے لگی تھی، اگر یہ بات شائستگی سے بعید نہ ہوتی تو وہ رفعت سے لڑ پڑتی، زرینہ کے لئے اگر مصلحت کے خلاف نہ ہوتا تو وہ اسی وقت زرینہ کو گلے سے لگا لیتی، اور اس سے بہناپا قائم کر لیتی، ایک ایسا رشتہ جو زندگی بھر نہ ٹوٹتا لیکن وہ رفعت کے ہاں آئی تو اس کے گھر میں بیٹھ کر نہ اس کی مخالفت

"بڑی ذہین معلوم ہوتی ہیں آپ، ایک دفعہ دیکھنے کے ب
بھی یاد رکھا، ——— !"

زرینہ نے دلربا انداز میں مسکراتے ہوئے کہا،

"اور آپ؟ ——— آپ نے بھی تو ایک ہی دفعہ
دیکھا تھا!"

نشاط ہنسنے لگی،

"میرے الفاظ نہ پکڑیئے، پھر یہ بھی تو غور کیجئے، میرے اور آپ
دیکھنے میں کتنا فرق تھا ——— ؟"

زرینہ نے تعجب کی نظروں سے اُسے دیکھا،

"میں سمجھتی نہیں کیسا فرق؟"

نشاط نے بتایا،

"آپ نے رفعت کے پاس اس کی ایک سہیلی بیٹھی دیکھی، اور چلی گئیں
بھلا اس کی ذات سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی آپ کو؟ ———
میں نے پہلے ایک خوبصورت سی لڑکی کو آفاق کے کمرے میں جاتے
اپنی پسندیدگی میں چھپا نہ سکی، بے اختیار رفعت سے پوچھ بیٹھی، کتنی
خوبصورت ہے یہ کون ہے؟ اس نے بتایا، ہمارے ایک دور کے رشتہ
کی یتیم لڑکی ہے، ہم ہی اس کے کفیل ہیں، پھر آپ آفاق بھیا
کمرہ سے واپس آ گئیں، اور آپ نے رفعت کے آبگینہ پندار کو ریزہ ریزہ
کر کے رکھ دیا، سچ کہتی ہوں مجھے آپ کے جواب سے بڑی خوشی ہوئی

زرینہ نے پوچھا،

"اس میں خوشی کی کیا بات تھی ؟"

نشاط نے بتایا،

"میرا خیال تھا جس ماحول میں آپ رہ رہی ہیں اس نے آپ کو دبا دیا ہو گا لیکن میں نے دیکھا، ماحول کی ناسازگاری کے باوجود، آپ کا دم خم قائم ہے — یہی تو انسانیت کا جوہر ہے میرے نزدیک، !"

زرینہ ہنسنے لگی،

"اچھا اب زیادہ نہ بنایئے، بہت ہو لیا !"

نشاط نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،

"خدا جانتا ہے میں بناتی نہیں — ہاں آپ کے چلے جانے کے بعد آفاق بھیا آپ کو پوچھتے ہوئے آئے، —"

زرینہ بیچ میں بول پڑی

"کوئی کام ہو گا، !"

نشاط نے سانس لی، پھر کہا،

"ہاں کام ہی ہو گا — رفعت نے شکایت کا دفتر کھول دیا ان کے سامنے آپ کے خلاف، وہ سنتے رہے، سنتے رہے، پھر قہقہہ مار کر ہنسے —

زرینہ نے پوچھا،

بے رفعت کو کہ کیا کہوں، کہنے لگے، تمہیں شرم نہیں آتی، اپنی بہن کے متعلق ایسے ذلیل اور ناپاک خیالات رکھتے ہو؟"

زرینہ کی حیرت اور بڑھ گئی، اس نے کہا۔

"ارے ——— مجھے تو کچھ پتہ نہیں!"

نشاط نے کہا،

"مجھے تو سب پتہ ہے!"

زرینہ کہنے لگی،

"بڑے بھیا بڑے اچھے آدمی ہیں!"

نشاط نے کہا،

"ہاں یہ تو میں بھی جانتی ہوں ——— لیکن تم بھی تو بڑی اچھی ہو!"

یہ سنکر زرینہ شرما سی گئی، نشاط نے کہا،

"پھر اس دن کے بعد میں نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا!"

زرینہ نے سنجیدہ لہجہ میں کہا،

"ہاں، میں اب وہاں نہیں جاتی!"

نشاط اپنی حیرت نہ ضبط کر سکی، اس نے پوچھا،

"تم نے وہاں جانا چھوڑ دیا؟"

زرینہ نے جواب دیا،

"ہاں"

"ہنسی کی کیا بات تھی ؟"

نشاط نے جواب دیا،

"یہ تو میں نہیں جانتی، وہ ہنسے اور کہنے لگے، بڑا اچھا کیا

نے ——— "

زرینہ کی آنکھیں پھیل گئیں، اس کے چہرہ پر حیرت اور استعجاب

کیفیت طاری ہوگئی، اس نے پوچھا،

"سچ ؟"

نشاط نے کہا،

"ہاں بھئی بالکل سچ !!"

اب زرینہ میں تجسس کی کیفیت پیدا ہوئی، اس نے پوچھا،

"پھر کیا ہوا ؟"

نشاط کہنے لگی،

"پھر یہ ہوا کہ بی رفعت نے جھنجلا کر کہیں یہ کہہ دیا کہ ہمارے

کا یہی جواب ہونا چاہیئے ——— "

زرینہ نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،

"ہاں ضرور کہا ہوگا !"

نشاط اس کی یہ کیفیت نہ محسوس نہ کر سکی، وہ اپنی باتیں کے

تھی اس نے کہا،

"یہ سنتے ہی آفاق بھیا غصہ سے کانپنے لگے، انہوں نے ایک

نشاط نے سوال کیا،

"کیوں ؟"

زرینہ بولی،

"آپ کو کیا معلوم ، اس واقعہ کے بعد کیا قیامت گزر گئی ہم

نشاط نے بے صبری کے عالم میں دریافت کیا،

"کیا کہا قیامت گذر گئی ؟"

وہ بولی،

"ہاں —— قیامت ، بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر !"

اور پھر اس نے وہ ساری روداد سنا دی ، جو نشاط کو نہیں معلوم تھی

نشاط میں اب کرید کا جذبہ تیز سے تیز تر ہو رہا تھا ،

"آفاق بھیا نے رفعت کو ڈانٹتے ہوتے اس روز کہا تھا کہ آپ

کی بہن ہیں —— کس رشتہ سے بھلا ؟"

زرینہ نے ایک ٹھنڈی سانس لی ،

"ان تفصیلات سے کیا فائدہ ؟ —— یہ رشتہ نہ رفعت کے

لئے باعثِ مسرت ہے ، نہ میرے لئے باعثِ فخر !"

لیکن نشاط آسانی سے ہار ماننے والی نہ تھی ،

"آپ کو بتانا پڑے گا !"

نشاط کے اس اصرار میں کچھ ایسی اپنائیت تھی ، کچھ ایسا خلوص تھا

کہ زرینہ اپنے انکار پر قائم نہ رہ سکی ، اس نے رشتہ کی ساری تفصیل بتا دی

نشاط غور سے یہ داستان درد سنتی رہی، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، پھر بولی،

"کاش میں آپ کے کام آسکتی، کاش میں آپ کی کچھ خدمت کر سکتی ———!"

زرینہ کے ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا،

"آپ کا یہ کہنا ہی کافی ہے، میں نے سب کچھ پا لیا آپ سے، میری نگاہ میں مال وزر کی کوئی حیثیت نہیں، وہ ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے، ابھی ہے ابھی نہیں، قدر و قیمت جو کچھ ہے وہ انسانیت کی ہے، اور سچ کہتی ہوں، آپ کی انسانیت سے میرا مغموم اور مجروح دل بہت متاثر ہوا ہے،"

نشاط نے پوچھا،

"لیکن اب کام کس طرح چلتا ہے آپ کا؟"

زرینہ نے مسکرا کر مٹھی کھولی دو روپے چمک رہے تھے، پھر ایک پوٹلی کی طرف اشارہ کیا، نشاط کی سمجھ میں یہ ماجرا نہ آیا، اس نے کہا،

"میں نہیں سمجھی!"

زرینہ مسکراتی ہوئی بولی،

"دارالنسواں سے سلائی اور کڑھائی کا کام اُجرت پر لے آئی ہوں، یہ روپے کل کی مزدوری کے ہیں، اور یہ پوٹلی جو آپ دیکھ رہی ہیں، اس میں وہ کام ہے جو اب گھر پر جا کر کروں گی!"

نشاط نے جذباتی انداز میں کہا،

"جس میں یہ حوصلہ ہو، اُسے کوئی نہیں ہرا سکتا، نہ زمانہ
کے تھپیڑے، آپ کے حوصلہ اور ہمت کی میں داد دیتی ہوں ——
ذرا اپنا کام مجھے دکھایئے تو سہی —————— "

زرینہ نے ہنستے ہوئے کہا،

"یہیں سڑک پر؟"

نشاط جھینپ سی گئی، خود بھی ہنسنے لگی،

"اگر میں آپ کے گھر چلوں تو یہ بات قابلِ اعتراض تو نہ ہوگی
کی نظر میں؟"

زرینہ بولی،

"جب ایک قابلِ اعتراض بات آپ خود کرنے پر تیار ہیں تو
برا ماننے لگی، آپ کو میرے غریب خانہ پر آتے ہوئے جھجک ہو سکتی
آپ کا طبقہ اسے قابلِ اعتراض سمجھ سکتا ہے، میرے لئے تو آپ کی تشریف
موجبِ فخر و مباہات ہوگی، —————— آیئے!"

(۵)

نشاط، زرینہ کے ساتھ اس کے کوارٹر میں پہنچی، اور وہاں پہنچ کر دنگ رہ گئی، اس مختصر سے کمرہ کو اس خوبی سے زرینہ نے سجایا تھا کہ حیرت ہوتی تھی، اس نے کہا،

"ڈیکوریشن کے فن میں تو آپ کو بڑی مہارت ہے !"

زرینہ ہنسنے لگی

"خوب جی بھر کے بنا لیجئے، اس گھروندے کا ڈیکوریشن سے کیا تعلق ________ !"

نشاط نے سنجیدگی سے کہا،

"نہیں زرینہ میں تمہارا مذاق نہیں اڑاتی، میرے دل میں تو تمہاری عزت ہے، اور آج سے محبت بھی، شاید تم سمجھو، یونہی دکھاوے کی باتیں کر رہی ہوں، لیکن اگر اپنا دل چیر کر دکھا سکتی تو تم دیکھ لیتیں، تمہارے

لئے اس میں عزت اور محبت کے سوا کچھ نہیں ہے!

نشاط کی ان باتوں سے زرینہ بہت متاثر ہوئی، اس نے کہا،

"میں نے یونہی مستی میں کہہ دیا تھا، کہ آپ بُرا مان گئیں" —

نشاط نے اسے گلے لگا لیا،

"توبہ کرو، بُرا ماننے کی کیا بات ہے؛"

پھر کچھ سوچتی ہوئی بولی،

"زرینہ ایک بات میرے دل میں آ رہی ہے کہوں؟"

زرینہ نے اشتیاق کے ساتھ کہا،

"ضرور کہیئے"

نشاط نے پوچھا،

"کیا واقعی تم انگریزی بالکل نہیں جانتیں؟"

افسردہ لہجہ میں زرینہ نے کہا،

"نہیں بالکل نہیں!"

"یہ تو بڑی کمزوری ہے اس زمانہ میں!"

"ہاں مجھے احساس ہے، لیکن بتایئے تو سہی میرے بس میں کیا تھا! باپ میں پڑھانے کی سکت نہ تھی، چچا نے پروا نہ کی، ماں کے پاس پھوٹی کو[ڑی] نہ تھی، بہت سی حسرتوں اور آرزوؤں کی طرح، اس تمنا کو بھی دفن [کر] دینا پڑا، ——— ہزاروں حسرتیں ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نکلے!"

پھر ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،

"میں رفعت سے زیادہ ذہین تھی، لیکن وہ اب ایف اے میں پڑھ رہی ہے، اور میں ایف بی سی ڈی بھی نہ پڑھ سکی، اپنی اپنی قسمت ہے، اور قسمت کے بارے میں کچھ سوچنا بھی بیکار ہے،

"یہ کیوں بھئی"؟

اب پڑھ کر کیا کرو گی؟ اب اگر پڑھنا شروع کروں تو شاید بوڑھی ہو کر انٹرنس پاس کر سکوں!"

نشاط ہنسنے لگی،

پڑھنے کیلئے ڈگری کی کیا ضرورت ہے؟ مان لیا، تم انٹرنس نہیں کر سکتیں، ایف اے نہیں کر سکتیں، بی اے، ایم اے نہیں کر سکتیں لیکن کیا اتنی انگریزی بھی نہیں پڑھ سکتیں کہ گھر بیٹھے مطالعہ کر سکو، کتابیں پڑھو، اخبارات اور رسالے پڑھو، اس طرح اپنے معلومات بڑھاؤ، علم مطالعہ سے آتا ہے، ڈگری سے نہیں آتا،

زرینہ قائل ہو گئی،

"بات تو ٹھیک ہے لیکن ——————

نشاط نے پوچھا،

"لیکن کیا؟ —————— کہو جو کچھ کہنا چاہتی ہو، میں جواب دوں گی —————— شاید تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ پڑھوں کہاں؟ اسکول میں داخل ہونا ممکن نہیں، گھر پر کوئی استانی رکھ نہیں سکتی —————— یہی بات ہے نا؟"

(۶)

نشاط نے جو کچھ کہا تھا وہ کر دکھایا، وہ پابندی سے زرینہ کے پاس آنے لگی، کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی پھر سبق شروع ہو جاتا، اور زرینہ بڑی محنت سے اسے یاد بھی کرتی، ماجدہ کو زرینہ کی یہ نئی مشغولیت ذرا بھی پسند نہ تھی، ایک دفعہ نشاط سے کہنے لگیں۔

"بیٹی تم بھی بڑی سادہ لوح ہو!"

نشاط نے پوچھا،

"کیوں خالہ جان؟"

اس نے ماجدہ سے خالہ اور بھانجی کا رشتہ قائم کر لیا تھا، ماجدہ نے جواب دیا،

"کہیں بڑھے طوطے بھی پڑھے ہیں؟"

نشاط ہنسنے لگی، اس نے زرینہ کو چھیڑتے ہوئے کہا، ———

زرینہ نے اقرار میں گردن ہلائی ،

"جی ہاں ——— یہی کہنا چاہتی تھی !

نشاط نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ کہا۔

"میں نے ابھی دیر پہلے کہا تھا ، کاش میں تمہاری خدمت کر سک
خود بخود ایک موقعہ خدمت کا آگیا ہے ، ——— اگر اج
دو تو میں روز آجایا کروں ؟"

زرینہ کو اس پیش کش پر یقین نہ آیا ،

"واقعی آپ یہ زحمت گوارا کریں گی ؟"

"ہاں کیوں نہیں !"

"لیکن کنواں پیاسے کے پاس کیوں آئے ؟ پیاسا خود کنو
پاس چلا آیا کرے گا ، میرا مطلب یہ ہے کہ میں خود آپ کے گھر
جایا کروں گی !"

"اچھا یوں کرو ، کبھی میں آجاؤں گی ، کبھی تم آجایا کرنا ———
حساب کتاب برابر !"

دونوں ہنسنے لگیں !

اور مضبوط ہو گئے کہ دونوں میں سے کسی کو بھی شروع میں یہ نہ معلوم تھا کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی، لیکن تعلقات کی وسعت اور استحکام پر دونوں اپنی اپنی جگہ مسرور تھیں، جیسے نہ جانے کب سے دونوں ایک طرح کی کمی سی محسوس کر رہی تھیں، اور اب اس دوستی نے وہ خلا پورا کر دیا تھا،

ایک روز باتوں باتوں میں نشاط نے پوچھا،

"کیوں زرینہ ایک بات بتاؤ گی —————— ؟"

اور قبل اس کے کہ زرینہ جواب دے نشاط نے پوچھا،

"تم محبت بھی کرتی ہو کسی سے ؟"

اس بے ساختہ سوال پر وہ چونک پڑی، پھر اس نے بھی ایک سوال کر ڈالا،

"یک بیک یہ کیا سوجھی حضور کو ؟"

نشاط نے اٹھلاتے ہوئے کہا،

"بتاؤ تو ؟"

زرینہ نے وہی بات اُلٹ دی،

"بتا دوں گی —————— پہلے تم اپنی کہو، !"

نشاط کے چہرے پر سُرخی دوڑ گئی، وہ بولی،

"ہاں —————— صفدر سے محبت ہے مجھے، ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں !"

زرینہ کہنے لگی،

یسنتی ہو۔ بڑی بی، خالہ جان کیا کہہ رہی ہیں؟"

زرینہ مسکرانے لگی،

"ہاں سن لیا!"

نشاط نے تالی بجاتے ہوئے کہا۔

"بس تو آج سے تمہارا نام بڑی بی پڑ گیا!!"

دونوں ہنسنے لگیں،

دن اسی طرح گذرتے رہے، یہاں تک کہ تقریباً ایک سال ہو گیا، اس مختصر سی مدت میں زرینہ نے کافی ترقی کر لی، اب وہ انگریزی اخبار بڑی آسانی سے پڑھ لیتی تھی، معلوماتی کتابوں کا بھی اس نے ڈکشنری کی مدد سے خاص مطالعہ کر ڈالا تھا، نشاط نے اُسے اپنی طرف سے ڈکشنری تحفہ کے طور پر دی تھی، اُسے انگریزی رسالوں اور ناولوں کا بڑا شوق تھا، ہر مہینے کچھ نہ کچھ خریدتی رہتی، جب پڑھ چکتی تو زرینہ کے حوالہ کر دیتی، زرینہ نے پڑھنے کے بعد کئی مرتبہ کتابیں واپس کرنا چاہیں، لیکن نشاط نے انکار کر دیا، اس نے کہا،

"میں ٹھہری ایک بے پروا اور لاابالی، نہ جانے کتنی اچھی اچھی کتابیں کھو چکی ہوں، تم سنبھال کے رکھتی ہو، اچھا ہے تمہارے پاس پڑی رہیں، ممکن ہے کبھی میرے بھی کام آجائیں ——— !"

اس ایک سال کی مدت میں جہاں انگریزی میں شدبد لیاقت زرینہ نے پیدا کر لی، وہاں اس میں اور نشاط میں تعلقات اتنے گہرے

"بہت اچھا کرتے ہو تم دونوں، —— لیکن صفدر...
کون بزرگ ہیں؟"
نشاط کھلکھلا کر ہنس پڑی،
"بزرگ؛ ——"
زرینہ نے ہنستے ہوئے پوچھا
"تو کیا ذاتِ شریف کہوں، ؟"
نشاط نے بتایا،
"وہ میرے چچا کے لڑکے ہیں، ہم دونوں بچپن ہی سے ایک دوسرے
سے محبت کرتے ہیں، ہماری نسبت بھی بہت دن ہوئے ہو چکی ہے!"
زرینہ نے پوچھا،
"اور شادی کب ہوگی —— ؟"
نشاط نے ذرا شرماتے ہوئے کہا،
ابھی نہیں —— بی اے کے بعد!"
"صفدر صاحب کرتے کیا ہیں؟"
ایل ایل بی کر رہے ہیں، آفاق بھیا سے ان کا بڑا میل جول...
دونوں ساتھی ہیں، شاید اس سال آخری امتحان پاس کر لیں گے۔"
زرینہ نے ایک سوال اور کیا،
"تم زیادہ چاہتی ہو یا وہ؟"
"دیکھو سچ سچ کہنا!"

نشاط ہنس پڑی،

"میرا خیال ہے میں زیادہ چاہتی ہوں، ان کا دعوٰے ہے وہ زیادہ چاہتے ہیں، !"

زرینہ نے چوٹ کی،

"اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ دونوں جھوٹے ہیں ؟"

نشاط نے فخر و انبساط کے عالم میں کہا،

"نہیں صفدر ایسا آدمی نہیں ہے !"

زرینہ نے پوچھا،

"پھر کس قسم کا آدمی ہے ؟ ——— اگر آدمی ہے ؟"

نشاط نے شکایت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور کہا،

"واہ ——— "

پھر کہنے لگی،

"تم کیا جانو ؛ بڑا اچھا آدمی ہے، بات کا پکا، قول کا دھنی، وعدہ کا سچا، صورت سے اچھی سیرت، سیرت سے اچھی صورت، !"

زرینہ شاید اس وقت چھیڑنے پر تلی ہوئی تھی،

"یہ آخری صفات شوہر سے زیادہ بیوی کے لئے موزوں ہیں،"

نشاط نے سینہ ٹھونکتے ہوئے کہا،

"ہم ہیں بھی ہیں ——— کیا نہیں ہیں ؟"

زرینہ بولی :-

"کبھی صفدر صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان سے پوچ
جواب دوں گی !"

اتنے میں نشاط نے ایک چٹکی زرینہ کے لی وہ تلملا گئی ایک
آہ نکل گئی اس کے منہ سے،

"واہ یہ کون سی ادا ہے ؟"

"ہم سے تو رتی رتی حال پوچھ لیا اور خود اپنا معاملہ گول
ہوتے ہیں ؟"

"میرا کچھ معاملہ ہی نہیں !"

"کیا مطلب ؟ ——— تم کسی سے محبت نہیں کرت

"نہیں نشاط نہیں !"

"جھوٹ !" ——— یہ کیسے مان لوں ؟"

"سچ کہتی ہوں، آج تک میں نے کبھی اس مسئلہ پر غور ہی نہیں

"یعنی یہ کہ کسی سے محبت ہے یا نہیں ؟ !"

"نہیں ——— یہ کہ مجھے کسی سے محبت کرنے
بھی ہے یا نہیں ؛

"کیا محبت کرنے کے لئے حق بھی ہوتا ہے ؟"

"ضرور ہوتا ہے نشاط !"

"تم تو پگلی ہو اچھی خاصی !" ——— کوئی حق وق

ہوتا محبت کچھ سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے وہ تو ہو جاتی ہے!"

اگر یہ بات ہے، تو اسی دن کی منتظر ہوں، جب کسی سے مجھے محبت ہو جائے گی، اور وعدہ کرتی ہوں میری سب سے پہلی اور آخری رازدار صرف تم ہو گی!"

بھئی زرینہ یوں باتوں میں نہ اڑاؤ ہم تو پوچھ کر رہیں گے، تمہیں اقرار کرنا پڑے گا اور اس خوش نصیب کا نام بھی بتانا پڑے گا، جس سے محبت کرتی ہو" ——— یہی تو زمانہ ہے محبت کرنے کا، جب بڈھی ہو جاؤ گی تب کسی کو چاہو گی،"

"شاید جب بھی نہیں!"

(ٹھنڈی سانس لے کر) بہت اچھا، اب یہ سوال نہیں کریں گے ہم اس قابل کہاں کہ ہمیں رازدار بنایا جائے!"

(ہنستے ہوئے) دیکھو نشاط چاہے جتنے پہلو بدل بدل کر سوال کرو، مگر میرا جواب ایک ہی ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وہ سچ ہے۔!

نشاط کو خاموش ہو جانا پڑا، کیونکہ کسی کام سے ماجدہ آگئیں اور انہوں نے آتے ہی دوسری باتیں چھیڑ دیں جس میں پوری سعادتمندی سے نشاط اور زرینہ دونوں کو حصہ لینا پڑا،

اتنی دیر ہو گئی ان باتوں میں کہ آخر نشاط گھڑی دیکھتی ہوئی اٹھ بیٹھی،

(۷)

نشاط کے جانے کے بعد زرینہ کو اپنا جائزہ لینے کا موقع ملا، !
وہ سوچنے لگی،
"کیا میں نے نشاط سے سچ کہا تھا؟"
"کیا واقعی میں کسی سے محبت نہیں کرتی؟"
یہ سوچتے سوچتے آفاق کی سحر طراز اور دلفریب شخصیت کا تصور آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو گیا،
وہ کون سی خوبی ہے جو اس مرد لاابالی میں نہیں؟ یار باش، ہنس مکھ، بذلہ سنج، دلیر، بیباک، شریف، غیور، دانش ور جوہر تعلیم سے آراستہ!!
پھر وہ خود بخود مسکرانے لگی، اس نے اپنے دل سے کہا،
پگلے کیسی ان ہونی بات سوچتا ہے، کہاں میں، کہاں آفاق؟ کہاں ذرۂ بے مقدار، کہاں آفتاب عالم تاب، کہاں محمود نامی، کہاں ایک فقیر بے نوا کی گم دیدہ

بڑی دیر ہوگئی!!"

نشاط چلی گئی، ماجدہ اپنے کام میں لگ گئیں — کچھ سوچنے لگی ———

آفاق اس کی نظر میں اور زیادہ اونچا ہو گیا، اور وہ خود اپنی نظر میں بہت زیادہ گر گئی،

اس نے دل ہی دل میں عہد کیا کہ اب اس طرح کے خیالات پاس نہیں پھٹکنے دوں گی، میں اس کی بڑائی کے گیت گاؤں گی، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی بن جانے کا خواب دیکھوں ——— ایسے اچھے اور نیک آدمیوں کا ہر کوئی ہوتا ہے، میں بھی ہوں، ایسے اچھے اور نیک آدمی کسی ایک کے نہیں ہوتے، ساری کائنات کے ہوتے ہیں، اس سے بڑھ کر خود غرضی اور کیا ہو گی کہ انہیں اپنے دامن میں سمیٹ لینے کی کوشش کی جائے، اور ان کے فیض سے دوسروں کو محروم کر دیا جائے،

اور پھر نہ جانے کیوں اس کا جی نشاط کو ملامت کرنے کو چاہنے لگا،

اگر نشاط نے خواہ مخواہ ذکر محبت نہ چھیڑا ہوتا، اگر مزے لے لے کر اس نے اپنا افسانۂ الفت سنایا ہوتا، تو یہ جذبہ جو آج تک لاشعور کے نہ جانے کس خانہ میں دبا چھپا ہوتا، ہرگز نہ ابھرتا، وہ سوچنے لگی - آج سے پہلے میں نے بڑے بھیا کے بارے میں اس طرح کبھی نہیں سوچا تھا گو وہ مجھے اچھے لگتے تھے، گو ان کی باتوں میں مجھے جادو سا محسوس ہوتا تھا، گو ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے لطائف و ظرائف سے بہرہ ور ہونے کی تمنا دل میں ہمیشہ موجود رہتی تھی،

لیکن آج نشاط نے دل کی نبض پر انگلی رکھ دی،

میری روح تک تڑپ اٹھی اس واقعہ سے،!

مصیبت رسیدہ اور غم چشیدہ لڑکی، کہاں حامد میاں جیسے عالی باوقار شخص کا نورِ دیدہ لختِ جگر، ولی عہد ——— ——— کہیں بھی ہوا ہے کہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگا ہو ؟

اور پھر اسے اپنے وجود سے شرم آنے لگی،

میں بھی کتنی ہیچ ہوں، جو شخص میرا محسن ہے، جو میرے لئے اپنا لڑتا جھگڑتا ہے، جو میرے انکار کے باوجود جس طرح بھی ہوتا ہے میری ہے، جس کے وجود پر انسانیت کو فخر ہے، جو ہر اعتبار سے اعلیٰ ہے، میں کتنے پست نقطۂ نظر سے اُسے دیکھ رہی ہوں،

مجھے آفاق کو چاہنا چاہیئے، لیکن کیا اسی طرح ؟ ———

وہ اس قابل ہے کہ چاہا جائے، لیکن کیونکر ؟

اس کا کردار، اس کی سیرت، اس کی شخصیت، اس کا مزاج اطوار وعادات، اس کے خصائل وشمائل، ہر چیز میں بلندی ہے ایسے شخص کی عزت کرنا چاہیئے، دل میں اس کی عظمت متمکن ہونی چاہیئے سے محبت بھی کرنی چاہیئے لیکن وہ عزت ہو یا عظمت، یا محبت کسی چیز کو وث، اغراض سے آلودہ نہیں ہونا چاہیئے، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، ایک انسان کی حیثیت سے میں اس سے محبت کرتی ہوں، اس طرح کہ وہ مرد ہے میں عورت ہوں، اس سے بڑھ کر بلند اور مجھ سے بڑھ کر پست بھی کوئی ہے ، ؟

یہ سوچتے سوچتے اسے واقعی اپنے وجود سے شرم آنے لگی

اور وہ سوچنے لگی، جو مجھے ہرگز نہ سوچنا چاہیئے تھا!

زرینہ انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں بیٹھی تھی کہ ماجدہ آئیں اور انہوں

نے کہا،

بیٹی مغرب کا وقت ہوا چاہتا ہے تم یہاں اندھیرے کمرے میں بیٹھی

کیا کر رہی ہو؟ ——— آؤ، باہر بیٹھو ہنا ہیں!

---

(۸)

باہر آکر وہ بیٹھی ہی تھی کہ آفاق آگیا، اسے دیکھ کر خود بخود اسکے چہرے کا رنگ بدل گیا، ابھی ذرا دیر پہلے؛ جو خیالات اس کے دماغ میں آرہے تھے، انہوں نے پھر یورش کی اور وہ کشمکشِ خیال میں مبتلا ہوگئی، آفاق اس کیفیت نہاں سے بے خبر آیا، اور کھڑے کھڑے زور سے آواز دی،

"چچی جان!"!

زرینہ نے کہا،

"وہ نماز پڑھ رہی ہیں!"

آفاق نے پھر ہانک لگائی،

"زرینہ ——————"

گویا زرینہ کہیں کسی کونہ میں چھپی ہوئی تھی، اور وہ اسے آواز دے کر بلا رہا تھا، زرینہ مسکرانے لگی، اٹھ کر کھڑی ہوگئی،

"بڑے بھیا میں تو یہیں کھڑی ہوں آپ کے پاس!"
آفاق نے جیسے اپنی غلطی محسوس کر لی،
"ارے یہ تم تھیں ؟"
زرینہ نے پوچھا،
"پھر آپ کسے سمجھ رہے تھے ؟
آفاق نے نہایت سادگی اور بھولے پن سے کہا،
"میرا خیال تھا زرینہ کھڑی ہے !"
زرینہ کھلکھلا کر ہنس پڑی،
"آپ بھی کیسی عجیب باتیں کرتے ہیں ! !"
آفاق نے سنجیدگی کی مصنوعی کیفیت اپنے اوپر طاری [illegible]
"تم بھی کہہ لو! ——— سارا گھر تو مجھے دیوانہ جانے [illegible]
تھا ہی ہوا ہے، ایک یہ گوشہ ایسا تھا، جسے میں اپنی پناہ گاہ سمجھا [illegible]
آج معلوم ہوا یہاں بھی میں دیوانہ مشہور ہوں ۔"
آفاق کی یہ باتیں واقعی عجیب وغریب تھیں، زرینہ کے منہ پر ہوائیاں [illegible]
گئیں اس نے آہستہ سے کہا،
بڑے بھیا! میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی۔
آفاق نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا،
"بزدل کہیں کی۔ ——— ڈر گئی ؟"
یہ بدلا ہوا رنگ دیکھ کر زرینہ بھی مسکرانے لگی، اتنے میں [illegible]

منہ پڑھ کر آگئیں، انہوں نے کہا،

"بیٹے کھڑے کیوں ہو، بیٹھ کیوں نہیں جاتے؟"

آفاق نے اس طرح منہ بنا کر جیسے بہت تھکا ہوا ہے، کہا،

"چچی جان میرے تو کھڑے کھڑے پاؤں درد کرنے لگے، لیکن دیکھ رہے محض اس لئے کہ یہیں بیٹھنے نہ پاؤں، زرینہ بھی کھڑی ہوئی ہے!"

ماجدہ نے ملامت آمیز نظروں سے بیٹی کو دیکھا،

"نہ جانے تمیز کب آئے گی؟!"

پھر اسی پڑی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"بیٹھ جاؤ بیٹا!"

آفاق بیٹھ گیا،

"چچی جان، آپ کے ہاتھ کا پان بڑے مزے کا ہوتا ہے، جی چاہ رہا ہے اس وقت ——— تکلیف تو ہوگی آپ کو!"

ماجدہ پاندان کی طرف لپکیں،

"بیٹے ایسی مغائرت کی باتیں نہ کیا کرو!"

پھر انہوں نے جلدی جلدی بیڑا بنایا، پان لے کر آئیں لیکن پان کا ہاتھ آفاق کی طرف بڑھاتے بڑھاتے روک لیا، اور گھورتی ہوئی نظروں سے زرینہ کو دیکھا،

"اتنی گرمی پڑ رہی ہے، شربت تو پوچھ لیا ہوتا!"

آفاق نے تائید کی،

آفاق نے پوچھا،

"پھر ایسی شکر ہمارے ان کیوں نہیں آتی؟"

"کیا اس میں کوئی خاص بات تھی؟ ——— مٹھی کم ہو گی؟

"مٹھی ہی تو زیادہ تھی، بہت زیادہ، اتنی زیادہ کہ مٹھاس پر کڑواہٹ غالب آنے لگی تھی، اسی لئے تو کاسٹرائل کی طرح ایک ہی سانس میں پی گیا!"

زرینہ نے خفیف ہوتے ہوئے کہا،

"اندھیرے میں شاید زیادہ پڑ گئی ہو گی!"

"تم میں یہ بڑی اچھی بات ہے، غلطی کا اقرار کر لیتی ہو، جاؤ معاف کیا ورنہ میں تقریباً یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس سنگین واردات سے تجھی جان کو ضرور مطلع کروں گا!"

زرینہ مسکرانے لگی،

"آپ کو تو پریشان کرنے میں مزہ آتا ہے!"

آفاق نے پیکر متانت بن کر انکار میں گردن ہلائی،

"نہیں ——— مزہ تو اس وقت مجھے پان میں آ رہا ہے!"

زرینہ نے شوق کے ساتھ پوچھا،

"اور بنالاؤں؟"

آفاق نے کہا،

"جی شکریہ، زحمت نہ کیجئے، اگر اندھیرے میں، آپ نے شکر کی طرح چونے کا زیادہ استعمال کر ڈالا، تو میں کہیں کا نہ رہوں گا،

"ہاں جھوٹوں ہی پوچھ لیا ہوتا! کوئی میں سچ مچ تھوڑے ہی بیٹھ جاتا!"

زرینہ جھینپتی ہوئی اٹھی،

"ابھی لائی!"

ماجدہ نے جل کر کہا

"کیا کہنے ہیں اس بھولپن کے!"

زرینہ نے سنی کی ان سنی کر دی، شکر کا شربت، بغیر برف کے، صراحی کے ٹھنڈے پانی میں بنا کر لائی، اور گلاس آفاق کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

"برف تو ہے نہیں، لیکن پانی ٹھنڈا ہے!"

آفاق نے گلاس لے لیا،

"شکریہ، شکریہ!"

اور پھر ایک ہی سانس میں سارا گلاس ختم کر کے زرینہ کی طرف بڑھا دیا، پھر ماجدہ سے پان لیا، اور آرام سے کرسی پر بیٹھ کر چبانے لگا، ماجدہ کسی کام سے باورچی خانہ کی طرف چلی گئیں، آفاق نے زرینہ سے کہا،

"یہ شکر کہاں سے منگائی ہو؟"

وہ بولی؛

"راشن کی دوکان سے!"

زرینہ کھکھلا کر ہنس پڑی،

"اب ہر مرتبہ تھوڑے ہی غلطی ہو گی، ایک دفعہ ہو گئی!"

اتنے میں پھر ماجدہ ہاتھ میں کوئی چیز لئے ہوئے آئیں، اور "ریڈرز ڈائجسٹ" زرینہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بولیں،

"لو ——— یہ بھیجا ہے ابھی نشاط نے، ان کا آدمی دے گیا ہے۔"

زرینہ سٹ پٹا گئی، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اب کیا کرے؛ وہ آفاق پر یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی کہ اس نے تھوڑی بہت انگریزی پڑھ لی ہے اور ماجدہ کی عقلمندی سے اب بات کا چھپانا بھی ممکن نہ تھا، وہ اسی جیس بیس میں تھی کہ آفاق نے ہاتھ بڑھا کر رسالہ لے لیا، ماجدہ پھر چلی گئیں اپنے کام سے آفاق کی نظر سرورق پر جو پڑی تو اس نے کہا،

"یہ کیا مذاق کیا ہے نشاط نے تمہارے ساتھ؛"

زرینہ پہلو بدلتی ہوئی بولی،

"مذاق تو نہیں کیا ہے،!"

آفاق نے پوچھا،

"تو کیا تم انگریزی پڑھ لیتی ہو؟"

وہ بولی؛

"ہاں یوں ہی تھوڑی بہت!"

آفاق کو بڑی حیرت ہوئی، اس نے بے یقینی کے انداز میں زرینہ کو دیکھا

اور پوچھا،

"کب سے؟"

وہ رسالہ ہاتھ میں لیتی ہوئی بولی،

"بہت دن ہو گئے ——— ایک برس سے بھی زیادہ؟"

"لیکن پڑھی کس سے؟"

"نشاط سے!"

"بھئی مجھے اب تک کوئی یقین نہیں آیا!"

"یہ کون سی ایسی اہم بات ہے، جس کے صحیح یا غلط ہونے پر آپ کو غور کرنے کی ضرورت ہو!"

"اچھا میں تمہارا امتحان لوں گا!"

"لیکن سن لیجئے، میں فیل ہو جاؤں گی!"

"کیوں فیل ہو جاؤ گی؟ ——— کیا یہ تمہارا فیصلہ ہے؟"

وہ مسکرانے لگی،

"فیصلہ کیوں ہوتا؟ ——— آپ تو گھبرا دیتے ہیں مجھے!"

آفاق نے منہ بنا کر کہا،

"سبحان اللہ، میں کوئی ہوا ہوں!"

پھر اس نے رسالہ زرینہ کے ہاتھ سے لے لیا، اور ورق گردانی کرنے لگا، ایک مضمون پر اس کی نگاہ ٹھٹکی، یہ ایک جرمن ہوا باز کی خود نوشت

ـوں کو اردو میں چلتی ہے، انگریزی میں نہیں چلتی، اور
ان پہ تم نے کیا کہا، نشاط ہوتی تو ابھی سنا دیتی، کیا نشاط کو کوئی ایسا
عمل آتا ہے کہ اردو داں، انگریزی داں بن جائیں، اور مجھ میں یہ اثر
ہے کہ میری صورت دیکھتے ہی لوگ انگریزی بھول جائیں؟"

ندینہ نے کوئی جواب نہ دیا، مسکراتی رہی، اور آفاق کی باغ و بہار
باتیں سنتی رہی، پھر آفاق نے کہا:

"تمہاری یہ بات سن کر مجھے اپنے .... زمانۂ طالبعلمی
کا ایک واقعہ یاد آ گیا!"

زرینہ نے اس خیال سے کہ شاید اس طرح موضوع بدل جائے، بڑے
اشتیاق کے ساتھ پوچھا،

"کون سا واقعہ بڑے بھیا ——— ؟"

آفاق نے بتایا،

ایک مرتبہ استاد عبدالصمد اپنے کرتب دکھانے ہمارے کالج میں
تشریف لائے، سلسلہ مختلف قسم کے تمغوں سے لیس تھا، دنیا کے ہر ملک
کی انہوں نے سیاحت کی تھی، دنیا کی ہر زبان بول لیتے تھے، اپنے آپ کو
میجیشین یعنی جادوگر کہتے تھے، پہلے تو انہوں نے معمولی کرتب دکھائے، کسی کی
گھڑی غائب کر دی، اور بیٹھے ہوئے کسی شخص کی جیب سے برآمد کر دی
پھر ان کی نظر ہمارے کالج کے ایک بیرے پر پڑی، اسے بلایا، اور جرمنی
زبان میں اس سے گفتگو شروع کر دی، اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ وہ

یادداشت تھی، جب بغیر پیراشوٹ کے وہ پچاس ہزار فٹ کی بلندی سے
طیارہ تباہ ہو جانے کے باعث گرا تھا، اور معجزانہ طریقہ پر بچ گیا تھا۔

آفاق نے جلدی جلدی مضمون پر ایک نظر ڈالی، اور سرخی پر
انگلی رکھتے ہوئے کہا،

"پڑھو!"

زرینہ نے رسالہ سامنے رکھ لیا، اور پڑھنے لگی ——— "نظر
سے نہیں، دل ہی دل میں!"

آفاق نے کہا،

"یہ کوئی وظیفہ نہیں ہے، جس کا چپکے چپکے ورد ہو رہا ہے، ایک
مضمون ہے، اس طرح پڑھو کہ میں سن سکوں!"

زرینہ نے رسالہ بند کر دیا،

"جی نہیں!"

"ارے یہ کیوں؟"

"نہیں پڑھا جائے گا مجھ سے!"

"آخر اس کم ہمتی کی وجہ؟"

"جانے کیا بات ہے ——— ویسے مضمون آسان ہے اگر
ایسا مشکل نہیں، نشاط ہوتی تو ابھی سنا دیتی، لیکن آپ کے سامنے زبان ا[ٹکتی]
نہیں چلتی!"

"واہ وہ تو قینچی کی طرح چل رہی ہے ماشا اللہ

وزن پورا مستاوزن دکھتے ہیں!"

آفاق نے بے پرواہی سے کہا،

"کہہ دینا — — بلکہ میں خود کہہ دوں گا، رفعت کے ہاں تقریباً روز ہی آتی رہتی ہیں، ممکن ہے اس وقت بھی وہیں بیٹھی ہوں، کیونکہ کل اتوار ہے، آج ضرور وہ آئی ہوں گی!"

یہ سنکر زرینہ گھبرا گئی، اس نے بڑی بے بسی کے ساتھ کہا،

"نہیں بڑے بھیا نہیں!"

آفاق نے پوچھا،

"کیا نہیں؟"

وہ بولی،

"وہاں میرے انگریزی سیکھنے کا ذکر نہ کیجئے گا ہفتے میں مذاق اڑائے گی میرا!"

یہ بات زرینہ نے، کچھ ایسے درد سے کہی کہ آفاق کو ماننی پڑی، اس نے کہا،

"اچھا نہیں کہوں گا، لیکن یہ مضمون پھر سنانا پڑے گا تمہیں!"

زرینہ نے سر جھکاتے ہوئے کہا،

"سنا تو دیتی لیکن شرم آتی ہے کیا کروں!"

آفاق ہنسنے لگا،

"شرم نے بھی کتنا اچھا موقع منتخب کیا ہے آنے کا، مت آنے دو، کان

بیرا جرمن زبان میں ان کے سوالات کے جوابات دینے لگا، حالانکہ بیرا
نے کبھی جرمن زبان کا نام بھی نہ سنا تھا، ہم سب حیران ششدر کو یہ
منظر دیکھ رہے تھے، پاس ہی ہمارے پروفیسر ذاکر کھڑے تھے، یہ بہ
سال تک جرمنی میں رہے تھے، اور وہاں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے کر
آئے تھے، میں نے اُن سے پوچھا،

"کیوں ڈاکٹر صاحب، واقعی یہ جرمنی بول رہا ہے؟"

وہ کہنے لگے،

"ہاں بھئی ———— اور اتنی اچھی بول رہا ہے کہ میں بھی
نہیں بول سکتا!"

آخر ہم سب کو استاد عبدالصمد پر ایمان لانا پڑا، روپے کی بارش ہونے
لگی، ان پر اور وہ دونوں جیبیں بھر کر خوش خوش واپس گئے،

زرینہ پیکرِ حیرت بنی یہ باتیں سن رہی تھی، کہنے لگی،

"کمال کر دیا استاد عبدالصمد نے!"

آفاق نے بے ساختہ کہا،

"لیکن استاد نشاط نے بھی تو کمال کر دیا، ہمارے کالج کے بیرے
کی طرح ان کے سامنے پٹا پٹ انگریزی بولنے لگتی ہو اور دوسروں کے
سامنے کیا مجال ہے جو ایک لفظ بھی بول سکو،

زرینہ ہنسنے لگی،

دیکھ لیجئے گا، نشاط سے کہوں گی کہ آپ اسے استاد عبدالصمد کے

—— "نالہ رُکتا ہُوا تھمتی ہوئی فریاد رہے!"

•

پکڑ کر نکال دو ، اپنے پاس سے ، !"

پھر اس نے صلیح کا ایک نادر مولا پیش کیا، کہنے لگا ،

"اچھا یہ مضمون پڑھ ڈالو ، اور اردو میں اس کا خلاصہ بیان کر دو ، اگر درج ہو جائے گا، تمہارے پاس یا فیل ہو جانے کا اعلان کر دیا جائے گا !"

یہ بات زرینہ نے مان لی، چند منٹ میں مضمون پڑھ کر رسالہ آفاق کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی،

"آپ بھی پڑھ لیجیے ، پھر میں اس کا خلاصہ سنا دوں گی !"

آفاق نے کہا ،

"میں اس کا باقاعدہ خریدار ہوں ، پڑھ چکا ہوں ، میرا امتحان نہ لیجیے اپنا کام کیجیے ، !"

زرینہ نے مضمون کا خلاصہ سنا دیا ، آفاق کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ،

"تم نے اچھی خاصی انگریزی سیکھ لی ، کمال کر دیا ، !"

وہ شرماتی ہوئی بولی ،

"ہوں ———— "

"اچھا کہیئے، کیا بات ہے؟"

فاخرہ نے رازدارانہ انداز میں کہا،

"مجھے آفاق سے ڈر لگتا ہے!"

بڑی حیرت ہوئی رفعت کو،

"آپ بڑے بھیا سے ڈرتی ہیں۔ ——— وہ خود آپ سے ڈرتے ہیں!"

فاخرہ نے اس کی غلط فہمی کی تصحیح کی،

"وہ ماجدہ کے ہاں بہت آنے جانے لگا ہے!"

"ہاں تو پھر؟"

"تو یہ خطرناک ہے!"

"کیوں اماں جی؟"

"مجھے ڈر ہے ماجدہ اسے شیشہ میں اتار لے گی!"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"وہ زرینہ کو اس کے سر منڈھ دے گی!"

"نہیں ایسا بھی کیا اندھیر ہے!"

"تیرے نزدیک ایسا نہیں ہو سکتا؟"

"ہرگز نہیں"

"تو دنیا والوں کو نہیں جانتی میں جانتی ہوں!"

"لیکن اگر بڑے بھیا نے یہ ارادہ کر لیا ہے تو انہیں کون روک سکتا

"اس کی ماں، اس کا باپ، اس کے بھائی، اس کی بہنیں!"

"ان کے آہنی ارادے کے سامنے یہ ساری رکاوٹیں ہیچ ہیں۔!"

"لیکن تو نے ابھی کہا تھا، آفاق ایسا نہیں کرے گا!"

"وہ تو میں اب بھی کہتی ہوں، جہاں تک میں نے بڑے بھیا کا مزاج سمجھا ہے، یہ خیال ان کے دل میں نہیں ہے، اگر ہوتا تو ہزار طرح سے ظاہر کر چکے ہوتے،!"

"پھر بھی احتیاط اور دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ فتنہ کا دروازہ بند کر دیا جائے،!"

"لیکن کس طرح؟"

"میں نے سوچا ہے آفاق کی شادی ارجمند سے کر دی جائے، بڑے گھر کی لڑکی ہے، مالدار بھی، خوبصورت بھی، اور تعلیم یافتہ بھی،!"

یہ سنتے ہی رفعت خوشی سے بے قابو ہوتی ہوئی بولی،

"اگر ایسا ہو سکے تو کیا کہنا، بڑے بھیا نے ارجمند آپا کو دیکھا ہے، اور اماں جی ایک بات کہوں؟"

فاخرہ نے اجازت دے دی،

"ہاں کہو!"

رفعت نے بتایا،

"میرا خیال ہے بھیا ارجمند آپا کو پسند بھی کرتے ہیں،!"

یہ سنتے ہی فاخرہ کی باچھیں کھل گئیں،

"تجھے میرے سر کی قسم؟"

رفعت نے اطمینان دلایا،

"اماں جی، سچ ——— ابھی چند دن پہلے کی بات ہے، ارجمند آپا آئی تھیں، تو بڑے بھیا اس طرح ہماری محفل میں جم کر بیٹھے کہ جب تک وہ چلی نہیں گئیں اٹھنے کا نام نہیں لیا، پھر کہنے لگے میرا خیال تھا خوبصورت لڑکیاں گاؤدی ہوتی ہیں لیکن یہ ارجمند تو بڑی ذہین معلوم ہوتی ہے!"

فاخرہ کی خوشی اس وقت حد بیان سے باہر تھی،

"تو بیٹی بس یہ موقع ہے، تو ذرا آفاق کا عندیہ تو لے پھر میں بات آگے بڑھاؤں، !"

بڑے اعتماد کے ساتھ رفعت نے کہا،

"چھوڑیے عندیہ وندیہ، میں کہتی ہوں بڑے بھیا اس رشتے سے انکار نہیں کر سکتے، آج تو جاوید خالو (ارجمند کے والد) سے بات پختہ کر کے منگنی کا اعلان کر دیجئے، اللہ اللہ خیر صلّا!"

فاخرہ نے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا،

"نا بیٹی ——— میں اپنی ناک چوٹی کٹوانے سے رہی، بات طے ہو جانے کے بعد اگر کہیں اس پر اڑ گیا کہ مجھ سے پوچھا کیوں نہیں، اور انکار کر دیا تو زہر کھا لینے کے سوا میرے لئے کوئی چارہ نہ ہو گا!"

اس دلیل نے رفعت کو بھی قائل کر دیا ،

۔اچھا پوچھ لوں گی ——————— ابھی آتے ہونگے

تھوڑی دیر میں بس اسی وقت، !"

---

(۲)

تھوڑی دیر کے بعد آفاق آ گیا، فاخرہ اب تک رفعت کے پ
بیٹھی ہوئی تھیں، وہ ماں یا بہن کی طرف دیکھے بغیر اپنے کرہ میں چلا گ
فاخرہ نے رفعت کے ٹھوکا لگایا وہ اُٹھ کھڑی ہوئی،

"جاتی ہوں" ———

فاخرہ نے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا،

"ہیں، میں تیرا انتظار کر رہی ہوں، جیسا جواب دے فوراً
آ کر بتانا!"

وہ کہنے لگی،

"مٹھائی تیار رکھیئے گا، میں ابھی آئی!"

رفعت آفاق کے کمرہ میں پہنچی، اور اس کے قریب کرسی پر

تھی ، وہ مطالعہ شروع کر چکا تھا ، اس نے رفعت کی طرف دیکھے
بغیر کہا ،
"— کے مرتبہ کہہ چکا ہوں ، ہر وقت نہ گھس آیا کرو ، دیکھتی نہیں
ہو مطالعہ کر رہا ہوں ؟"
رفعت نے بچوں کی طرح برا مانتے ہوئے کہا ،
"پھر میں چلی جاؤں بڑے بھیا !"
وہ بولا ،
"ہاں بھئی دفع بھی ہو چکو کسی طرح !"
وہ اٹھ کھڑی ہوئی ،
"میں تو ایک چیز دکھانے آئی تھی آپ کو ———— ارجمند
کی تصویر ، ایسا انوکھا پوز ہے کہ بس دیکھا کرے ، !"
آفاق نے ایک دھماکے کے ساتھ کتاب بند کر دی .
"دکھاؤ" !
وہ جانے لگی ،
"کیا کیجئے گا دیکھ کر !"
آفاق نے اُسے ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا ،
"دکھاتی ہو یا گوشمالی کروں گا پھر ؟"
رفعت نے ایک کارڈ سائز کا فوٹو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ۔
"لیجئے ———— لیکن یہ امانت ہے ، ابھی واپس

کر دیجئے، !"

آفاق نے غور سے تصویر دیکھی، اور اسے واپس کرتے ہوئے بولا

"واقعی بڑی اچھی تصویر ہے، !"

رفعت کو بات آگے بڑھانے کا موقعہ مل گیا،

"صرف تصویر ہی اچھا ہے، خود ارجمند اچھی نہیں ہے ؟"

آفاق نے مسکراتے ہوئے کہا،

"وہ نہ اچھی ہوتی، تو تصویر بھی اچھی نہ ہوتی، دُور کیوں جاؤ، اپنی

مثال لے لو جیسی خود بدصورت ہو اُس سے بدتر تصویر آتی ہے !"

رفعت روٹھ گئی،

"بڑے بھیا بس آپ کی یہی باتیں تو ہمیں ناپسند ہیں ——

جائیے میں بھی آپ کو وہ خوشخبری نہیں سناتی جسے سُنکر آپ اچھل پڑتے !"

آفاق نے اظہارِ حیرت کرتے ہوئے کہا،

"کوئی ایسی خوشخبری بھی ہو سکتی ہے جسے سنکر میں اچھل پڑوں ؟"

رفعت مسکرائی،

"ہاں —— بکہ شاہد ناچنے لگیں !"

آفاق نے مصنوعی طور پر غصہ کرتے ہوئے کہا،

"احمق، !"

پھر نرم لہجہ میں پوچھا،

"تو اب وہ خوشخبری بھی سناؤ، لو جلدی سے !"

"آپ مجھے بہت پریشان کرتے ہیں، جائیے نہیں بتاتی!"

آفاق خاموش ہو گیا، رفعت نے کہا،

"لیکن بغیر بتائے جی بھی نہیں مانتا، آپ میری خوشامد کیجئے تو بتا ہی دوں گی!"

آفاق ہنسنے لگا،

"مجھ سے خوشامد کرائے گی، کیوں!"

رفعت نے اکڑتے ہوئے کہا،

"غرض پر سب ہی خوشامد کرتے ہیں!"

آفاق کو رفعت کی ان باتوں پر حیرت ہو رہی تھی،

"نہ جانے کیا مقصد ہے تمہارا ان باتوں سے!"

وہ ہنسنے لگی،

"نہیں بڑے بھیا مقصد میرا تو کچھ نہیں، آپ ہی کا ہے ——— یہ کیسا رہے گا، اگر ارجمند سے آپ کی شادی ہو جائے تو؟"

آفاق نے ہنستے ہوئے کہا،

"کیا بکتی ہے؟"

وہ کہنے لگی،

"سچ ——— یہ کام میں کر سکتی ہوں، اگر آپ مجھ سے التجا کریں!"

"رفعت تمہارا دماغ چل گیا ہے ——— جاؤ سو رہو!"

مجھے تو نیند آجائے گی، لیکن کیا آپ بھی سو سکیں گے؟"

"نہیں میں تو اختر شماری کروں گا، رات بھر!"

"اور کیا نہیں بھی؟ سچ کہئے، کیا آپ ار...

کو پسند نہیں کرتے؟"

"ناپسند کرنے کی وجہ؟"

"کیا وہ خوبصورت نہیں ہیں؟"

"ضرور ہیں —— اگر مقابلہ حسن میں شرکت کریں

تو بلاشبہ انہی کا ہو گا!"

"اگر ارجمند آپا سے آپ کی شادی طے کر لی جائے، جاوید ...

ہو جائیں، اور اماں جی کا پیام منظور کر لیں تو کیا آپ انکار کر دیں گے؟

صرف اسی صورت میں کہ میں پاگل ہو چکا ہوں!"

"بس تو اب آرام سے سو جائیے، بے فکر ہو کر!"

"یہ کیوں؟"

"آپ کی شادی جلد ہی ارجمند آپا سے ہو جائے گی!"

"آخر یہ کہاں کا کھڑاگ لے بیٹھیں تم؟"

"میں جھوٹ نہیں کہتی، اماں جی نے سب کچھ طے کر لیا ہے

مجھ سے بغیر پوچھے؟"

"پوچھ تو لیا!"

"لیکن طے کرنے کے بعد؟ —— اگر میں انکار کر...

"تو کیا ارجمند بازو یونہی بیٹھی رہیں گی؟ نہیں ایک سے ایک
... مل سکتا ہے!"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں انکار کر رہا ہوں، اصولی اعتبار سے
... ایک بات کہی تھی!"

"میں جانتی تھی، آپ انکار نہیں کر سکتے، اسی لئے پورے احساس
... داری کے ساتھ میں نے اماں جی کو آپ کی طرف سے رضامندی دے
... وہ بے چاری تو ڈر رہی تھیں!"

"ڈرنے کی کیا بات تھی؟"

"بس بات تو یہ ہے کہ آپ سے ڈر ہی لگتا ہے!"

"کیوں بھائی یہ کیوں؟ —— کیا میں کوئی ہوا ہوں؟!"

"... وہ بھی کہہ رہی تھیں کہ پوچھ لو اس سے، ایسا نہ ہو میری بات جائے
... ذلیل ہونا پڑے مجھے۔ میں نے انہیں اطمینان دلایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا،
تب وہ مطمئن ہوئیں!"

"یہ مذاق ہے، یا واقعہ؟"

"بھلا اس گھر سے کوئی ایسا بھی ہے، جو آپ سے مذاق کرنے کی جرأت
رکھے! اور وہ بھی ایسے سنجیدہ معاملہ میں؟"

"تو واقعی امی کی رائے یہی ہے؟!"

"ہاں جی ہاں!"

"لیکن ایک بات سُن لو کان کھول کر!"

رفعت سہم گئی، کہیں کوئی نیا گل نہ کھلے۔

"فرمائیے!"

آفاق نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"شادی بہرحال ابھی نہیں ہو سکتی، یہ میرا اٹل فیصلہ ہے جب تک
ایل، بی نہ کروں، شادی نہیں کروں گا!"

رفعت کی جان میں جان آ گئی، اُس نے اطمینان کا سانس لیتے ہو
"ایل ایل بی تو اس سال آپ کر ہی لیں گے، ایسا کرتے ہیں کہ نسبت
کئے دیتے ہیں، نکاح بعد میں جب آپ امتحان پاس کر لیں گے ہو جائے گا
اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ چاروں خالو پابند ہو جائیں گے!"

آفاق نے کتاب پھر سے کھول لی۔

"ہاں اس میں مضائقہ نہیں!"

---

(۳)

فاخرہ نے جب یہ سنی کہ آفاق اس رشتے سے راضی ہے، تو بہت
خوش ہوئیں، رات کاٹنا دوبھر ہو گیا۔ ناشتہ کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ جاوید
کے ہاں پہنچیں، اور اللہ کا نام لے کر، دل کی بات زبان سے دھڑکتے ہوئے دل
کے ساتھ لے آئیں، ایسا معلوم ہوا جیسے یہ لوگ اس پیام کے منتظر ہی تھے، فوراً
راضی ہو گئے۔ اسی وقت نسبت کا اعلان کر دیا گیا، ایک نہایت قیمتی زرنگار و
زرکار جوڑا اور ایک طلائی انگوٹھی فاخرہ اپنے ساتھ لے گئی تھیں، یہ دونوں
چیزیں قبول کر لی گئیں، انگوٹھی انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے ارجمند کی
انگلی میں پہنا دی، ارجمند کے چہرے پر شرم کی سرخی نمودار تھی، اس نے
فاخرہ سے آنکھیں ملائے بغیر چپکے سے انگوٹھی پہن لی، اس رشتہ سے اُسے
اختلاف نہ تھا، وہ آفاق کی قابلیت اور شخصیت سے متاثر تھی، اس کی صورت
اور سیرت کی قدرشناس تھی، ویسے اگر اُسے آزادانہ اظہارِ رائے کا موقعہ

دیا جاتا تو یقیناً اس کا ووٹ آفاق کے بجائے شکیل کے حصے میں آتا، شکیل
اس کا ماموں زاد بھائی تھا، واقعی شکیل اور خوبصورت، لیکن اگر کسی وجہ
سے ایسا نہ ہو سکا تو آفاق کی رفیقۂ حیات بننے میں اُسے کوئی تامل نہ

پھر فاخرہ بیگم اور ارجمند کی ماں ہاجرہ بیگم میں باتیں ہونے لگیں، فاخرہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے مٹھائی منگائی، اور وہ سارے گھر میں تقسیم کر دی گئی،

رفعت موقع پا کر، تیر کی طرح سیدھی ارجمند کے کمرہ میں پہنچی، اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور کہنے لگی،

"کیوں ارجمند آپا، آخر ہم نے تمہیں گرفتار کر لیا نا!"

ارجمند مسکرانے لگی،

"اتنے اچانک حملہ کی آخر کیا ضرورت تھی؟ ——— بار اس سلسلہ میں کوئی بات چیت ہی نہ تھی، یا چند منٹ میں سارا قصہ طے ہو گیا!"

رفعت نے ہنستے ہوئے کہا،

"اسی میں تو مزا ہے، اگر پہلے سے تیاری کر کے یہ مرحلہ طے کیا جاتا تو رسمی خوشی ہوتی لیکن یکایک یہ خبر سن کر جو ہے وہ ہکا بکا رہ جائے، دوست خوش ہوں گے، دشمن جلیں گے!"

"لیکن رائے بھی تو لینی چاہیئے تھی!"

"تم سے"

"سب سے!"

"اوہو تمہارا اشارہ شاید بڑے بھیا کی طرف ہے!"

"ہو تو ذہین"!

"اطمینان رکھو، ہم ان سے رائے لے چکے ہیں!"

"جھوٹی کہیں کی"

"ضد کی اور بات ہے، ورنہ بات تو یہی ہے! ——— واقعی ان کی رائے لی جا چکی ہے، اور تمہاری رائے اب لیئے لیتے ہیں، بتاؤ، یہ رشتہ تمہیں منظور ہے یا نہیں؟"

ارجمند نے ہنستے ہوئے کہا،

"نہیں!"

رفعت اُٹھ کھڑی ہوئی،

"تو ابھی گیا کیا ہے، جاتی ہوں، کہے دیتی ہوں، ارجمند آپا اس رشتہ کو پسند نہیں کرتیں!"

ارجمند نے اُسے گھسیٹ کر اپنے پاس بٹھا لیا،

"کہیں ایسا غضب نہ کرنا قیامت برپا ہو جائے گی!"

سوکھا سا منہ بنا کر رفعت نے کہا،

"میرا تو یہ خیال ہے کہ تم خود قیامت ہو!"

پھر وہ ہنسنے لگی، ارجمند نے بھی اس کا ساتھ دیا، پھر وہ کہنے لگی،

"میں نے سُنا ہے تمہارے بڑے بھیا مزاج کے بڑے تیکھے ہیں،

کیا سچ ہے ؟

رفعت مسکراتی ہوئی بولی،

"ہاں ہیں تو ——————— لیکن ہم لوگوں کے لئے، تمہارے تو پاؤں دھو دھو کر پئیں گے !"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ فاخرہ اور ماجدہ آگئیں، فاخرہ نے رفعت سے کہا۔

"بیٹی، اب چلو، !"

پھر انہوں نے ارجمند کو گلے لگایا، اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر پیشانی کو بوسہ دیا، اور رخصت ہو گئیں، !

---

(۴)

اتوار کے دن نشاط کا زیادہ وقت رفعت کے ہاں بسر ہوتا تھا، مختلف قسم کے ملے جلے پروگرام زیرِ عمل آتے تھے، کبھی کہیں پکنک کر چلی گئیں کبھی دو چار اور سہیلیوں کو بلا لیا، اور گھر میں بزمِ طرب قائم ہو گئی، کبھی قوالی شروع کر دی، اور لہک لہک کر کئی لڑکیوں نے مل کر اقبال کی کسی نظم یا غزل کی ٹانگ توڑنا شروع کر دی، کبھی مشاعرہ کی بساط بچھی اور یہ لڑکیاں مختلف مشہور شاعروں کی نقل اتارنے لگتیں، سارا دن اسی دھما چوکڑی میں بسر ہو جاتا تھا، پھر رات کے کھانے کے بعد یہ لوگ سب اپنے گھر واپس چلی جاتیں۔

آج بھی اتوار تھا اور نشاط کی تحریک پر مشاعرہ کا پروگرام بنایا گیا، رفعت کو بھی یہ تجویز پسند آئی، اس نے اسی وقت کار بھیج کر اپنی دوسری سہیلیوں زینب، کلثوم اور نزہت وغیرہ کو بلوا لیا اور بند کمرہ میں

مشاعرہ شروع ہو گیا، باہر سے دروازہ کے پاس، کھڑے ہو کر پتہ
صاف معلوم ہو گا کسی نے اس کمرہ میں پاک وہند کے ان تمام
کو جمع کر دیا ہے، جو اکثر ریڈیو کے مشاعروں میں شرکت بھی کرتے
——— وہی آواز وہی لب ولہجہ، وہی انداز بیان، وہی
وہی کیف واثر وہی طرز واسلوب،

آفاق کہیں باہر گیا ہوا تھا، واپس آیا تو رفعت کے کمرہ میں
مشاعرہ منعقد ہو رہی تھی، اس سے قبل ان لڑکیوں کی ان جدت طرازیوں
سے اُسے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا، وہ حیران ہوا کہ یہ ماجرا کیا ہے
جب ضبط نہ ہو سکا تو بند دروازہ کے پاس کان لگا کر کھڑا ہو گیا" جگر
صاحب اپنا کلام بلاغت نظام سنا رہے تھے،

ے خار کو گل، اور گل کو خار - جو چاہے کرے
تو نے جو چاہا کیا، اے یار جو چاہے کرے

اندر سے داد کا شور بلند ہوا،
"واہ جگر صاحب کمال کر دیا آپ نے ——— سبحان
ایک دوسری آواز آئی،
"پھر سے فرمایئے الفاظ کی بندش کیا ہے، ترشے ترشائے نگینے
ایک نئی آواز آئی،
"دم غنیمت ہے، اب آپ کے سوا ہے کون ہے جو شاعروں کا نام
جگر صاحب پورے شاعرانہ انکسار سے شکریہ ادا کر رہے تھے

داد کا لیکن آفاق کو حیرت ہوئی کہ جگر صاحب شعر تو اپنے طرز اور لحن میں پڑھتے رہے ہیں، لیکن شکریہ ادا کرتے وقت ان کی آواز ایک نازنین کی آواز بن جاتی ہے۔

یہ معمہ ابھی حل نہیں ہوا تھا کہ شور بلند ہوا،

"حفیظ صاحب، حفیظ صاحب!"

پھر خاموشی چھا گئی اور کھسر پھسر کی آوازیں آنے لگیں، بڑی مشکل سے آفاق اتنا سمجھ سکا، "اب چپ بھی رہو، سننے دو!"

اتنے میں حفیظ صاحب کی آواز گونجی اور انہوں نے بڑی آواز میں جوالوں کی طرح "رقاصہ" سنانا شروع کر دی، آفاق کو ایسا معلوم ہوا جیسے حفیظ صاحب منہ کھولے سامنے کھڑے ہیں، داد کے زور سے چھت اڑی جا رہی تھی، پھر یکایک فرمائش شروع ہوئی،

"ترانہ، ترانہ، پاکستان کا ترانہ سنائیے"

کچھ تامل کے بعد حفیظ صاحب ترانہ سنانے پر رضامند ہو گئے اور اپنے لحن داؤدی میں ترانہ سنانا شروع کر دیا،

ایک ایک مصرعہ پر اور ایک ایک تان پر اتنی داد دی گئی کہ قدرتاً لاؤڈ سپیکر کا شور سامعہ خراش ثابت ہونے لگا، حفیظ صاحب مسلسل شکریہ ادا کر رہے تھے ——— لیکن یہ کیا بات ہے اشعار سنانے والے حفیظ صاحب وہی تھے، لیکن شکریہ ادا کرتے وقت ان کی زبان میں وہ لچک، وہ رس اور مٹھاس آ گئی، جو صرف کسی سلمیٰ یا عذرا ہی کا حصہ ہو سکتی ہے،

یکایک کسی نے کہا،

"عدم صاحب اب آپ کی باری ہے، کچھ ارشاد ہو۔"

جواب ملا،

"مجھے کالعدم سمجھیے، معاف کیجیے!"

قہقہوں سے سارا کمرہ گونج اٹھا،

اتنے میں شور بلند ہوا،

"اب فیض صاحب اپنا کلام سنائیں گے، بڑی مشکل سے ہاتھ آئے ہیں نثر انگریزی میں لکھتے ہیں، شعر اردو میں کہتے ہیں!"

ایک اور آواز بلند ہوئی

"اگر آپ حضرات نے شور وشر کا یہ سلسلہ ختم نہ کیا تو وہ شعر بھی انگریزی میں کہنے لگیں گے!"

اس پر ایک ہلکا سا قہقہہ بلند ہوا، پھر خاموشی چھاگئی، آفاق نے اندازہ کیا، اب فیض صاحب شعر سنانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، چنانچہ ان کی آواز گوش ہوش تک پہنچی

وہ بات سارے فسانہ میں جس کا ذکر نہیں
وہ بات ان کو بہت ناگوار گذری ہے ______ !

اس غضب کا شور تحسین بلند ہوا کہ معلوم ہوتا تھا شور قیامت برپا ہے فیض صاحب کو بھی شکریہ ادا کرنا پڑا، آخر اس بیتابانہ جوش قدر افزائی سے وہ کیسے متاثر نہ ہوتے، لیکن آفاق نے پہچان لیا، یہ آواز رفعت کی تھی،

اب ضبط کرنا ممکن نہ رہا، اس نے زور سے دروازہ پر دستک دی، دستک کی آواز سنتے ہی سناٹا چھا گیا، اب نہ کسی شاعر کی نغمہ سنجی تھی، نہ کسی داد دینے والے کا شور، ہاں کچھ سرگوشیوں کی آواز ضرور آرہی تھی۔

آفاق نے گونجتی ہوئی آواز سے کہا۔

"دروازہ کھولو!"

مگر دروازہ نہیں کھلا، ہاں سرگوشیوں میں شدت پیدا ہو گئی،

ذرا دیر انتظار کرنے کے بعد آفاق نے پھر حکم دیا،

"میں کہتا ہوں دروازہ کھولو فوراً!"

دروازہ کھل گیا،

رفعت چور بنی، کچھ سہمی سی دروازہ کے پاس ہی کھڑی تھی صوفوں پر نشاط، کلثوم، زینب اور نزہت نہایت سنجیدگی کے ساتھ بیٹھی تھیں سامنے فرش پر ایک قالین مسند کی صورت میں بچھا تھا، اس پر گاؤ تکیہ رکھا تھا سامنے دو تین اگالدان رکھے تھے، حامد میاں کا پیچوان بھی سامنے موجود تھا، اور اس میں سے خمیرہ کی جانفزا بھبک آ رہی تھی،

اس سارے منظر کو حیرت کے عالم میں آفاق نے دیکھا، پھر اپنی کیفیت پر غالب آتے ہوئے اس نے پوچھا،

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

رفعت نے کہا۔

"کچھ نہیں!"

آفاق نے سوال کیا،

"جگر صاحب کہاں گئے؟"

رفعت نے کلثوم کی طرف اشارہ کیا،

"یہ رہے!"

آفاق نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی،

"اور حفیظ صاحب کہاں ہیں؟"

رفعت نے نشاط کی طرف اشارہ کیا،

"یہ دیکھئے!"

آفاق نے سوال کیا،

فیض صاحب نے بھی تو اپنا کلام سنایا تھا، ان سے ملنا چاہتا ہوں

نشاط بول پڑی،

وہ تو آپ کے سامنے کھڑی ہیں!"

پھر سب کھلکھلا کر ایک ساتھ ہنس پڑیں، آفاق بھی ہنسنے لگا،

"کمال کر دیا بھائی ——— مجھے تو واقعی دھوکا ہوا تھا —

لیکن آخر یہ سوجھی کیا تھی؟"

رفعت نے جواب دیا۔

"آج چھٹی تھی، ہم نے سوچا ذرا یہی پروگرام رہے۔"

"آفاق گویا ہوا،

"قائل ہونا پڑتا ہے تم لوگوں کے کمال کا ——— واہ بھئی واہ! "

رفعت کہنے لگی۔

"بس خالی خولی الفاظ ہی سے ٹرخائیں گے آپ؟"

"تو اور کیا چاہتی ہو؟"

"اگر ہمارا کام واقعی پسند آیا ہے تو انعام بھی دلوائیے، ——— !"

"انعام؟ اچھا کیا انعام لوگی"

رفعت نے نشاط سے پوچھا،

"بتاؤ"

نشاط نے مدد کی،

"آفاق بھئی ہم سب کو سینما دکھا لائیے!"

عام طور پر آفاق لڑکیوں کے ساتھ سینما جانے کا قائل نہ تھا، لیکن اس وقت ان کی ان جدت طرازیوں سے وہ واقعی اتنا متاثر تھا کہ ہر فرمائش پوری کرنے پر تیار تھا، اس نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ کہا،

"بہت اچھا منظور ——— چلئے تشریف لے چلئے (گھڑی دیکھ کر) زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ کی مہلت دی جا سکتی ہے، ورنہ کھیل شروع ہو جائے گا، اور جانا بیکار ہوگا!"

رفعت خوش ہو گئی

"پانچ منٹ میں لیجئے ——— !"

پھر وہ نشاط کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی،

"آؤ نشاط کپڑے بدل لیں جلدی سے۔"

نشاط وہی معمولی سے گھریلو کپڑے پہن کر آئی تھی رفعت ز...
اپنے کپڑے پہننے کو دیئے، کلثوم اور زینب وغیرہ دور سے آئی تھیں...
ویسے ہی بنی ٹھنی بیٹھی تھیں، دس منٹ کے اندر اندر، یہ قافلہ ...
میں پہنچ گیا۔

(۵)

پکچر خاصی دلچسپ تھی، واپسی میں کلثوم، زینب اور نزہت کو ان کے گھر اتار دیا، نشاط، رفعت کے ساتھ واپس آ گئی، پھر میز پر کھانا چنا گیا، اور تینوں بیٹھ کر کھانے لگے، آفاق نے لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے رفعت سے کہا،

"مربھکوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑنے کی کیا ضرورت ہے؛ —— کچھ باتیں بھی کرو!"

رفعت نے نشاط کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

"نشاط کچھ اور بھی سنا تم نے؟"

وہ بولی،

"ہاں سنا کیوں نہیں؛ —— گیہوں مہنگا ہو گیا ہے، شکر ملتی نہیں، گھی کے نام سے چربی بک رہی ہے!"

آفاق نے ایک قہقہہ لگایا،

رفعت نے مسکراتے ہوئے کہا،
"بڑے بھیا کی نسبت ہو گئی آج ——————"
مگر نشاط نے کچھ نہ کہنے دیا، جھٹ سے سوال کر ڈالا،
"سچ! —————— کس سے؟ کب ——————؟"
رفعت نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا،
"آج —————— ارجمند سے، جانتی ہو نا ارجمند کو؟"
"کچھ ایسا زیادہ نہیں، یہیں دو ایک بار دیکھا ہے؟"
"کیسا پایا ارجمند کو؟"
"کیا کہنا ہے، صورت شکل کا تو کہنا ہی کیا، چندے آفتاب چندے ماہتاب، ماشاء اللہ دولت مند باپ کی بیٹی ہیں، عادت کی بھی اچھی ہی ہوں گی!"
"ہاں نشاط بہت زیادہ —————— تمہیں ارجمند آپا سے واسطہ نہیں پڑا ہے، ملو گی تو دیکھو گی، اوہ تو باغ و بہار ہیں اپنی ذات سے!"
"(مسکراتے ہوئے) یوں کہو، آفاق بھائی باغ ہیں اور ارجمند اس باغ کی بہار، کیوں آفاق بھائی؟"
آفاق کا قہقہہ بڑا بے تحاشا ہوتا تھا، اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا،
"بات تو خوب پیدا کی،"
نشاط بھی ہنسنے لگی، اس نے رفعت سے کہا،
"اگر واقعی ارجمند ایسی ہیں تو خوب گذرے گی؟"
رفعت خوشی کا جھولا جھولتی ہوئی بولی،

"بہت خوب ——— بڑی اچھی اور بے انتہا دلچسپ خبر
ہے!" ———

رفعت بگڑ گئی،

"جاؤ ہم نہیں کہتے!"

نشاط ہنسنے لگی،

"ارے تم کوئی خبر سنانا چاہتی تھیں، ہاں تو کیا ہوا؟"

رفعت نے جل کر کہا،

"تمہارا سر!"

نشاط بولی،

"خفا ہوگئیں ——— اچھا ہم معافی مانگ لیتے ہیں!"

آفاق نے مداخلت کی،

"بھئی رفعت بات بڑھانے سے کیا فائدہ؛ تم تو ہر وقت لڑنے
ادھار کھائے بیٹھی رہتی ہو، ——— سنا ڈالو اپنی وہ خبر ذرا ہم
جی بہلا لیں گے!"

رفعت نے جواب دیا؛

"آپ ہی کی خبر تو دے رہی تھی نشاط کو!"

آفاق خاموش ہو کر مسکرانے لگا، نشاط سراپا اشتیاق و تجسس بن کر
"آفاق بھائی کے بارے میں کوئی خبر ہے؟ ———
میرے سر کی قسم بتاؤ کیا بات ہے؟"

"ہاں بڑے مزے رہیں گے !"

آفاق نے مداخلت کی ،

" لیکن ایک بات سن لو بھئی ، کان کھول کر !"

رفعت کے بجائے نشاط نے کہا ،

" فرمایئے ، سن رہے ہیں !"

وہ گویا ہوا ،

" اگر آپ لوگ پارٹی بنا کر سینما کے پروگرام بنایا کریں گی ، تو بندہ اس کے لئے تیار نہیں ہے ۔ !"

نشاط ہنسنے لگی ،

" واہ آفاق بھائی ، آپ کی کیا مجال کہ ہماری پارٹی کے آگے سر نہ جھکائیں جس کی لیڈر ارجمند ہوگی ، پھر تو ہم روز سینما دیکھا کریں گے !"

ذرا دیر خاموش رہ کر نشاط نے رفعت سے پوچھا ،

" کب ہو رہی ہے شادی ؟"

رفعت نے افسوس کے لہجہ میں کہا ،

" ہر وقت ہو سکتی ہے ، لیکن بڑے بھیا کو اصرار ہے ، جب تک ایل ایل بی نہ کر لیں گے ، شادی نہیں کریں گے ، مجبوراً نسبت پر قناعت کرنا پڑی !"

نشاط نے شکایت آمیز لہجہ میں پوچھا ،

" کیوں آفاق بھائی ، اس سے کیا فائدہ ہوگا ؟"

آفاق نے پلیٹ سامنے سے ہٹاتے ہوئے کہا ،

مجھی بات یہ ہے کہ شادی اپنے بل بوتے پر کرنی چاہیئے، جب تک
ہی روزی کمانے کے قابل نہ ہو جاؤں، ایسی جرأت نہیں کر سکتا!

نے اعتراض کیا،

"لیکن آپ کو کمی کس بات کی ہے —————— خدا کا دیا
یا نہیں ہے؟"

آفاق نے منہ کھا سا منہ بنا کر کہا،

"خدا کا دیا سب کچھ ہے، لیکن ابھی اس نے روزگار نہیں دیا ہے، اسی
انتظار ہے!"

نشاط چڑ گئی،

"مزدوروں کی زبان میں بولا کیجیے، ——— روزگار کیا چیز ہے؟"

رفعت نے نشاط کی تائید کی،

"ہاں بڑے بھیا، ان باتوں سے کیا حاصل؟"

آفاق نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا،

"حاصل تو ہو گیا —————— یعنی نسبت ہو گئی، نکاح ملتوی ہو گیا
اس سے زیادہ مجھے اور چاہیئے بھی کیا تھا؟"

نشاط ہنسنے لگی،

"بڑے وہ ہیں آپ!"

آفاق نے ہنستے ہوئے پوچھا،

"وہ کیا، —————— شریر؟"

نشاط جھینپ سی گئی ،

"بیٹھیے بھی !"

آفاق اُٹھنے پر آمادہ ہو گیا ،

"بہت اچھا ——————— میں چلا !"

---

(۶)

لیکن رفعت نے جانے نہیں دیا،

"سُنیئے تو بڑے بھیّا!"

وہ پھر بیٹھ گیا، قبل اس کے کہ رفعت کچھ کہے نشاط نے پُوچھا،

"اس تقریب کے موقع پر کون کون گیا تھا، ارجمند کے ہاں، ؟"

وہ بولی،

"اماں جی اور میں!"

نشاط کو جیسے کچھ یاد آ گیا،

"ماجدہ خالہ اور زرینہ کو بھی اس موقع پر ساتھ لے جانا چاہیئے تھا،
بیچاریوں کے ٹوٹے ہوئے دل ہیں خوش ہو جاتیں!"

رفعت نے کہا،

"خوش ہو جاتیں! ان پر تو بجلی گر پڑتی!"

بھلا ہماری خوشی سے انہیں کیا واسطہ ؟"
نشاط نے کہا۔
"رفعت ایسا نہ کہو، میں وہاں اکثر جاتی رہتی ہوں، اور
مجھے محبت ہو گئی، اتنے نیک اور شریف لوگ میں نے عمر بھر نہیں
آج تک کیا مجال ہے جو تم میں سے کسی کی ماں بیٹی نے برائی کی
آفاق بھائی کو تو وہاں بُت کی طرح پوجے جاتے ہیں ؛"
اب آفاق سنجیدہ ہو گیا تھا اس نے کہا،
"نشاط تم نہیں جانتیں معاملہ کیا ہے !"
پھر کچھ رُک کر اس نے کہا،

"معاملہ یہ ہے کہ ماجدہ چچی اور زرینہ غریب ہیں اہم امیر ہیں
غریبوں اور امیروں میں بھی کہیں عزیز داری چلتی ہے ؛ وہ بیچاری
کے سامنے اس کا اعتراف کرتے ہوئے جھجکتی ہوں گی کہ ہماری
عزیز ہیں ——— احساسِ کمتری ——— اور ہمارے گھر
لوگ اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنا عزیز قریب تسلیم کریں
احساسِ برتری !"
اس گفتگو سے فضا بالکل بدل گئی، نشاط گویا ہوئی،
"اس سے کیا ہوتا ہے آفاق بھائی !"
آفاق نے سمجھانے کے انداز میں کہا،
"میری عزیز اسی سے سب کچھ ہوتا ہے ———

غریب نہ ہوتی تو کیا اشفاق یا اخلاق کی بیوی نہیں بن سکتی تھی ؛ کون سی خوبی
ہے جو اس میں نہیں ؟"

نشاط کے دل میں ایک کھٹک سی پیدا ہوئی ،

"واقعی کون سی خوبی ہے جو اس میں نہیں ، اور اس سے اچھا کیا ہوتا ،
اگر اشفاق بھیا یا اخلاق بھائی سے اس کی شادی ہو جاتی ، میں تو کہتی ہوں ،
آپ ہی کر لیتے ، !"

آفاق ہنسنے لگا ،

"میں اگر کر سکتا تو ضرور کر لیتا ، اس لئے کہ میں ان ڈھکوسلوں کا قائل
نہیں ، بات یہ ہے کہ زرینہ رفعت کی ہم عمر ہے ، گویا مجھ سے آٹھ نو سال چھوٹی
اتنی بے جوڑ شادی کا میں اصولاً مخالف ہوں !"

بات کچھ کچھ نشاط کی سمجھ میں آگئی ، اس نے کہا ،

"تو پھر اشفاق بھیا یا اخلاق بھائی سے کرا دیجئے !"

آفاق نے جواب دیا ،

"نشاط ، واقعی تم بڑی سادہ لوح لڑکی ہو ، خدا کی بندی ، ایسا اندھیر
کہیں ہو سکتا ہے ؛ ہاں اگر اس کی ضمانت ہو کہ وہ اپنے ساتھ بہت سا
جہیز لائے گی ، تو رفعت اور امی دونوں ماجدہ چچی کے پاس جا کر یہ استدعا
کرنے میں ذرا عار نہیں محسوس کریں گی !" سچ کہتا ہوں اگر خدانخواستہ
جلو خالو غریب ہو جائیں اور ہمارے گھر والوں کو پتہ چل جائے کہ ارجمند
جہیز کے بجائے صرف اپنی اچھی صورت اور اچھی سیرت لے کر آئے گی ، تو یہ

سب مل کر اس کے منہ پر تھوک دیں، اور نہایت ڈھٹائی سے وہ
بڑے فخر اور مسرت سے آج انہوں نے کی توڑ دیں گی، میں ارجمن
روپیہ سے نہیں اس کی صورت اور سیرت سے شادی کر رہا ہوں لیکن
حضرات کرام صرف اس کے روپے کے بھوکے ہیں!"

یہ باتیں آفاق نے کچھ ایسے تیور سے کہیں کہ محفل کا نقشہ
گیا، جہاں ابھی قہقہوں اور چہچہوں کا شور تھا، وہاں اب موت کا
چھا گیا۔

رفعت کے دل میں نشاط کے لئے نفرت پیدا ہو گئی، وہ دل
میں اس کو اور گالیاں دینے لگی، اس کم بخت کو اس طرح کی باتیں
کی سوجھی کیا تھی آخر؛ اگر بھیا کا مزاج پلٹ گیا تو آفت ہی آ
اس نے بڑے تیکھے انداز میں نشاط کو گھیرا پھر کہا،

"اگر زرینہ تمہیں ایسی ہی پسند ہے تو تم کیوں نہیں اسے اپنی
بنا لیتیں؟"

نشاط نے جوش کے عالم میں کہا،

"میرا بس چلے تو آج ہی شاہد بھیا سے اس کی شادی کر دوں
زندگی بھر اپنے اس کارنامہ پر فخر کروں!"

رفعت نے طنز کرتے ہوئے پوچھا،

"تو روکا کس نے ہے؟"

"حالات نے ——— بدقسمتی سے شاہد بھیا کا شو

…ن (جوانوں میں ہے، جو روپ نہیں دیکھتے مایا دیکھتے ہیں، جن کی نظر میں
…ن کی وقعت نہیں، جہیز کی اہمیت ہے، وہ اس بیوی کے خواب دیکھ
…رہے ہیں جو اپنے ساتھ ——————

آفاق بیچ میں بول پڑا،

…موٹر لائے گی، دولت لائے گی، چھکڑوں پر لد کر اس کا جہیز آئیگا
…کے ہاتھ میں ایک موٹی سی چیک بک ہوگی کم از کم ایک آراستہ
…پیراستہ کوٹھی اس کے نام ہبہ کی جا چکی ہوگی کیوں نشاط؟"

وہ دُکھ بھرے لہجے میں بولی،

"جی آفاق بھائی یہی بات ہے!"

آفاق ہنسنے لگا،!

لیکن اس ہنسی میں کتنی تلخی تھی، کتنا زہر تھا، کتنی نفرت تھی، رفعت کو اس کا اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی، وہ سخت پریشان تھی کہ کیا کرے! اس مصیبت کو جو نشاط کی عقلمندی سے سر منڈلانے لگی تھی، کس طرح ٹالے؟ جیسے جیسے اس موضوع پر گفتگو طویل ہوگی، ویسے ویسے آفاق کا پارہ چڑھتا جائے گا اور پھر نہ جانے وہ کہاں تک پہنچ کر رکے گا اور اس کا انجام کیا ہوگا وہ یہی سوچ رہی تھی کہ نشاط نے سراپا سوز و الم بن کر ایک اور سوال کر دیا۔

"آفاق بھائی میں کہتی ہوں مسلمانوں میں یہ مرض کیسے پیدا ہو گیا ہمارا مذ…
…والوں کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

آفاق کو پھر ہنسی آگئی، اس نے کہا،

"ہاں ہمارا مذہب ان چیزوں کو نفرت اور حقارت کی نظر
ہے، لیکن جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے، ہم اپنے مذہب کو
سمجھتے ہیں!"

رفعت یہ لفظ سنکر کانپ گئی، آج پہلی مرتبہ خدا کے جلال کے
نے اس کے رونگٹے کھڑے کر دیئے، وہ سوچنے لگی، آفاق کی ان کفر
کا نتیجہ یقیناً قہر خداوندی کی صورت میں ظاہر ہوگا، اس لیے لرزتی ہو
آواز میں کہا۔

"توبہ کیجئے ارے بھیا!"

آفاق کو پھر ہنسی آگئی ——————— نہایت تلخ اور زہر
بجھی ہوئی ہنسی، اس نے کہا،

توبہ تو انہیں کرنا چاہیئے، جو گھر میں بیٹھ کر نہیں، عدالت کے
میں اس کا اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا قانون وراثت رواج ہے، اسلا
مجھے توبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، میں تو اسلام کو صحیح معنی میں ایک
حیات تسلیم کرتا ہوں اور اس کے احکام کے آگے سر جھکاتا ہوں، الب
مجھے توبہ کرنے میں بھی عذر نہیں، آخر ایک گناہگار آدمی ہوں!"

آفاق کی ان باتوں نے پھر ایک مرگ کا سا سکوت طاری کر دیا
کمرہ پر،

رفعت کی حالت اس وقت قابل دید تھی، اس کا اگر بس چلتا

ں کا گلا گھونٹ دیتی، یہ سارا فتنہ اسی احمق کی باتوں سے اُٹھا تھا، اس
ل زور زور سے دھڑک رہا تھا، وہ دل ہی دل میں ڈر رہی تھی کہیں
ادی کی شرط بڑے بھیا یہ نہ لگا دیں کہ زرینہ کی شادی اشفاق یا
لاق کے ساتھ کی جائے گی تو میں ارجمند سے نکاح کر لوں گا، ورنہ نہیں
ے بھیا جیسے من چلے آدمی سے کچھ بھی بعید نہیں ہے ——————
ر ایسا ہوا تو کیا ہو گا؟

پھر امی جاویدہ خالہ کو کیا جواب دیں گی؟

اجرہ خالہ کو کیا جواب دیں گی؟

میں ارجمند آپا سے کس طرح سامنا کر سکوں گی؟

یا میرے اللہ!

اس نشاط پر بجلی بھی نہیں گر پڑتی،
آخر اسے کیا سوجھی تھی، ایسے فساد انگیز سوالات اٹھانے کی ——
—————— ؟

اب میں کیا کروں؟

یہ مجلس کس طرح برخاست ہو گی؟"

نہ جانے قسمت میں کیا لکھا ہے، کیا ہونے والا ہے؟ کچھ نہ کچھ ہونے
والا ضرور ہے؟ ورنہ پھر میرا دل زور زور سے کیوں دھڑک رہا ہے؟ طرح طرح
کے خیالات کی یورش کیوں ہو رہی ہے —————— ؟

دفعۃً گھڑی نے گیارہ بجائے، !

آفاق چونک کر اُٹھ کھڑا ہوا،

"اوہ ہو گیارہ بج گئے؛ بڑی دیر ہو گئی، ابھی مجھے بہت کام کرنے

ہیں!" ———

آفاق خاموشی کے ساتھ اُٹھ کر چلا گیا۔ اب رفعت کو موقع ملا

اس نے کہا،

"نشاط یہ آج تم نے کب کی دشمنی نکالی ہے مجھ سے؛

نشاط متحیر ہو کر اُسے دیکھنے لگی،

میں نے دشمنی نکالی ہے؛ کہنا کیا چاہتی ہیں آپ؟"

رفعت نے پوچھا،

"اس طرح کی باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی، ——— دیکھو

نہیں تم نے بڑے بھیا کا موڈ بگڑ گیا اور وہ سر سے پاؤں تک مرتا

موڈ ہی موڈ ہیں، گھڑی میں تولہ، گھڑی میں ماشہ، اللہ جانے کیا کر بیٹھیں

نشاط کی حیرت اور بڑھ گئی،

"کر کیا بیٹھیں گے؟"

رفعت نے بتایا،

"ان سے یہ ذرا بھی بعید نہیں ہے کہ اپنی شادی کی شرط یہ

کردیں کہ جب تک زرینہ کی شادی اشفاق یا اخلاق کے ساتھ نہیں ہوگی

میں یہ رشتہ منظور نہیں کروں گا!"

نشاط ہنسنے لگی،

تم تو احمق ہو ، ــــــــــــ ایسی شرط وہ کیسے عاید کر سکتے ہیں ، جب کہ انہوں نے شاید بھیا کی ہوسِ زر کا افسانہ سُنکر ہی افسانۂ اشفاق بھیا اور اخلاق بھائی پر بھی چسپاں کر دیا ــــــــــــ اور پھر یہ بھی تو غور کرو انہیں ارجمند پسند ہے ــــــــــــ!

مایوسی کی تاریکی میں امید کی ایک کرن نظر آئی ،

"یہ کیسے تم نے جانا ؟"

نشاط کو پھر ہنسی آ گئی ،

" اری پگلی تو نے سنا نہیں وہ کہہ رہے تھے ، میں ارجمند کی اچھی صورت اور اچھی سیرت سے شادی کر رہا ہوں اور یہ لوگ اس کی دولت اور جہیز پر ریجھے ہوئے ہیں ، جب انہیں ارجمند کی صورت اور سیرت پسند ہے تو وہ اس سے دستبردار کیسے ہو جائیں گے ؟ ــــــــــ سچ ہے عقل بڑی یا بھینس ، بڑی دور کی کوڑی لائیں بی رفعت ، شاباش ، واہ وا ، واہ وا !"

رفعت کا اضطراب کم ہو گیا ، ان باتوں سے اُسے بڑی تسکین ہوئی ، وہ مسکرانے لگی ،

"یہ تو ٹھیک ہے ، لیکن تم ہمارے بڑے بھیا کو نہیں جانتیں عجیب و غریب مزاج پایا ہے !"

نشاط نے ٹوکا ،

" ان سے اچھا مزاج تو اس گھر میں کسی کا میں نے نہیں پایا ، آج ان کے خیالات سُنکر میں تو عش عش کر اٹھی ، کتنے اونچے اور

برتر انسان ہیں ہمارے آفاق بھائی ———— !"

آفاق بھیا میں وہ انسانیت ہے جو ان کے طبقہ کے دوسرے لوگوں
میں ناپید ہے، وہ دوسروں کا دکھ سمجھتے ہیں، ان کا غم محسوس کرتے ہیں،
ان کی تکلیف سے خود بھی تکلیف محسوس کرنے لگتے ہیں، ان جیسے چند لوگ
ہماری سماج میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں،

---

(۷)

ابھی ابھی نشاط بڑی دیر تک زرینہ کے پاس بیٹھ کر واپس گئی تھی، رات رفعت کے گھر جو کچھ گزرا تھا، وہ ساری داستان اس نے مزے لے لے کر سنادی تھی، یہ باتیں سنکر زرینہ کے دل پر کیا گزر رہی تھی! اپنے طوفانِ تکلم میں اس کا ہوش ہی کب تھا اُسے،

نشاط چلی گئی، تو زرینہ کو اطمینان سے تنہائی میں بیٹھ کر حالات کا جائزہ لینے کا موقعہ ملا،

ایک مرتبہ اور بھی اس نے اپنے اور آفاق کے بارے میں کچھ سوچا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی تھی کہ اس نے آفاق کو، ایک مرد کی حیثیت سے چاہنے کی کوشش کیوں کی؟ کیا انسانیت اور قرابت کے رشتہ سے یہ محبت قائم نہیں رکھی جا سکتی؟ کیا محبت کے لئے ——— یہ ضروری ہے کہ اس میں قربت کی چاشنی

بھی شامل ہو ؟

یہ باتیں سوچ کر وہ شرما گئی تھی، اور اس نے ایسی شدت سے اپنے تئیں ملامت کی تھی کہ پھر یہ خیال اس کے قریب نہیں پھٹکنے پایا ——— !

لیکن آج جب نشاط نے ارجمند سے اس کی نسبت کی خبر سنائی تو ایسا محسوس ہوا جیسے سینہ کے اندر بیٹھا کوئی اس کا دل چٹکیوں سے مسل رہا ہے جس خیال کو اس نے اپنے سے دور کر دیا تھا، وہ پھر پوری شدت سے اس پر حملہ آور ہوا تھا، !

لیکن اس مرتبہ پہلے سے زیادہ سختی کے ساتھ اس نے مزاحمت کی۔ اور اسے اپنے سے دور ہٹا دیا۔ !

اس نے اپنے دل کو سمجھایا ۔

مانا کہ محبت پر بس نہیں وہ بغیر رائے لئے ہو جاتی ہے، لیکن محبت کو حد سے آگے نہ بڑھنے دینا یہ بس کی بات ہے، اور اگر کوئی آدمی اس پر بھی قادر نہیں، تو پھر اسے محبت کرنے کا حق نہیں، پھر وہ آدمی نہیں جانور ہے۔

اس نے اپنے دل کو اجازت دے دی کہ وہ اگر آفاق کی محبت سے دستبردار نہیں ہو سکتا، تو کرتا رہے، لیکن یہ جذبہ دل کی سرحد پار کر کے ہونٹوں تک اور زبان کی منزل سے گذر کر نگاہ تک نہیں آنا چاہئے،

اس نے سوچا، میری محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ میں آفاق کو خوش

کیوں یہ نہیں ہے کہ اپنے خوش رہنے کے لئے اس کی خوشی چھین لینے کی کوشش کروں، انشا ط کی گفتگو سے نئی باتوں کا اندازہ ہوا،

یہ کہ آفاق کو، ارجمند پسند ہے ——— صورت کے اعتبار سے بھی اور سیرت کے لحاظ سے بھی!!

یہ بھی کہ آفاق کے دل میں میری کتنی محبت اور عزت ہے، اسے میرا کتنا خیال ہے، اسے مجھ سے کتنی ہمدردی ہے، لیکن وہ محبت لوث جذبات سے آلودہ نہیں ہے، پھر کیا میں بھی اسی طرح کی محبت نہیں کر سکتی!

اور یہ کہ آفاق کی خواہش ہے کہ اشفاق یا اخلاق سے میری شادی ہوجائے ——— لیکن کیا میں اسے منظور کر لوں گی؟

میں کسی سے بھی شادی نہیں کروں گی، کبھی نہیں ہرگز نہیں!

میں نے ہنر سیکھ لیا ہے کہ اپنی روزی آسانی سے کما لیتی ہوں، اپنی بیماری ماں کو کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونے دیتی، اسے ہر طرح سے آرام پہنچاتی ہوں اور زندگی بھر پہنچاتی رہوں گی،

ایک کمی میرے اندر ضرور تھی ——— جہالت،!

لیکن خدا کا شکر ہے، بغیر کوئی ڈگری حاصل کئے، وہ کمی بھی اپنی ضرورت کے مطابق میں نے پوری کر لی ہے،

کوٹھی کے عالی مرتبت مکینوں نے میرا بائیکاٹ کر رکھا ہے، دوسرے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ہاں بھی ہم بے نواؤں کو کون پوچھتا ہے! پیسے پاس نہیں کہ ریڈیو خرید لوں، اور اس سے جی بہلاتی رہوں،

یہ تنہائی اور خاموشی تو میری جان پر بنا دیتی،
لیکن خدا نشاط کا بھلا کرے، اس نے میری یہ مشکل آسان کر دی اس
نے مجھے اتنی انگریزی سکھا دی کہ بڑی آسانی سے کتابیں اور رسالے پڑھ لیتی
ہوں، خریدنے کا بھی سوال نہیں، بیچاری اپنے شوق سے خریدتی ہے
اور مجھے دے جاتی ہے، پھر واپس بھی نہیں لیتی، ایک ایک کتاب اور ایک
ایک رسالہ کو جتنی بار چاہوں پڑھوں، زبان سیکھوں، طرز بیان معلوم
کروں، اسلوب تحریر سے واقفیت پیدا کروں، اب تو اچھی خاصی لائبریری
موجود ہے میرے پاس لائبریری میری رفیق تنہائی ہے، مونس غم ہے
ہمدرد ہے، غمخوار ہے ——— اور سب سے بڑھ کر یہ بات
بھی ہے، مطیع اور فرماں بردار بھی۔ جب تک جی چاہے پڑھتی رہو جب
جی چاہے کتاب بند کر دو، اور کسی دوسرے کام میں لگ جاؤ، نہ بداخلاقی
کا سوال، نہ بے مروتی کی شکایت ——— سچ تو یہ ہے کہ کتاب
سے اچھی کوئی سہیلی نہیں۔ اس طرح تو میں ساری زندگی گزار لے جا سکتی ہوں
ارجمند کو میں جانتی ہوں، ہاجرہ خالہ کی لڑکی ہے، بڑی ہی مغرور
اور متکبر، بددماغ، اور بدزبان جیسی رعونت ہے، نہ جانے بڑے بھیا اس کی
کس بات پر ریجھ گئے ہیں؛ کوٹھی میں اس کا کچھ زیادہ آنا جانا بھی نہیں
تھا، پھر انہیں اس کی سیرت کا اندازہ کرنے کا موقع کیسے مل گیا؛
یہ سوچتے سوچتے اس کے ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا۔
بڑے بھیا نے سیرت کا اندازہ صورت سے کیا ہوگا، بیچارے بدے

سادے تو ہی ہیں، سوچا ہوگا، جیسی صورت ہے ویسی ہی سیرت بھی ہوگی اور ایمان کی بات یہ ہے کہ صورت کا جہاں تک تعلق ہے، ہزاروں میں ایک ہے۔ بہرحال وہ عادت کی کیسی بھی ہو، بڑے بھیا اسے پسند کرتے ہیں اور میں بھی اسے پسند کرنے پر مجبور ہوں، بشرطیکہ اس نے مجھے ملنا گوارا کیا

---

(۸)

زرینہ انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں بیٹھی تھی کہ دیکھتی کیا ہے کہ حضرت آفاق خراماں خراماں مسکراتے، گنگناتے تشریف لا رہے ہیں آتے ہی پوچھا،

"چچی جان کہاں ہیں؟"

زرینہ نے بتایا،

"میرے سر میں درد ہو رہا تھا، اس لئے آج میرے بجائے وہ دارالمل... چلی گئی ہیں نیا کام لینے کے لئے!"

آفاق آرام سے کرسی پر بیٹھ گیا،

"ہاں بھئی تو کیا ہو رہا تھا؟"

وہ بولی،

"کچھ نہیں! ———— آپ سے لڑائی کا پروگرام بنا رہی تھی...

آفاق نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا،

"کون سی خطا سرزد ہوئی ہے اس خاکسار سے ۔ ۔ ؟"

یہ شکایت آمیز لہجہ میں گویا ہوئی ——

"کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی خطا ہو سکتی ہے کہ چپ چاپ ارجمند آپا سے آپ کی نسبت ہو گئی، اور ہمیں پتہ چلا غیروں سے،"

آفاق ہنسنے لگا،

"میں سمجھ گیا، یہ نشاط کی شرارت ہے! کیا کہہ رہی تھی وہ؟"

"بس یہی کہ ارجمند آپا سے آپ کی نسبت طے پا گئی ہے"

"شکایت تو بجا ہے تمہاری، لیکن یہ مرحلہ اتنا یکایک طے ہوا کہ مجھے خود اس وقت پتہ چلا جب مٹھائی میرے سامنے لائی گئی —— تمہیں معلوم ہی ہے مجھے کتنا شوق ہے مٹھائی کا، اگر یہ نسبت ٹوٹنے کے سلسلہ میں آئی ہوتی تو بھی میں انکار نہیں کر سکتا تھا!"

زرینہ ہنسنے لگی۔

"خدا نہ کرے ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں آپ!"

آفاق نے پوچھا،

"اچھا اب یہ بتاؤ تمہاری اس شکایت کی تلافی کس طرح ہو سکتی ہے —— ؟"

زرینہ نے جیسے فیصلہ کن انداز میں کہا،

"وہ تو نہیں ہو سکتی!"

آفاق نے دریافت کیا،

"یہ تمہارا اٹل فیصلہ ہے؟"

ہم نے کہا

"جی ہاں —— اگر آپ نے کم سے کم یہ کیا ہوتا کہ

اپنے ساتھ لے آئے ہوتے، تو یہ فیصلہ اٹل ہونے کے بجائے کمزور ہو

لیکن اب تو اٹل ہی ہے!"

آفاق نے حسبِ عادت ایک قہقہہ لگایا،

"مٹھائی تو اب بھی آسکتی ہے ——————

آجائے گی!"

"مانگ کے کھانے میں وہ لطف کہاں، جو بن مانگے کھلا

"بہت فلسفی ہوتی جا رہی ہو ریڈرز ڈائجسٹ پڑھ پڑھ کر!"

"(مسکراتے ہوئے) جی نہیں اور بھی بہت کچھ پڑھتی ہوں!"

"کیا کیا —— مثلاً؟"

"بڑے بھیا آپ میری بات کو ٹالنے کی کوشش کر رہے ہیں

کیجئے کہ آپ نے غلطی کی!"

"اتنی سی بات اگر تمہارے اٹل فیصلہ کو تبدیل کر سکتی ہے تو

صدق دل سے تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی مجھ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہو

بس یا کچھ اور؟"

"بس —— اتنا کافی ہے، اب یہ بتائیے نکاح کب

"اس میں تو ابھی دیر ہے، سال بھر کی مدت تو لگ ہی جائے گی!"

"کیوں؟ ——— امتحان تو آپ کا چھ مہینہ بعد ہو رہا"

"ہے پھر مزید شش و پنج کس لئے؟"

آفاق نے پھر ایک قہقہہ لگایا،

"ارے بھئی یہ نشاط تو بڑی حرفوں کی بنی معلوم ہوتی ہے، سب کچھ

بتا ہی؟ ——— میرا فیصلہ یہ ہے کہ جب تک پریکٹس شروع

کر کے کچھ کمانے نہ لگوں، شادی نہیں کروں گا ———؟"

زرینہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"اصولی اعتبار سے بات تو صحیح ہے، لیکن اس تکلف کی بھی کیا ضرورت

ہے، اللہ رکھے، تایا جی (حامد میاں) کے پاس جو کچھ ہے وہ آپ ہی کا ہے!"

آفاق نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا،

"غلط ——— وہ انہی کا ہے، میرا تو وہ ہوگا، جو

میں خود کماؤں ———!"

زرینہ خاموش ہو گئی!

---

(۹)

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ماجدہ آ گئیں، ماجدہ کو دیکھ کر آفاق تعظیماً
کھڑا ہو گیا، ماجدہ کا چہرہ دھوپ نے سنولا دیا تھا، ماتھے پر پسینے کے
قطرے چمک رہے تھے، سانس بھی ذرا زور زور سے چل رہا تھا اور کمر پر
ہاتھ رکھ کر ایک آہ کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گئیں، پھر پیار سے کہا

"بیٹے کھڑے کیوں ہو، بیٹھ جاؤ!"

وہ خاموشی کے ساتھ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا!

آفاق اس وقت ماجدہ اور زرینہ کے سامنے بیٹھا تھا، لیکن اس کے
خیالات نہ جانے کہاں کہاں بھٹک رہے تھے،

وہ چھوٹا سا تھا، جب ماجدہ اس کے چچا کی بیوی بن کر شہر کو چھوڑ
آئی تھی، اس کا شمار اپنے وقت کی خوبصورت عورتوں میں ہوتا تھا، بڑی
آنکھیں، متبسم ہونٹ، اور یہ آفاق تو ہر وقت چچی کے پاس بیٹھا رہتا

خوب پریشان کرتا تھا بیچاری کو ، اور وہ ایک دل نواز تبسم کے ساتھ سب کچھ
ساری شرارتیں برداشت کرلیتی تھیں
لیکن آج وہ خوبصورت اور تر و تازہ چہرہ ، گل پژمردہ نظر آرہا تھا ،

آہ! زمانہ کی سختیاں !

جو چہرہ گلاب کو شرماتا تھا آج اس پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں ، !
اس بڑھی عورت نے جس روز دولہن بن کر اپنے شوہر کے گھر میں قدم
رکھا تھا ، تو اس کے سینہ میں کیسی کیسی امیدیں اور آرزوئیں کروٹیں لے رہی
ہوں گی ، خوشی کے دیئے جل رہے ہوں گے ، سنہرے مستقبل کا خواب دیکھ
رہی ہوگی !

لیکن شوہر کے گھر میں اسے ملا کیا ؟
غربت ، بے مائگی ، محنت ، مشقت ، طعن و تشنیع ، !
شروع کے چند دنوں کے سوا شاید ایک دن بھی اسے سکون و مسرت کا
نصیب ملا شوہر بھائی کا دست نگر تھا ، کماتا پوت نہ تھا ، بھائی کا برتاؤ غیروں
سے زیادہ کھرا ، اور کھردرا ، بھابی سے آس ہوگی ، جو صرف جیٹھانی ہی نہیں ،
قریبی رشتہ سے بہن بھی تھی ، اور شادی سے پہلے دونوں میں چاہ اور دوستی
کا رشتہ بھی بڑا مضبوط قائم تھا ، لیکن بھابی سے سوا ، طنز و تعریض کے کچھ
نہ ملا ، وہی جلی کٹی باتیں ، وہی دل میں چھید ڈال دینے والے طعنے ، وہی
دل کو ٹکڑے کردینے والی چوٹیں ، لیکن وہ چپ چاپ ، یہ سارے وار
سہتی رہی ، نہ گلا نہ شکوہ ، نہ شکایت ، نہ حکایت ، نہ فریاد ، نہ نالہ

نہ شیون نہ فغاں ———— حتیٰ کہ شوہر تک سے زکوٰ...
فرمائش کی، نہ کسی بات پر جنگ کی، نہ کوئی مطالبہ کیا، اسے غریب...
اور بے بسی کا علم تھا، یہ اس کا دل دکھانا نہیں چاہتی تھی، یہ اس کے...
کا بھالا بننا چاہتی تھی، دل کا زخم بننے کی خواہش نہیں رکھتی تھی،
"لیکن یہ دور بھی گذر گیا ———— !"

اور ایک دن وہ شوہر، جو اپنی بے بضاعتی اور دست نگری...
باوجود دل و جان سے اپنی بیوی کو چاہتا تھا، چشم زدن میں اس جہان...
سے گزر گیا،

کتنی ہمت، کتنی عزیمت، کیسی استقامت کے ساتھ اس نے...
یہ طمانچہ بھی برداشت کر لیا، اُف تک نہ کی، قیامت گذر گئی، آنکھوں...
دُنیا تار یک ہو گئی، زندگی تباہ ہو گئی، لیکن وہ خاموشی کے ساتھ یہ حادثہ...
کرنے لگی "

لیکن مصیبت جب آتی ہے، تو تنہا نہیں آتی، اس کے جلو میں...
بھی طرح طرح کی آفتیں اور بربادیاں آتی ہیں،

یہ دورِ ابتلاءٗ بھی ختم نہیں ہوا تھا کہ رفعت کا کھوٹا کیا بر افتہ...
لایا، امی نے گھر پر بلا کر اس بیوہ دیورانی اور اس کی یتیم بیٹی کو وہ...
کہ آسمان وہاں اُٹھا ہو گا، اور زمین کانپ گئی ہو گی، اور زرینہ کی رگوں...
بہرحال جوان خون ہے، اس نے ترکی بہ ترکی جواب دینے کی ہمی...
کی، لیکن ان دل شکن اور توہین آمیز باتوں کے جواب میں، جسے زمانہ...

۔۔۔ زوج چلنے کا حق تھا، اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا، ہاں،
۔۔۔ دوں پر بس نہ تھا، وہ ضرور حلقۂ چشم سے باہر نکل آئے،
زمانہ کی ستائی ہوئی اس بڑھی، غریب اور بے سہارا عورت نے
پھر ایک ریکارڈ قائم کیا!

مرحوم شوہر کے عالی مرتبت بھائی کے لنگر خانہ سے جو دو روٹیاں
ملتی تھیں خوش و ناخوش بہرحال ان سے پیٹ چلتا تھا، لیکن اس نے
ذلت کی روٹی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اپنی جوان بیٹی کو للکارا، خود کمر ہمت باندھی اور مزدوری کر کے اپنا
پیٹ پالنے لگی، یہ موسم، یہ گرمی، یہ دھوپ، یہ تمازت آفتاب، یہ دوپہر کا
وقت، اور وہ ہے کہ اپنے ناتواں جسم کو گھسیٹتی، گرتی پڑتی، دارالمشواول
جا رہی ہے، وہاں سے کئے ہوئے کام کی مزدوری وصول کرتی ہے، اور
محنت کے لئے نیا کام لے کر واپس آتی ہے

بدن کمزور پڑ گیا ہے، کمر جھک گئی ہے، طاقت جواب دے رہی ہے
لیکن ہمت نے اب تک ساتھ نہیں چھوڑا ہے، وہ ہمت اور قوت ارادی
ہی تو ہے، جو اس زبوں حال، اور خستہ و درماندہ بڑھیا سے کام لے رہی ہے
کاش یہ میری ماں ہوتی، کاش میں اس کا بیٹا ہوتا! ——— لیکن
اس کا برتاؤ میرے ساتھ وہی تو ہے جو ایک ماں کا بیٹے کے ساتھ
ہوا کرتا ہے، اور میں بھی اسے ماں سے کم کب سمجھتا ہوں،
میرے سامنے جب کھانا آتا ہے، بھنا ہوا گوشت، قورمہ، کباب

کوفتے، بریانی، پلاؤ، زردہ، فیرنی، طرح طرح کے اخوانِ نعمت، تو دل کے
گوشے سے ملامت کی صدا اُٹھتی ہے کہ تو یہ نعمتیں تناول کر رہا ہے
تیری چچی، جو ماں سے کسی طرح کم نہیں، تیری چچازاد بہن جو سگی بہن
سے بھی زیادہ تیرا مان رکھتی ہے، اس وقت یا تو فاقے سے پڑی ہوں گی یا
روٹی کھا کر خدا کا شکر ادا کر رہی ہوں گی،

وہ کھانا زہر بن جاتا ہے، جی چاہتا ہے اُٹھ جاؤں، ایک لقمہ
کھاؤں ———— لیکن کھانا پڑتا ہے، میں مرد ہوں، نوجوان
لیکن مجھ میں وہ حوصلہ نہیں، وہ ہمت نہیں، وہ قوتِ ارادی نہیں، جو اس
بوڑھی عورت ماجدہ بیگم میں ہے!

لیکن چچی جان! ———— یہ دور انشاءاللہ اب جلد ہی ختم
ہو جائے گا، عنقریب وکالت کی سند مجھے مل جائے گی، اور میں پریکٹس شروع
کر دوں گا، یہ میرا وعدہ ہے، یہ میرا عہد ہے کہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ آپ کے
قدموں پر نثار کروں گا، اپنی آمدنی کا ایک حصہ زرینہ کے جہیز کے لئے
وقف کر دوں گا!

زرینہ کی شادی انشاءاللہ ہو گی، دھوم دھام سے ہو گی، اتفاق سے
اخلاق سے نہ سہی، ان نالائقوں کے وہ قابل بھی کب ہے، کسی شریف
نیک اور تعلیم یافتہ شخص سے، اور اس شادی کے سارے مصارف میں برداشت
کروں گا، جب وہ اس گھر سے رخصت ہو گی، تو یہ احساس لے کر جائے گی
کہ وہ اس دنیا میں اکیلی نہیں ہے، اس کا کوئی ہے اس کا بھائی ہے،

اس کے لیے سب کچھ کر سکتا ہے، اس بھائی کا گھر ہے جس کے دروازے ہر وقت اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں، اس گھر میں نہ طنز کا سوال ہے، نہ تشنیع کا، دل جلی کٹی باتوں کا، نہ دل میں چھید ڈال دینے والی چوٹوں کا، یہاں اس کے لیے صرف احترام ہے، عزت ہے، محبت ہے، خلوص ہے۔

زرینہ کی شادی کے بعد ماجدہ چچی میرے گھر آجائیں گی، ارجمند ان کی خدمت کرے گی، وہ غیور اور خود دار ہیں کبھی اور کسی قیمت پر یہ گوارا نہیں کریں گی کہ داماد پر اپنا بوجھ ڈالیں، اور وہیں جا کر رہ پڑیں لیکن جب تک میں زندہ ہوں، انہیں کہیں جانے کی ضرورت کیا ہے،

وہ اپنے گھر میں رہیں گی، میرے پاس، اپنے بیٹے کے پاس!

بڑی دیر اسی طرح گزر گئی، وہ خاموش سر جھکائے عالم خیال میں اپنے باتیں کرتا رہا، ماجدہ بیگم اطمینان سے بیٹھی چھالیہ کاٹ رہی تھیں ——
—— اپنے حال میں مگن، اپنے خیال میں مست!

لیکن زرینہ غور اور توجہ سے اس آثار چڑھاؤ کو دیکھ رہی تھی جو آفاق کے چہرے سے ہویدا تھا، آخر جب بہت دیر گزر گئی، تو اس نے ماں سے مسکراتے ہوئے کہا

"اماں جی آپ دیکھ رہی ہیں —— ؟"

وہ چھالیہ کترتے کترتے بولیں،

"کیا چیز بیٹی؟"

زرینہ نے آفاق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"ذرا بڑے بھیا کو دیکھئے ——— زہنے[illegible]
کی سیر کر رہے ہیں!"

آفاق اپنا ذکر سنکر چونک پڑا،

"کیا ہوا زرینہ!"

وہ مسکرانے لگی،

"بڑے بھیا آپ بھی بڑے بداخلاق ہیں!"

آفاق نے چونک کر پوچھا،

"کیا ہوا! ——— کیا کیا میں نے؟"

وہ چھیڑتی ہوئی بولی،

"ابھی ارجمند آپا آئی تھیں، اتنی دیر کھڑی رہیں، آپ نے [illegible]
نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا! وہ روٹھ کر چلی گئیں!"

آفاق نے ایک قہقہہ لگایا،

"سن رہی ہیں آپ چچی جان، اس زرینہ کی باتیں ———
بے انتہا شریر ہو گئی ہے یہ!"

ماجدہ نے اپنا مشغلہ جاری رکھا اور بولیں،

"تم ہی نے کیا ہے!"

وہ ہنسنے لگا، زرینہ بھی مسکرا دی!

---

(۱۰)

آفاق نے نہایت کامیابی کے ساتھ ایل ایل بی کے امتحان سے فراغت کر لی، نتیجہ تو ابھی نہیں شائع ہوا تھا، لیکن اساتذہ اور طلباء اور خود آفاق کو بھی کامیابی کا پختہ یقین تھا، امتحان کے زمانہ میں اس نے غیر معمولی محنت کی تھی جس کا اثر اس کے تھکے ہوئے اعصاب سے نمایاں تھا، حامد میاں نے رائے دی کہ مہینہ بیس روز کے لئے کسی صحت افزا پہاڑی مقام پر چلے جاؤ، دل و دماغ پر اس محنت کا جو بوجھ ہے وہ اتر جائے گا، اس عرصہ میں تمہارے لئے ایک الگ دفتر کا انتظام کر دیا جائے گا۔ واپس آتے ہی پریکٹس شروع کر دینا، میں باپ ہوں، تم بیٹے ہو اس لئے میں تم سے اس طرح کام نہیں لے سکوں گا، جس طرح ایک سینئر وکیل کو جونیئر وکیل سے لینا چاہئے لہٰذا میں نے اپنے دوست رضا حسین سے کہہ دیا ہے۔ وہ تمہیں اپنے ساتھ شریک رکھیں گے، تمہاری محنت اور ذہانت سے

قوی اُمید ہے کہ دو ہی تین مہینہ میں تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ [illegible]
پریکٹیس کر سکو، ویسے تو جو دشواری تمہارے راستہ میں حائل ہو، یا فن کی
باریکی سے متعلق کوئی بات پُوچھنا ہو، تو ظاہر ہے ہر طرح سے میں تمہاری
مدد کروں گا۔

آفاق کی سمجھ میں یہ نکتہ آ گیا، اس نے سامان سفر باندھنا شروع کیا،
فاخرہ کو شوہر کی یہ تجویز کچھ زیادہ پسند نہیں تھی، ان کی رائے
تھی کہ اب لڑکے نے امتحان دے دیا ہے اس کی شادی کر دینی چاہیئے وہ
اپنی، بیوی کو ساتھ لے کر چاہے پہاڑ جائے، یا یورپ، ہم خوش، ہمارا خدا [illegible]
لیکن حامد میاں نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا، انہوں نے کہا
"تم تو اب روز بروز سٹھیائی جاتی ہو!"
قبل اس کے کہ حامد میاں اپنا جملہ پورا کریں، فاخرہ نے لقمہ دیا،
"تم تو ماشاء اللہ گبرو جوان ہو، خدا نظر بد سے بچائے!"
حامد میاں ہنسنے لگے،
وہی جلی کٹی باتیں "ارے بھئی سنو تو!"
وہ ذرا رکھائی سے بولیں،
"میں سن رہی ہوں، کہو!"
حامد میاں نے عرض کیا،
"لڑکا کافی تھک گیا ہے، دیکھتی نہیں ہو، اس کا چہرہ کیسا زرد ہو
رہا ہے، ذرا پہاڑ ہو آنے دو، وہاں سے ان شاء اللہ تر و تازہ ہو کر آئیگا

پھر شادی بھی ہوتی رہے گی، کیا ارجمند کہیں بھاگی جارہی ہے؟"

فاخرہ کے لئے یہ جملہ ناقابل برداشت تھا،

"اے میں کہتی ہوں تمہاری زبان میں لگام ہے یا نہیں؛ جو منہ میں آیا پھٹ سے کہہ دیا، واہ ارجمند کیوں بھاگنے لگی!"

حامد میاں کو اس اعتراض پر ہنسی آگئی،

"اچھا میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں ——— لیکن آفاق کو روکنے کی کوشش نہ کرو، اور نہ ابھی شادی کا نام لو، ضدی لڑکا ہے ——— اور یہ بھی تمہارے ہی لاڈ کا نتیجہ ہے ——— خواہ مخواہ اکھڑ گیا بیٹھے سے تو اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے، !"

فاخرہ سہم گئیں،

"آج تمہیں کیا ہو گیا ہے، خواہ مخواہ مجھے ہولائے دے رہے ہو،!"

حامد میاں نے پیار بھری نظروں سے بیوی کی طرف دیکھا،

"نہیں بھائی اس میں ہول کھانے کی کیا بات ہے؛ ——— طے ہو چکا ہے کہ چار چھ مہینہ پریکٹس کرنے کے بعد وہ شادی کرے گا، ہم بھی اسے منظور کر چکے ہیں، تو بھی ——— ، ہاجرہ بھی اور جاوید بھائی بھی پھر ایک نیا شگوفہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؛ یہ تو وہی بات ہوئی آ بیل مجھے مار!"

وکیل صاحب کی مچھے دار باتوں کے سامنے آخر فاخرہ کو سپر ڈال دینی پڑی،

"اُدھر میری کون سُنتا ہے، باپ بیٹے کا راج ہے، جو چاہو کرو، قسم لے لو، جو اب کسی معاملہ میں دخل دوں؟"

حامد میاں ہنسنے لگے،

"جھوٹی قسم کھانے سے حاصل؟"

فاخرہ کو بھی اس برجستہ فقرہ پر ہنسی آگئی، مسکراتی ہوئی چلی گئیں، شام کی گاڑی سے آفاق روانہ ہو گیا،

(۱۱)

ایک روز زرینہ سے ماجدہ نے کہا،

"بیٹی ذرا دارالنسواں چلی جاؤ، بارہ پندرہ روپے کا کام ہو چکا ہے
تو مل جائے تو میں راشن منگا لوں، اور جو نیا کام ملے وہ بھی لیتی آنا"

زرینہ نے کہا،

"اماں جی، میں نہیں جاؤں گی!"

اس جواب پر ماجدہ کو حیرت ہوئی،

"بیٹی کیوں نہیں جاؤ گی!"

وہ بولی،

"بس میرا جی ——— اب کبھی بھی نہیں جاؤں گی!"

اب تو ماجدہ کو تشویش ہوئی کہ یہ ماجرا کیا ہے،

"لیکن کوئی وجہ بھی تو ہو گی نہ جانے کی!"

زرینہ نے کچھ تامل کرتے ہوئے کہا،

"نام تو میں نہیں جانتی، لیکن صورت سے ان دونوں کو اچھی طرح پہ
ہوں اسی محلہ کے رہنے والے ہیں، جب میں گھر سے نکلتی ہوں تو گویا تاک میں
لگے رہتے ہیں، مجھے سنا سنا کر، ایسے گندے مذاق کرتے ہیں آپس میں کہ
گھن آنے لگتی ہے ——————"

ماجدہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں،

"یہ کیا کہہ رہی ہے بیٹی؟"

وہ بولی،

"اماں جی، وہ بڑے کمینہ لوگ ہیں، فقرے چست کرتے ہوئے پ
ساتھ ساتھ چلنے لگتے ہیں -!"

"لیکن تو نے مجھ سے تو آج تک نہیں کہا -!"

"کیا کرتی آپ سے کہہ کر؛ میں نے سوچا شاید یہ خود ہی سدھر جائیں
ادھر تین چار روز سے تو ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں"

"ہائے غضب خدا کا ——————"

"جی —————— اسی لئے تو میں نہیں جاتی، میں نے فیصلہ کر لیا ہے
کچھ روز گھر سے باہر ہی نہیں نکلنے کی، ——————!"

"خیر یہ تو ٹھیک ہے، —————— افسوس آفاق بھی بیاہ گیا ہ
ہے؟"

"وہ کیا کر لیتے؟"

"بھلا اس کے سامنے کون غنڈا ٹھہر سکتا ہے، سب کا دماغ درست کر دیتا!"

"اماں جی دماغ درست کر دینا تو ان غنڈوں کا بہت آسان ہے میں چاہوں تو پولیس میں رپورٹ کر کے ابھی انہیں بند کروا دوں، لیکن اس سے ان کا کیا بگڑے گا، بدنامی تو ہماری ہو گی، ابھی کوئی نہیں جانتا، پھر ساری دنیا جان جائے گی، جہاں کچھ لوگ ان غنڈوں کو برا بھلا کہیں گے وہاں دو چار، مجھ پر بھی انگشت نمائی کریں گے، اس طرح بات کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی!"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے، لیکن ان کم بختوں کا کچھ تدارک بھی تو ہونا چاہیئے۔"

"وہ ہوتا رہے گا۔ اپنے آپ ہو جائے گا، بہترین ترکیب یہ ہے کہ میرا ان کا سامنا نہ ہو، آپ ہی ہار تھک مار کر خاموش ہو جائیں گے، اس کے بعد میں پھر آنا جانا شروع کر دوں گی!"

"میرا تو خون کھول رہا ہے، یہ باتیں سن کر!"

"اور میں بھی جا رہی ہوں!"

"کیوں تو سہم کیوں رہی ہے، یا خدانخواستہ تجھ میں کیا عیب ہے؟ تجھ پر کون انگلی اٹھا سکتا ہے؟"

"میں کسی اور سے نہیں ڈرتی، مجھے رفعت سے ڈر لگتا ہے!"

"کیوں اس کا ذکر کہاں سے بیچ میں آ گیا؟"

۔ آپ تو کچھ سمجھیں، اگر اس کے کان میں بھنک پڑ گئی تو سارے
جہاں میں نمک مرچ لگا کر یہ بات پہنچا دے گی، اور مشہور کر دے گی
زرینہ کا چال چلن اچھا نہیں ہے۔ میں کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتی جتنا
بدنامی سے ڈرتی ہوں، ہمارا ساتھ دینے والا کوئی نہیں، کوئی بھلا
پشت پناہ نہیں، کسی کو ہم سے ہمدردی نہیں، ایسی صورت میں وہی کرنا
چاہیئے جو میں نے سوچا ہے ——— آپ چلی جائیے!"

....

ماجدہ کو زرینہ کی باتیں تسلیم کرنا پڑیں،
"اچھا بیٹی، میں ہی چلی جاؤں گی ——— لیکن سوچتی ہوں
دل کو صدمہ ہوتا ہے، آخر ہم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے کہ لوگ اس طرح
ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں، کیا ان کم بختوں کی کوئی بہن نہیں ہے؟ کیا
یہ خدا سے نہیں ڈرتے؟ کیا خدا انہیں معاف کر دے گا؟ مظلوم کی
آہ عرش کو چیرتی ہوئی خدا تک پہنچ جاتی ہے، ہماری آہ بھی رائیگاں
نہیں جائے گی، دیکھ لینا!

(۱۲)

زرینہ سے یہ باتیں کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال کے ماجدہ نے
گھر سے باہر قدم نکالا، اس وقت وہ اتنی دل برداشتہ تھیں کہ اگر راشن
نے بے بس نہ کر دیا ہوتا، تو وہ کبھی نہ جاتیں، لیکن ضرورت انسان سے
سب کچھ کراتی ہے، چار و ناچار جانا پڑا، مشکل سے تھوڑی دور گئی ہونگی
کہ دو نوجوان جن کے چہرے سے شرارت برس رہی تھی اور آنکھوں کی
چمک جن کے بدمعاش ہونے کی گواہی دے رہی تھی، گنگناتے ہوئے پاس
سے نکلے ——— "دیوانہ بنانا ہے تو دیوانہ بنا دے!"
ماجدہ بیچاری نے پروا بھی نہیں کی کہ یہ کون بزرگ ہیں، تھوڑی
دور جا کر وہ پلٹ پڑے اور بالکل مد مقابل آ کر ماجدہ کے ساتھ ساتھ
قدم بہ قدم چلتے ہوئے ایک نے دوسرے سے کہا،
"یار صابر! یہ کمال دیکھا تم نے ان کا ——— کل تک

جوان تھیں، آج بڑھیا ہو گئیں!"

صابر نے جواب دیا،

"نہیں بھائی انور بڑھیا نہیں ہوئیں، یہ میک اپ کا کمال ہے
واللہ کیا بھیس بدلا ہے، جی چاہتا ہے قربان ہو جاؤں!"

پھر وہ لہک لہک کر اور بھائی تبا تبا کر گانے لگا،

ے اب نہ کر پردہ کہ او پردہ نشیں دیکھ لیا،
تو جہاں جا کے چھپا، ہم نے وہیں دیکھ لیا

---!

صابر نے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا،

"خدا کی قسم دل کے ٹکڑے کر دیئے، کیسا ظالم شعر سنایا ہے تم نے
بھی اس وقت!"

انور نے ماجدہ کے ساتھ چلتے ہوئے کہا

"سرکار بس اب یہ تکلف چھوڑ دیئے اپنا اصلی روپ دکھائیے
کل تو آپ نے وعدہ کیا تھا، آج دوپہر کو پکڑ لیا تلے دیدار کرائیں گی، ہم
کتنی دیر سے دھوپ میں کھڑے سوکھ رہے ہیں، اور آپ برآمد بھی ہوئیں
تو اس شان سے!"

صابر نے انور کی تائید کی ——— اور اسٹیج کے ایکٹر کی طرح، ہاتھ
ہلا ہلا کر کہنا شروع کیا،

اے صحرائے حسن کے غزالِ رعنا، اے دریائے حسن کے گوہر آبدار

اے آسمانِ حسن کے چاند، ہمارے دل کا اندھیرا دُور کر دے، اپنے نور سے ہمارے دل کے تمام تاریک گوشوں کو جگمگا دے، اگر تجھے ہرن کی طرح چوکڑی بھرنے کا شوق ہے تو آ، ہمارے تختۂ دل کو روندتی ہوئی گذر جا صحرا میں، گلستاں میں، بیاباں میں، خیاباں میں، جہاں بھی تیرا جی چاہے!"

انور نے بدقت تمام صابر کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے خاموش کیا

کہنے والا،

اے پری زاد، ہم بھکاری ہیں، ہمیں حسن کا صدقہ عطا کر!

صابر نے بالکل ایک فقیر کی طرح ہاتھ پھیلا کر کہا،

"ہمیں بھی!"

انور نے ہانک لگائی،

اے ملکۂ حسن!

صابر نے صدا دی،

اے جانِ جہاں، اے آرامِ دلِ مشتاقاں رحم، رحم

انور گلوگیر آواز میں گویا ہوا،

"ہم تجھ پر مرتے ہیں!"

صابر نے رومال سے جھوٹ موٹ کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا،

"ہم تیرے لئے جیتے ہیں!"

ماجدہ کا یہ حال تھا کہ سارا بدن بید لرزاں کی طرح کانپ رہا تھا پسینہ تھا کہ فوارہ کی طرح، ہر مسام بدن سے جاری تھا، ان کی سمجھ میں

نہیں آتا تھا کیا کریں؛ بھاگ کر کہاں جائیں، ان شیطانوں سے پیچھا چھڑائیں، دل میں انہیں کوس رہی تھیں، گالیاں دے رہی تھیں مگر اتنی ہمت نہیں تھی کہ زبان سے کچھ کہہ سکیں،

آخر دارالنسواں کا دروازہ آ گیا، وہ جلدی سے اندر داخل ہوتے ہوتے ان کے کان میں آواز آئی،

"ہم انتظار کر رہے ہیں، دھوپ بہت تیز ہے زیادہ نہ ستانا، جلدی آجانا ———"

ماجدہ کا جی چاہا، کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور دینے والی آواز نہ سنیں، وہ گرتی پڑتی اندر پہنچیں سے ہاتھوں ہاتھ لی گئیں، اجرت کا حساب ہوا، دے دیئے گئے، نیا کام بھی دے دیا گیا، واپس ہوئیں تو دل رہا تھا۔

"اگر وہ موذی پھر مل گئے تو کیا ہوگا؟"

لیکن خدا کا شکر ہے، موذی جا چکے تھے، انہوں نے اطمینان لیا، اور جلدی جلدی گھر پہنچیں!

(١٣)

واجدہ نے گھر میں قدم رکھا، تو دیکھتی کیا ہیں، زرینہ بستر پہ تکیے سے منہ چھپائے پڑی ہے، اور رو رہی ہے، سسکیاں لے لے کر، یہ منظر دیکھ کر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے، اپنی بیتا بھول گئیں، جلدی سے بیٹی کے پاس پہنچیں اور اسے پیار کرتے ہوئے کہا،

”میری بچی کیا ہوا، تو رو کیوں رہی ہے؟“

زرینہ کی سسکیاں اور تیز ہو گئیں، اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، واجدہ نے اپنے دلِ ناداں کو پھر قابو میں کیا، اور کانپتی ہوئی آواز سے پوچھا،

”خدا کے لئے بتاؤ کیا بات ہوئی، ورنہ میں بیہوش ہو جاؤں گی!“

زرینہ نے روتے ہوئے کہا،

”امّاں جی اب ہمارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے، کہیں اور اُٹھ چلئے!“

پھر خود ہی کہنے لگی،

"ہم جہاں بھی جائیں گے دیدہ دلیر بدمعاش ہمارا پتہ چلا لیں گے دارالنسواں میں آنا جانا بہرحال رہے گا، وہاں کے راستہ میں شرارتیں ہوں گی ———— اماں جی اس محلہ کو نہیں، اس شہر کو چھوڑ دیجئے جب محنت مزدوری کر کے روٹی کمانا ٹھہری تو پھر یہی شہر کیوں ———— ملکِ خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست ———— جہاں جائیں گے دو روٹیوں بھر کی مزدوری مل ہی جائے گی ———— اماں جی اگر آپ نے یہ شہر نہ چھوڑا تو میں بیمار پڑ جاؤں گی، مجھے دق ہو جائے گی میں مر جاؤں گی،

بڑے صبر سے ماجدہ زرینہ کی تقریر سن رہی تھیں، لیکن جب اس نے اپنے دق میں مبتلا ہونے اور مر جانے کی پیشین گوئی کی تھی، تو دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ گیا، وہ تڑپ اٹھیں،

"میری بچی تو اتنی ہراساں کیوں ہے؟ پریشانی کا سبب کیا ہے کچھ تو بتا!"

زرینہ نے بچوں کی طرح مچلتے ہوئے کہا،

"پہلے وعدہ کر لیجئے، یہ شہر چھوڑ دیجئے گا!"

وہ آمادگی کے ساتھ گویا ہوئیں،

"ہاں بیٹی، تیرا حکم میرے سر آنکھوں پر، اگر تیری مرضی یہی ہے تو ضرور یہ شہر چھوڑ دوں گی پھر زندگی بھر ادھر کا رخ بھی نہیں کروں گی

"لیکن خدا کے لئے کچھ منہ سے تو بول، بتا تو دے بات کیا ہے؛ معاملہ کیا ہے؛"

زرینہ پھر رونے لگی، اس نے ایک مڑا ہوا کاغذ ماجدہ کی گود میں ڈال دیا،

"پڑھ لیجئے!"

ماجدہ نے اس کاغذ کو سیدھا کرکے پڑھنا شروع کیا، یہ ایک خط تھا، جو زرینہ کے نام لکھا گیا تھا۔

"تمہاری یہ چالاکیاں کام نہ آئیں گی، آج تم گھر سے باہر نہیں نکلیں اپنی اماں جان کو بھیج دیا، لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، اس طرح کہیں ہم اپنے راستہ سے ہٹ سکتے ہیں، اگر تم اپنے اوپر رحم نہیں کرتیں تو اپنی بوڑھی ماں پر رحم کرو یاد رکھو اگر تم نظر نہ آئیں، اور بڑی بی کا جلوہ دکھائی دیا تو خواہ کچھ ہو جائے، ہم انہیں ضرور اغوا کر لیں گے، وہ چاہے جتنا روئیں، پھڑکیں ہمیں ان پر ذرا ترس نہ آئے گا۔ جب تم کو ان پر رحم نہیں آتا، حالانکہ ان کی اکلوتی بیٹی ہو تو ہمیں کیوں آنے؛ کیوں اس غریب بڑھیا کی مٹی پلید کرنے پر تلی ہوئی ہو، !

اس مختصر سے لکھے کو بہت سمجھنا، اور کل اپنا دیدار ضرور ضرور کرانا!"

ہم ہیں تمہارے جاں نثار

پہچانو کون؟

ماجدہ نے خط پڑھا، اور رونے لگیں، زرینہ نے پوچھا،

"اماں جی کیا یہ غنڈے آپ کو ملے تھے؟"

انہوں نے اقرار کیا اور رو رو کر ساری داستان دہرا دی۔ زرینہ نے کہا،

"اماں جی میری رائے مانئے۔ کل ہی یہاں سے نکل چلئے کسی طرف، وہ بولیں!"

"بیٹے اس طرح منہ اُٹھا کر کہاں چلی جاؤں یہ تو پھر اپنا شہر ہے، یہاں تو کچھ نہ کچھ تدارک ہو بھی سکتا ہے، دوسرے شہر میں کچھ فرشتے تو نہیں بستے، وہاں بھی غنڈے ہوں گے، ممکن ہے وہ ان سے زیادہ پریشان کریں۔"

زرینہ نے حسرت کے ساتھ پوچھا،

"پھر اب کیا ہوگا؟"

ماجدہ نے جواب دیا،

"آفاق کو آلینے دو پھر کوئی تدبیر سوچیں گے، میں ابھی چنداکو بلاتی ہوں، وہ ہمدرد اور نیک عورت ہے، رات کو یہاں ہمارے پاس سو رہا کرے گی۔"

---

(۱۴)

اب زرینہ اور ماجدہ دونوں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا، رضاکارانہ طور پر دونوں اپنے گھر میں نظر بند اور پابند تھیں، چیندا سے کہہ کر دلدار کو ماجدہ نے اس پر راضی کر لیا تھا کہ وہ دار السلطنت سے ہجرت اور دنیا کام لے آیا کرے، ہر مرتبہ جب وہ جاتا تھا، روپیہ بارہ آنے ماجدہ ضرور انعام کے طور پر دے دیتی تھیں، آفاق ابھی تک پہاڑ پر تھا، خیال تھا کہ اسی ہفتہ میں واپس آ جائے گا، ماں بیٹی میں طے یہ ہوا تھا کہ جب تک آفاق نہ آ جائے، گھر سے نکلنے کا ارادہ بھی نہ کیا جائے،

ماجدہ باورچی خانہ میں بیٹھی کھانا پکا رہی تھیں، زرینہ اپنے کمرہ میں لیٹی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی، کہ ایک بڑھیا لاٹھی ٹیکتی ہوئی آئی اور سیدھی زرینہ کے کمرے میں پہنچ گئی، زرینہ نے اس سے پہلے اس عورت کو کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ اُٹھ بیٹھی، سمجھی کوئی بھکارن ہے، اس نے میز کے خانے

چوتی نکالی اور بڑھیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

"لو مائی اس وقت یہی ہے اگر بھوک لگی ہو، تو ذرا دیر رک جاؤ،
کھانا تیار ہوا جاتا ہے، کھا کر چلی جانا!"

بڑھیا نے لاٹھی ایک طرف رکھی اور بیٹھ گئی،

"جیتی رہو بیٹی، دودھوں نہاؤ، پوتوں پھلو، خدا تمہاری جوانی سلامت
قائم رکھے، اتنی عمر آئی مگر ایسا مکھڑا آج تک میں نے نہیں دیکھا تھا،
جی چاہتا ہے بلائیں لے لوں تمہاری!"

زرینہ بڑھیا کی یہ خوشامدانہ باتیں سن کر ہنسنے لگی، بڑھیا نے گلے
میں بندھا ہوا بٹوا کھولا، ذرا سی تمباکو، تھوڑا چونا کتھے کی ایک ذرا سی
ڈلی، باریک کٹی ہوئی ذرا سی چھالیہ، پہلے ہاتھ پر مل کر سب کو آمیز کیا،
اس کے بعد پوپلا منہ کھولا اور یہ نسخہ چبا ڈالا،

اس ادا پر زرینہ کو پھر ہنسی آگئی بڑھیا نے زرینہ کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا،

"بیٹی عمر کیا ہو گی تمہاری؟"

زرینہ نے کہا،

"سترہ سال کی!"

بے ساختہ بڑھیا کے منہ سے نکلا،

"اے ماشاءاللہ لیکن صورت سے تو تیرہ چودہ سال کی لگتی ہو!"

زرینہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بڑھیا نے ایک سوال اور کیا،

"شادی تو ہوگئی ہوگی ہماری بیٹی کی؟"

اس بے تکے سوال پر زرینہ کی بھنویں تن گئیں، اس نے کہا،

"بڑی بی بیکار باتیں نہیں کرتے۔"

بڑھیا نے ہنسنے کی کوشش کی، لیکن دانت تھے نہیں، منہ کھول کر رہ گئی، پھر بولی

"خفا ہوگئیں؟ اس میں خفا ہونے کی کیا بات تھی بیٹی؟"

بڑھیا کے اس ندامت آمیز طرز عمل سے زرینہ کا دل نرم پڑ گیا،

"نہیں خفا تو نہیں ہوئی، لیکن بڑی بی ایسی باتیں نہیں کیا کرتے؟"

بڑی بی نے کہا،

"نہ کرتے ہوں گے، بھول ہوگئی، مجھ سے لیکن بیٹی میں تو تیرے بھلے کو پوچھ رہی تھی،"

اب تو زرینہ چونکی،

"کیا مطلب؟"

بڑھیا نے اطمینان سے کہا۔

"تمہارے پڑوس میں ایک لڑکا رہتا ہے، اور بڑے باپ کا اکلوتا بیٹا ہے، دولت کی ایسی ریل پیل ہے کہ کچھ نہ پوچھو، نہ جانے قسمت کے مارے نے تمہاری جھلک کہاں سے دیکھ لی، نہ منہ سے بولتا ہے، نہ سر سے کھیلتا ہے، نہ دوست احباب کی محفل میں شریک ہوتا ہے۔ نہ سیر تفریح میں حصہ لیتا ہے، کل سے اس نے حرام ہے۔ جو ایک لقمہ بھی کھایا ہو، اس

پر مچلا ہوا ہے کہ زرینہ بیگم سے بیاہ کروں گا، ورنہ زہر کھاؤں گا
دے دوں گا، ماں باپ دونوں کی جان سوکھی جا رہی ہے، بھلا، اگر
اور جان جہاں لڑکا خودکشی کر لے، اور وہ گوارا کر لیں، اس کی ماں کا
ہے ہمیں دولت نہیں چاہیئے، جہیز نہیں چاہیئے، ہمیں تو پری اور زرینہ
چاہیئے، اس کا باپ کہتا ہے لاکھ روپیہ کا بھی اگر مہر باندھنا چاہیں
ہمیں منظور ہے، اور خود وہ بیچارہ انور تو خط غلامی لکھنے کو تیار ہے
بہشتی ثواب ملے گا، ایک بے گناہ کی جان بچا لو، اس دنیا میں سب کچھ
مل جاتا ہے مگر سچا محبت کرنے والا نہیں ملتا، اس لیئے تمہیں خط
تھا، ایک بین آنے لگی اتو مجھے دیا ہے، اپنے خون سے لکھ کر، اے
میرے تو ردونگٹے کھڑے ہو گئے، جب اس نے چاقو کی نوک اپنی ران میں
گڑائی ہے، بھل بھل خون نکلنے لگا، مگر واہ رے عاشق صادق کیا مجال ہے
جو اُف بھی کی ہو۔ جھٹ قلم اٹھایا، اور خون میں ڈبو ڈبو کر لکھنا شروع
کر دیا ——— یہ رہا!"

زرینہ یہ باتیں سن رہی تھی، اور اس کا خون کھول رہا تھا، مارے غصہ
کے وہ تھر تھر کانپ رہی تھی، اس نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ ماجدہ
کسی کام سے آگئیں، بڑھیا کو دیکھا تو پوچھا،

"یہ کون ہے؟"

زرینہ نے زہرخند کرتے ہوئے کہا،

"یہ آپ ہی کے پاس آئی ہیں، ایک بہت ضروری کام سے ———

ہاں بڑی بی اب کہو جو کچھ کہنا ہے؟!

بڑی بی کی قوتِ فیصلہ عاجز ہو گئی، وہ سوچ رہی تھیں، اور یہ طنز کر رہی ہے، یا واقعی یہ چاہتی ہے کہ اس کی ماں کو اعتماد میں لے لیا جائے؛ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکی تھی کہ چندا آ گئی، دلدار نے دارالنسواں سے لائی ہوئی اُجرت بھیجی تھی اس کے ہاتھ، وہ فاخرہ اور رفعت کے ڈر سے خود تو ماجدہ کے کوارٹر میں قدم نہیں رکھتا تھا، لیکن اپنی ماں چندا کے ذریعہ جو خدمت ممکن ہو سکتی تھی، بجا لاتا تھا، اور پھر انعام کا لالچ بھی تھا،

چندا نے جو بڑی بی کو دیکھا تو غصہ سے اس کا چہرہ تمتما اُٹھا، اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا،

"ارے حفیظن تو یہاں کہاں؟ —— کیوں ری کٹنی اس گھر کو تاکا ہے تو نے؟"

یہ کہہ کر اس نے کس کے ایک دوہتڑ حفیظن کی پیٹھ پر لگایا، خیریت چاہتی ہے تو بھاگ اور کبھی قدم نہ رکھنا اس گھر میں ورنہ یاد رکھو وکیل صاحب (حامد میاں) کے گھر میں ایسی کٹنیوں کو آنے کی سزا فوراً مل سکتی ہے، صرف ایک فون کافی ہے، جیل سے پھر جنازہ ہی نکلے گا!"

حفیظن نے کوئی جواب دیا، چپکے سے لاٹھی اُٹھائی، اور تقریباً بھاگتی ہوئی چلی گئی!

(۱۵)

حفیظن کے بھاگ جانے کے بعد چندا نے ماجدہ سے کہا،

"بی بی! یہ کیسا اندھیر ہے؟"

ماجدہ رہانسی آواز میں بولیں،

"تم ہی دیکھ لو ———— کہتے ہیں غریبوں اور بے بسوں کا
وناصر خدا ہوتا ہے، ہمیں تو اسی کی حمایت و نصرت کا انتظار ہے!"

چندا بولی،

"ان موذی کے حوصلے اتنے بڑھ جائیں گے مجھے تو اس کا
گمان بھی نہیں تھا، مجھے معلوم ہے کہ یہ اس محلہ کے مشہور غنڈے اور
ہے، اور اسی کے لئے کٹنا پا کرتی رہتی ہے، اسے جوئے
خوب آمدنی ہوتی ہے بڑھیا کا پیٹ بھی بھرتا رہتا ہے، کئی دفعہ
بھی جا چکا ہے۔ خدا غارت کرے!"

اور کا نام سُنکر زرینہ چونک پڑی!

۔ہاں اسی کا نام بار بار لے رہی تھی یہ عورت ؟"

ماجدہ کو بھی یاد آ گیا،

۔میرے خیال میں تو یہی انور ایک اور شخص صابر کے ساتھ جب میں راولپنڈی جا رہی تھی، میرا پیچھا کر رہا تھا اور طرح طرح کی گندی باتیں کر رہا تھا،

چندا نے تائید کی،

۔ہاں بی بی، اسے کیا، اس کے پرکھوں تک کو جانتی ہوں، سب چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ جیتے جی تو مکھی نہیں نگل جا سکتی، ان باتوں کا تدارک ہونا چاہیئے، ———— وکیل صاحب ماجد یہاں ہے کہوں ؟"

ماجدہ نے پناہ مانگتے ہوئے کہا،

۔ارے جی کہیں ایسا غضب نہ کرنا ؟"

اس جواب پر چندا حیران رہ گئی،

۔کیوں بی بی ———— کیا تم ان کے مرحوم بھائی کی بیوی نہیں ہو! کیا زرینہ ان کی یتیم بھتیجی نہیں ہے! اب ایسا بھی خون سفید نہیں ہو گیا ہے کہ تمہیں غنڈوں کے حوالے کر دیں، اور خود بیٹھے تماشہ دیکھتے رہیں اور پھر اس میں خود ان کی بدنامی بھی ہے ؟!

نہیں چندا ان کی بدنامی کیوں ہونے لگی ؟"

"واہ بی بی کیسے مان لوں! ضرور ہے، کیا اس طرح کوئی بدنام
ہو گی؟"

"بالکل نہیں ——— کہہ دیں گے ہم نے اپنے سرونٹ کوارٹر
میں اس غریب عورت اور اس کی لڑکی کو پناہ دے دی تھی، کیا معلوم
تھا ان لوگوں کے یہ لچھن ہیں، وہ یہ تھوڑے مانیں گے کہ ماجدہ ہماری کوئی
لگتی ہے، اور زرینہ سے ہمارا کوئی رشتہ ہے؟"

"نہیں بی بی ایسا اندھیر نہیں ہو سکتا!"

"خدا نہ کرے وہ دن میں دیکھوں، ایسی زندگی سے موت بہتر
بھلا میں تمہیں اور اپنی بچی زرینہ کو رسوا ہوتے دیکھوں گی، اور چپ
بیٹھی رہوں گی! جان دے دوں گی، مگر دونوں پر آنچ نہیں آنے
دوں گی!"

ماجدہ نے اعتماد اور یقین کے لہجہ میں کہا،

"ہاں چندا! تم بڑی نیک، بڑی اچھی ہو، تم سے یہی امید
چندا بولی،

"اور بی بی یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ وکیل صاحب تمہارے بارے
کہہ دیں گے، یہ ایک غریب عورت ہے ہماری کوئی نہیں لگتی؟"

چندا تم نہیں جانتیں، فاخرہ انہیں جرح پڑھائیں گی، وہی کرتے
رفعت کے اشارہ پر فاخرہ چلتی ہیں، اور فاخرہ کے ہاتھ میں بھیا
میاں، کی ڈور ہے!

"ہاں وہ تو ہے ———— لیکن دنیا تو جانتی ہے، اصل
...معاملہ کیا ہے؟ یہ حنیفلن جو آج آئی تھی، یہی کیا نہیں جانتی؟ سب
...معلوم ہے، محلے کے ایک ایک گھر کا رتی رتی حال پوچھ لو اس سے!
...ہوگا!"
"میرا خیال ہے کہ بیگم صاحبہ (فاخرہ) بھی اس معاملہ میں آپ کی
...کریں گی!"
زرینہ بول پڑی۔
"تمہارا خیال غلط ہے چند؟"
ماجدہ نے تائید کی،
"ان کا بس چلے، تو ہمیں شہر بدر کر دیں، ان کے ہنستے ہوئے، مسکراتے
ہوئے چہرے پر نہ جاؤ!"
زرینہ پھر بولی،
"ہاں ———— اوپر اوپر پھول کھلے ہیں بھیتر بھیتر آگ"،
چندا نے پوچھا،
"ایسے بنتی ہے، نہ دیکھے، آخر پھر ہوگا کیا؟"
ماجدہ نے بڑا اعتماد و لہجہ میں کہا،
"بس آفاق کا انتظار ہے، وہ آ لے تو ہم کوچ کریں!"
"کوچ کر کے کہاں جاؤ گی بی بی ———— ؟"
"بدھر سینگ سمائیں (ٹھنڈی سانس لے کر) اب نہ اس گھر میں جی

لگتا ہے، نہ اس محلہ میں نہ اس شہر میں بلکہ سچ پوچھو تو اب زند[illegible]
سے جی اُکتا گیا ہے چندا !"

"اے خدا نہ کرے بی بی، تمہیں زرینہ بیٹا کے لئے جینا ہے !"

"ہاں لیکن جب دشمن جینے بھی دیں !"

"اکثر میں سوچا کرتی ہوں، تم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے ؟ [illegible]
کو بھی تم نے دیکھتے اور جانتے ہوئے، اپنے پاؤں کے تلے نہ آنے [illegible]
ہو گا، پھر آخر کس جرم کی سزا مل رہی ہے۔ ؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے، نہ جانے کون سا پاپ سرزد ہوا [illegible]
ہم سے، خیر جہاں اتنی بھگت لی ہے، تھوڑی اور رہ گئی ہے اسے [illegible]
بھگت لیں گے، مگر جو کچھ ہے وہ زرینہ کی ہے، اس کی تو ساری عمر
پڑی ہے !"

زرینہ کہنے لگی،

"نہیں اماں جی، مجھے بھی نہ جینے کا شوق ہے نہ زندہ رہنے [illegible]
اس مختصر سی زندگی میں اتنا کچھ دیکھ لیا ہے کہ اب آنکھیں موند کے [illegible]
کا جی چاہتا ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے !"

یہ الفاظ سنکر باجدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، [illegible]

انہوں نے چندا کی طرف دیکھا،

"سنتی ہو ؟"

وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"ہاں بی بی! سن رہی ہوں!"
چندا نے شفقت اور محبت کے ساتھ زرینہ کے سر پر ہاتھ پھیرا،
اور اثر انگیز طور پر کہا۔
"تم ابھی بچہ ہو، بچوں کی سی باتیں کرو، یہ بوڑھوں کی طرح بولنا تمہیں
کس نے سکھایا ہے!"
وہ بولی،
"زمانہ نے"!
چندا ہنس پڑی، اس نے ماجدہ سے کہا،
"بی بی سنتی ہو، کیسی حاضر جواب ہو گئی ہے یہ ——————
خدا نظر بد سے بچائے!"
ماجدہ، چاہتی تو دل سے یہی تھیں کہ خدا نظر بد سے ان کی اکلوتی
جیتی بیٹی کو بچائے رکھے، لیکن اس کی یہ حاضر جوابیاں، ایسی تلخ اور
تکلیف دہ قسم کی، انہیں ذرا نہ بھاتی تھیں، دلگیر اور دل گرفتہ لہجہ میں
بولیں، ——————
"ہاں سن لیا"
چندا جانے کے لئے اٹھی، اس نے اٹھتے اٹھتے کہا،
"اب حفیظن تو ادھر آنے کا نام نہیں لے گی، یہ مجھے یقین ہے
رہا انور تو اس کے لئے دلدار کافی ہے، اسے سمجھائے دیتی ہوں،
وہ بھی ماشاءاللہ ہزار غنڈوں کا ایک غنڈا ہے، مرقع محل دیکھ کر دو چار

ایسے بکتے جڑ دے گا منہ پر کہ پھر انور میاں یہ راستہ تو بھول جائیں
تو میرا نام چیندا نہ رکھنا!"

پھر ذرا چپ رہ کر چیندا نے مزید گل افشانی کی۔

"بھلا یہ اندھیر برداشت کیا جا سکتا ہے، شریف بہو بیٹیوں کے
ساتھ یہ سلوک! کم بختوں نے اپنے آپ کو سمجھ کیا رکھا ہے، ساری طرم خانی
ایک دفعہ میں نکل جائے گی!

---

(۱۴)

ماجدہ نے تو چندا کو منع کیا تھا کہ وہ دلدار کو، انور سے آمادۂ پیکار ہونے کی ہدایت نہ کرے اور بظاہر چندا نے یہ بات مان بھی لی تھی، لیکن رات کو جب وہ سونے کے لئے لیٹا تو چندا نے درد بھرے لہجہ میں ان مظلوم اور بے سہارا ماں بیٹی کی ساری کہانی کہہ سنائی، کہیں کہیں تو اس کی آواز بھرا جاتی، وفور تاثر سے دلدار تھا تو اس گھر کا ایک ملازم، لیکن چونکہ بچپن سے یہیں پلا بڑھا تھا۔ اس لئے گھر کن کیسا ہے - یہ خوب جانتا تھا، ویسے اکثر نیک دل کا شریف، وہ ویسے بھی ماجدہ اور زرینہ کے حال زار پر کڑھا کرتا تھا، لیکن بے بس اور ناچار تھا - اس کے بس میں کیا تھا جو کچھ کرتا؛ اس نے ماں سے تو کچھ نہ کہا، لیکن دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ انور کو ایسا سبق دیگا جسے وہ زندگی بھر فراموش نہیں کر سکے گا،

دوسرے روز وہ مارکیٹ سے سودا لے کر سائیکل پر واپس آرہا تھا

کہ انور اور صابر گلے میں رومال باندھے پان کا بیڑا منہ میں سلگتی ہوئی
بیڑی دبائے انگلیوں کے شکنجہ میں چنبیلی کے تیل سے سر کو چمنستان بنائے
ہنستے، قہقہے مارتے، فحش قسم کا مذاق کرتے، بیچ سڑک پر دونوں
چلے جا رہے تھے، دلدار کی آنکھوں میں انہیں دیکھتے ہی خون اتر آیا، رات
چندا نے اسے جو دکھ بھری داستان سنائی تھی، اس کا ایک ایک لفظ اس
آ گیا نظروں کے سامنے مظلوم ماجدہ اور معصوم زرینہ کی تصویر ہو گئی،
آہستہ آہستہ اس نے بھی اپنی سائیکل سائڈ سے ہٹا کر بیچ سڑک پر
کر لی، ان دونوں کو اپنی شہ زوری اور غنڈے پن پر فخر تھا، بھلا دلدار
کو کیا خاطر میں لاتے، انہوں نے سائیکل کی ذرا پروا نہ کی، ہاتھ میں
ہاتھ ڈالے شانہ بہ شانہ اور قدم بہ قدم بے پروائی اور غرور و تمکنت کے
ساتھ چلتے رہے، دلدار جب بالکل قریب آ گیا اور انہیں یقین ہو گیا
کہ یہ ہمارے بیچ میں سے سائیکل لے کر گزرے گا، تو بہت بچائے
لیکن دلدار ان سے زیادہ جنایا ہوا تھا، قبل اس کے کہ یہ دونوں راستہ
دیں، اس نے بڑی پھرتی سے پیڈل پر سے دونوں پاؤں اٹھائے، اور
بجلی کی سی تیزی کے ساتھ دونوں کے پیٹ پر جما دیئے، یہ اچانک
مار دونوں کے لئے بڑا مہنگا پڑا، دونوں پیٹ پکڑے کائی کی طرح
پھٹ گئے، ان کا خیال تھا دلدار اس واردات کے بعد بھاگ جائے گا
اور انہیں اس کے تعاقب کی زحمت برداشت کرنا پڑے گی۔ لیکن یہ خیال
غلط ثابت ہوا، دلدار سائیکل سے اترا سامنے کے درخت سے آ

...کر آگے بڑھا اور دونوں کے عین مقابل آکر کھڑا ہوگیا ۔ انور نے غصّہ سے کانپتے ہوئے کہا،

"ابے الّو کے پٹھے " دیکھ کر نہیں چلتا ؛"

صابر نے للکارا،

"سڑک تیرے باپ کی ہے ؛"

دلدار کا چہرہ اس وقت بڑا بھیانک ہو رہا تھا ، اس نے خون فشاں آنکھوں سے ان دونوں کو گھورا اور پھر منہ سے ایک لفظ کہے بغیر صابر کے جبڑے پر کس کے ایک گھونسہ لگایا ۔ وہ کٹے ہوئے پتنگ کی طرح لہرانے لگا ، قبل اس کے کہ انور صورت حالات کی سنگینی کا اندازہ کر سکے ایک کرارہ گھونسہ اس کی ناک پر پڑا ، نکسیر چھوٹ گئی اور خون اس طرح بہنے لگا جیسے بہتی ہوئی نالی سے پانی کا زوردار ریلا چلتا ہے ،

انور کی حالت دیکھ کر صابر اپنی چوٹ بھول گیا ! اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چاقو نکالا ، لیکن ابھی وہ چاقو کھولنے نہ پایا تھا کہ ایک زوردار گھونسہ اس کی کلائی پر پڑا ، چاقو نیچے گر گیا ، موقع سے فائدہ اٹھا کر خون میں لت پت انور نے چاقو جھک کر اٹھا لینا چاہا ! لیکن پیٹھ پر زبردست مکا پڑا کہ پھر وہ اٹھ نہ سکا ، وہیں ڈھیر ہوگیا ،

یہ ہولناک منظر دیکھ کر صابر بدحواس ہوگیا ، اس نے چاہا کہ انور کو چھوڑ کر بھاگ جائے ،

مگر دلاور کے ہاتھوں سے شکار کا بچ نکلنا کچھ آسان تو نہ تھا ،

اس نے پیچھے سے گلا پکڑا اور اپنی طرف اس طرح کھینچ لیا، جیسے منہ زور گھوڑے کو لگام کھینچ کر روک لیا جاتا ہے۔

"کیوں بھئی چلے کہاں،"

صابر نے غصّہ اور بے بسی کے ساتھ جواب دیا۔

"چھوڑ دو،!"

دلدار ہنسنے لگا،

"تمہیں چھوڑ دوں تو زندہ کیسے رہوں گا؟"

صابر نے غصّہ ضبط کرتے ہوئے کہا،

"یہ کیا واہیات بات ہے!"

دلدار کی مسکراہٹ اب تک قائم تھی، آج تم سے اور تمہارے ساتھی اقدر میاں سے عشق لڑانے کا جی چاہ رہا ہے، تم دونوں ہی پرانے پاپی، میرا مطلب ہے پرانے عشق باز ہو، آؤ خدا دو دو ہاتھ یاروں سے بھی ہو جائیں۔"

اب صابر صلح پر آمادہ ہو چکا تھا،

لیکن ہم نے تمہارا بگاڑا کیا ہے جو خواہ مخواہ اُلجھ رہے ہو؟

دلدار نے آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر کہا،

"تم جیسے نیک اور پارسا لوگ ہم جیسوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ تم لوگ تو شریف اور پاکدامن لڑکیوں سے مذاق کرتے ہو، بوڑھی اور ضعیف عورتوں پہ فقرے کستے ہو، بلکہ ان سے عاشقی جتاتے ہو، جس لڑکی کے دامن

پر فرشتے نماز پڑھیں اسے خط لکھتے ہو، اس کے پاس اپنی کشتی خالہ کو بھیجتے ہو،
کیوں یار ہیں نا پتہ کی باتیں ؟" ______

صابر نے کچھ پس و پیش کے بعد کہا
.لیکن میں نے تو نہ کسی کو خط لکھا، نہ کسی کے پاس کشتی بھیجی ہاں

______

ہاں، صرف یہ کیا کہ جب کوئی شریف لڑکی اکیلی اور تنہا ادھر سے
گزری تو اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے، اس سے فحش مذاق کرنے
لگے، اس سے عاشقی جتانے لگے ______

صابر کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ "دلدار کو پلک جھپکائے بغیر دیکھے
جا رہا تھا، دلدار نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔
.تم تو صرف اتنا کرتے ہو لیکن یہ تمہارے من چلے ساتھی جو ہیں،

کیا نام ہے ان کا ؟ ______

صابر نے جواب دیا۔

"انور!"

دلدار کو جیسے کچھ یاد آگیا،

"ہاں انور، ______ تو یہ انور میاں تم سے زیادہ
بیقرار دل اپنے پہلو میں رکھتے ہیں، یہ خط لکھنا بھی جانتے ہیں، اور
شریف گھروں میں شریف لڑکیوں کو ورغلانے کے لئے کٹنیاں بھی بھیجتے
ہیں، کل ہی تو ان کی خالہ حفیظن کشتی گئی تھی، ہمارے وکیل صاحب کے

سرونٹ کوارٹر ہیں، اپنے نونہال، اپنے خوبصورت اور دولت مند نونہال کے لئے سبز باغ کا ایک جھوا لے کر!"

صابر نے کچھ جواب نہیں دیا، دلدار نے گریبان پکڑ کر انور کی طرف گھمایا

"او مسٹر، ذرا ادھر دیکھو!"

انور نے جھلائے ہوئے لہجہ میں کہا،

"دیکھ تو رہا ہوں!"

دلدار ہنسنے لگا،

"ایسے نہیں —— سیدھی نظروں سے دیکھو، تم تو ترچھی نظروں سے دیکھ رہے ہو نا بھائی —— ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو —— کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو!"

پھر وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور صابر سے گویا ہوا،

"دیکھ لیا تم نے؛ واقعی عشق بری بلا ہے، آدمی کسی کام کا نہیں رہتا، تم تو صرف دو گھونسوں میں چیں بول گئے، لیکن تمہارے یہ ساتھی خون میں نہانے قبر میں جانے کے لئے بیقرار کھڑے ہیں، واقعی عشق ایسا تو ہو کہ آدمی جان دینے کو تیار ہو جائے —— ہاہاہا!"

پھر دلدار نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں، دو گھونسے صابر اور انور کی طرف بڑھے، صابر نے ہتھیار ڈال دیئے،

معاف کرو بھائی اب ایسی غلطی نہیں ہوگی،!"

اور نے بھی اپنے ساتھی کی پیروی کی ،

یتم لے لو ———— پھر اگر شکایت سفر ، تو جو چاہنا کرنا

خدا تیں غلطیاں معاف کرتا ہے ، تم ایک ہی کر دو !"

اور کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے ، گلے میں بندھا ہوا رومال اس

کے ہاتھ میں تھا ، اور ناک سے جو خون رس رہا تھا ، اسے بار بار

پونچھ رہا تھا ،

دلدار نے ڈپٹ کر کہا ،

بھاگو ———— بھاگ جاؤ ، یہاں سے ، اب کبھی اس سڑک پر

پر نظر نہ کرنا ، ورنہ گھر میں گھس کر ناک کاٹ لوں گا ، یاد رکھنا !"

دونوں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے !

دوسرے روز چندا دارالنسواں سے واپس آئی تو بہت خوش تھی،
اُس نے دلدار سے کہا،

"بیٹے آج عجیب بات ہوئی!"

دلدار نے پوچھا،

"کیا ہوا اماں!"

چندا نے بتایا،

"وہ دارالنسواں گئی انہوں نے آج زرینہ کو بلایا تھا!"

"پھر ———— ؟"

"زرینہ نے جانے سے صاف انکار کر دیا، مگر میں نے کہا، بیٹی روزگار کا معاملہ ہے وہ بلا رہی ہیں تو ذرا دیر کے لئے چلی چلو، ابھی واپس آ جانا، آخر میرے اور (چھوٹی بیگم) ماجدہ کے اصرار سے وہ راضی ہوئی، نتیجہ یہ

"ہی ادھر اُدھر ہم دونوں ——————
آ گئے ؛ —————— پھر کیا ہوا ، !"
"جاتے ہیں تو کوئی نہیں ملا !"
"اور آتے ہیں ؛"
آتے وقت دونوں حرامی صابر اور انور دکھائی دیئے !"
"اچھا —————— دکھائی دیئے ؛"
"ہاں ، لیکن سنو تو بیٹے !"
"سن رہا ہوں ، کہے جاؤ !"
"ہمیں دیکھتے ہی دونوں اس طرح تیز تیز قدم اُٹھائے واپس گئے ،
جیسے بھاگ رہے ہوں !"
"ہوں —————— پھر ؛"
"پھر کیا بھاگ گئے ، کیا مجال ہے جو پیچھے مڑ کر بھی دیکھا ہو !"
"اب وہ کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھیں گے !"
"انہوں نے چھیڑ چھاڑ بھی نہیں کی !"
"اب وہ کبھی چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے !"
"انہوں نے ہمیں نظر اُٹھا کر دیکھا تک نہیں !"
"اب وہ کبھی نظر نہ چار کر سکیں گے تم لوگوں سے !"
"اور بیٹے خیریت تو اس پر ہے کہ انہوں نے کوئی فقرہ تک چست
نہیں کیا !"

"آماں، اب ان کی زبان ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی ہے!"

"جانتے ہو یہ انقلاب کیسے ہوا؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرے پاس پیر سکندر شاہ کا تعویذ رکھا تھا، وہ میں نے زرینہ
کی بانھ پر باندھ دیا تھا، ہو نہ ہو یہ اسی کا کرشمہ ہے —"

"نہیں آماں یہ اُس کا کرشمہ نہیں ہے!"

"واہ رے لڑکے، ایسی بد اعتقادی کی باتیں کیوں کرتا ہے؟ تاثیر
دیکھ تو لی تو نے تعویذ کی، پھر بھی انکار کئے جا رہا ہے!"

"آماں یہ تاثیر تعویذ کی نہیں جن کی ہے!"

"جن ——— ؛ جن کیسا؛ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا
تیری بکواس کا مطلب کیا ہے!"

"ہنستے ہوئے) آماں وہ جن تمہارے سامنے کھڑا ہے!"

چندا نے ایک دو ہتڑ دلدار کی پیٹھ پر لگایا،

"اے چل، دماغ خراب ہو گیا ہے موئے کا!"

دلدار نے ہنستے ہوئے کہا،

"آماں میں جھوٹ نہیں بولتا ——— سچ کہتا، کبھی آج تک
جھوٹ بولا ہوں تم سے!"

"لیکن اس وقت تو بول رہا ہے ———!"

دلدار ہنسنے لگا، اور اس نے وہ ساری روداد انور اور صابر کی ملاں

سنادی، اس نے کہا،

"میں نے ایسا سبق دیا ہے کہ اب زندگی بھر اسے نہیں بھول سکتے
زرینہ بیٹا جیسی نیک اور شریف لڑکی کو، لوگ پریشان کریں اور میں
زندہ بیٹھا دیکھا کروں! تف ہے میری زندگی پر!!"

چندا نے اپنے بہادر اور دلیر بیٹے کی بلائیں لیں، اور اسی وقت
دوڑی دوڑی ماجدہ کے پاس پہنچی، اسے اور زرینہ کو صابر اور انور کی خاموشی
کا راز بتایا،

خوشی سے زرینہ کا پژمردہ چہرہ پھول کی طرح کھل گیا، بہت دنوں کے
بعد اس کی بجھی بجھی زندگی کی چمک نظر آئی، اس نے ماجدہ سے کہا،

"دیکھ لیا اماں جی، دلدار کتنا اچھا آدمی ہے!"

وہ بولیں،

"ہاں ــــــ کیوں نہ ہو چندا کا لڑکا ہے۔"

اور چندا کا یہ حال تھا کہ اپنے رستم زماں بیٹے پر فخر کرتی نہیں
تھکتی تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ چندا شریف عورت تھی، ماجدہ اور زرینہ کے
حال زار پر وہ دل ہی دل میں کڑھتی رہتی تھی، دلدار بھی شریف ماں کا شریف
بیٹا تھا، اس کی نظر میں زرینہ بھی اسی عزت اور وقعت کی مستحق تھی، جو
قسمت نے عطا کی تھی، یہ دونوں ماں بیٹے اپنی حد تک ماجدہ اور
زرینہ کے ادب میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے

اور ناغرہ کی خفگی اور برہمی کا خطرہ مول کر بھی الکانی نوجو[illegible]
کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

— "ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے!"

●

(۱)

ڈیڑھ دو مہینے پہاڑ پر رہنے کے بعد آفاق واپس آگیا، رزلٹ شائع ہو چکا تھا، امتیاز کے ساتھ ایل ایل بی کے امتحان میں وہ کامیاب ہوا تھا، حامد میاں نے اس کے لئے دفتر کا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا تھا، آنے کے دوسرے دن سے وہ باقاعدہ دفتر جانے اور رضا حسین وکیل کے جونیئر کی حیثیت سے کام کرنے لگا،

شروع میں ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ وہ اتنا مصروف رہا کہ ماجدہ کے ہاں جانے کا اسے بہت کم موقعہ ملا، آیا بھی تو دو گھڑی کے لئے ذرا دیر بیٹھا اور چلا گیا،

آج اتوار کا دن تھا، دلدار کسی کام سے آیا تو ماجدہ نے کہا،

"بیٹے ذرا ایک کام ہمارا بھی کر دو!"

دلدار نے کہا۔

"حکم دیجئے"

ماجدہ بولیں،

"ذرا آفاق سے کہہ دو جا کر کہیں اسے بلا رہی ہوں!"

وہ سر جھکا کر چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد آفاق صاحب تشریف لائے۔

"چچی جان آپ نے یاد کیا ہے مجھے؟"

وہ بولیں،

"ہاں بیٹا کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں!"

آمادگی اور مستعدی کے ساتھ بولا،

"فرمایئے ارشاد! میں سن رہا ہوں!"

ماجدہ نے زرینہ سے کہا۔

"بیٹی تو ذرا باورچی خانہ چلی جا، کہیں دال جل نہ جائے!"

اس نے کتاب بند کی، اور باورچی خانہ چلی گئی، ماجدہ کی اس روش پر آفاق کو تعجب ہوا۔

"چچی جان کیا کوئی ایسی بات ہے جو آپ زرینہ کے سامنے نہیں کہنا چاہتیں ———؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"ہاں بیٹے ایسی ہی بات ہے!"

اب تو آفاق کو فکر اور تشویش لاحق ہوئی،

"تو پھر جی جان جلدی سے کہہ ڈالیے، میں پریشان ہو رہا ہوں!"
ماجدہ نے وہ سارے واقعات جو اس کی عدم موجودگی میں، انور اور صابر کی صورت میں پیش آئے تھے، ایک ایک کر کے بیان کر دیئے اس سلسلہ میں دلدار نے جو کارنامہ انجام دیا تھا اسے بھی بیان کیا، آفاق غور سے یہ باتیں سنتا رہا، اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے، اس نے فکرمند لہجہ میں کہا،
"اچھا معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے؟"
ماجدہ نے تقریباً روتے ہوئے کہا،
"ہاں بیٹے یہاں تک پہنچ چکا ہے، دلدار کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے، اس نے اگر مشٹنڈوں کو یادگار سبق نہ دیا ہو، تو نہ جانے نوبت کہاں تک پہنچتی ——— !"
آفاق نے تائید کی،
"جی اور کیا!"
ماجدہ کہنے لگیں،
"لیکن بیٹا، آج دلدار نے انور اور صابر کو پیٹ دیا، ان کا منہ بند کر دیا کل اگر کوئی دوسرا انور، کوئی دوسرا صابر نمودار ہوا تو کیا ہو گا، اکیلا دلدار کس کس سے نپٹے گا؟ اور اگر پیٹ بھی لے، تو بھی بدنامی اور رسوائی بہرحال ہمارے ہی حصہ میں آئے گی، کسی کا کچھ نہ جائے گا، میری معصوم بچی پر انگلیاں اٹھنے لگیں گی۔" اس نے رو رو کر اپنی آنکھیں سجا لی تھیں، کئی وقت

تو اس سے کھانا نہیں کھایا گیا، اب کی اُس کا یہ حال ہے کہ ہنستی نہیں مسکراتی نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کسی نے اس کی خوشی چھین لی ہے، وہ ہنسنا اور مسکرانا بھول گئی ہے، جو بلبل کی طرح ہر وقت چہچہایا کرتی تھی وہ اب بُت کی طرح خاموش ہے، مجھے ڈر لگتا ہے کہیں اسے کوئی روگ نہ لگ جائے!"

یہ کہتے کہتے ماجدہ کا جی بھر آیا اور وہ رونے لگیں آفاق ان باتوں سے بہت متاثر ہوا اس نے ماجدہ کو تسکین دیتے ہوئے کہا،

"آپ پریشان نہ ہوں، میں ضرور اس کا کچھ نہ کچھ تدارک کروں گا ——— !"

وہ بولیں،

"بیٹا ہمارے پاس نہ دولت ہے نہ ثروت، نہ جائیداد، نہ جاگیر، نہ مکان، نہ دوکان، لے دے کے عزّت اور ناموس ہے جس پر ہمیں فخر ہے، اگر اس موتی پر بھی داغ پڑ جائے تو زندہ بھی ہی تو کیسی ہوگی، پھر زندہ رہنے سے کیا فائدہ؟"

آفاق نے اس خیال سے گھبرا کر کہا،

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے!"

وہ کہنے لگیں،

"بیٹا بات یہ ہے کہ حلق سے نکلی خلق میں پہنچی"

آفاق نے کہا۔

"میں سمجھی نہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

انہوں نے کہا،

"میرا مطلب یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ اس طرح کے دو چار واقعات ہوئے، تو میری بچی ناکردہ گناہ ہونے کے باوجود بدنام ہو جائے گی، اور وہ اتنی غیرت مند ہے کہ پھر اپنی جان دیئے بغیر نہیں رہے گی ——— میں تو اب بھی ڈرتی رہتی ہوں، اور ہر وقت کڑی نگرانی رکھتی ہوں، کہیں کسی وقت وفورِ غیرت سے وہ کچھ کر نہ بیٹھے۔

---

(۲)

یہ باتیں سُنکر آفاق بہت پریشان ہوا، وہ زرینہ کی افتادِ مزاج سے واقف تھا، اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"واقعی چچی جان یہ واقعہ تو میرے خیال اور تصور سے زیادہ سنگین نکلا کچھ نہ کچھ اس سلسلہ میں کرنا ہی پڑے گا،!"

"ہاں کچھ نہ کچھ کرنا تو ضرور چاہیئے لیکن کیا کیا جائے، یہی بات سمجھ میں نہیں آتی!"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں!"

"ایک صورت یہ ہے کہ پولیس میں رپٹ درج کرادی جائے!"

"نہیں یہ بالکل نامناسب ہے!"

"ہاں۔ یہی زرینہ بھی کہہ رہی تھی، ——— کہتی تھی پولیس تو ہم اور بدنام ہو جائیں گے!"

"ٹھیک کہتی تھی!"

"میرا بھی یہی خیال ہے، ——— لیکن اب ہوگا کیا؟"

"میرے ذہن میں تو ایک بات آئی ہے چچی جان!"

"بتاؤ بیٹے میں سن رہی ہوں!"

"زرینہ کی اب شادی ہوجانی چاہیئے!"

"(گھبراکر) شادی؟"

"ہاں چچی جان!"

"بیٹے تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے یہ بڑی آسان بات ہے!"

"کیوں دشواری کیا ہے اس میں!"

"بیٹے سوا دشواری کے اور ہے کیا؟ ——— جانتے ہو کیسا زمانہ ہے!"

"اس زمانہ میں لڑکیوں کے شوہر خریدے جاتے ہیں، لڑکیوں کا گن سچائی صورت، سیرت، سلیقہ، ہنر کوئی نہیں دیکھتا ———"

"ہاں یہ تو سچ کہتی ہیں آپ!"

"ہر کوئی یہ دیکھتا ہے کہ لڑکی جہیز کیا لائے گی؟ کتنا لائے گی؟ اس کی دولت سے، اس کے والدین کے اثر و رسوخ کے، داماد کو فائدے کیا کیا پہنچیں گے!"

"جی ———"

"اب ذرا غور کرو، زرینہ کے لئے شوہر کہاں سے آئے گا؟ —

——— جہیز کا جہاں تک تعلق ہے، یہی دو چار ٹوٹے پھوٹے برتن
یہی چند پرانے دھرانے جوڑے ہیں، نہ زیور، نہ فرنیچر"۔

"جی ——————"

"اور فرض کرو، کوئی اللہ کا بندہ ایسا مل جائے، جو جہیز، زیور، اور
فرنیچر کا بھوکا نہ ہو، اوّل تو ایسا ہونا مشکل ہے، لیکن مل بھی جائے، اور
نہایت سادگی کے ساتھ شادی کی جائے، تب بھی صرف دعوت اور تقریب
پر کم سے کم پانچسو روپے خرچ ہو جائیں گے، وہ کہاں سے آئیں گے"؟

"جی ہاں —————— یہ بھی ایک اہم سوال ہے"!

"اور بیٹے ایک بات اور بھی ہے"!

"فرمایئے"!

"اس زمانہ میں انٹرنس پاس لڑکا بھی بی اے بیوی کو ڈھونڈتا ہے
زرینہ تو انٹرنس بھی پاس نہیں ہے، اسے کہاں سے کوئی تعلیم یافتہ شوہر
مل سکے گا"؟

"تیجی جان آپ نے تو یہ نہایت اہم سوالات اٹھائے ہیں، اس طرف تو
میرا کبھی دھیان ہی نہیں گیا تھا"!

"کاش زرینہ کی تعلیم ہی مکمل ہوتی تو میں شادی کا خیال ہی ترک کر
دیتی، کہیں پڑھا لکھا کر وہ عزت کی زندگی بسر کر لیتی"! ———
اب تو یہی نظر آ رہا ہے کہ زندگی بھر دارالنسواں کی مزدوری کرتی رہے
اور ڈیڑھ دو روپے روز میں ساری عمر گزار دے گی ——— "

...زاری آدمی کے ساتھ لگی رہتی ہے۔ کبھی خدانخواستہ مہینہ بیس
...کو چارپائی پر پڑ گئی، تو مزدوری بھی غائب!"
"چچی جان، آپ اتنی مایوسی کی باتیں کیوں کرتی ہیں؟"
(ٹھنڈی سانس لے کر) بیٹے آس کا کہیں دُور دُور پتہ نہیں،
...ڈوب گیا!"
آفاق کچھ دیر خاموش بیٹھا سوچتا رہا، پھر بولا،
"کاش ابا اور اماں کو خدا عقل دیتا، اور وہ اشفاق یا اخلاق کے
ساتھ زرینہ کو بیاہ دیتے!"
ماجدہ نے کہا،
"بیٹے ان ہونی باتیں سوچنے سے کیا فائدہ، کوئی آدمی اگر یہ چاہے
...سے ٹوٹ کر اس کی گود میں آجائیں تو کیا آجائیں گے؟"
آفاق نے مایوسی کے ساتھ کہا،
"ٹھیک کہتی ہیں آپ، نہ ان آنا لائقوں (اشفاق، اور اخلاق)
میں کچھ انسانیت ہے، نہ اماں ابا کو قرابت کا کچھ پاس ہے، میں نے ابھی
سوچا تھا کہ اماں کو جا کر راضی کرنے کی کوشش کروں گا ——————"
ماجدہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،
"نہیں بیٹے، ایسا غضب نہ کرنا، اول تو بھابی خود ہی راضی
نہیں ہوں گی، دوسرے میں خود بھی نہیں چاہتی —————— "
آفاق نے سراپا حیرت بن کر پوچھا،

"کیوں چچی جان ؟"

ماجدہ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا،

"مخمل میں ٹاٹ کا پیوند نہیں لگ سکتا"

"جی نہیں زرینہ بھی مخمل ہے، وہ ٹاٹ کیسے ہو گی ؟"

"خدا نے بنایا ہے اور خدا کی بنائی ہوئی کوئی چیز ٹاٹ نہیں ہو

———— پھر ایک بات اور بھی ہے !"

"وہ کیا ؟"

بھابی، بھائی صاحب، اشفاق، اخلاق، افشاں، نکہت، ر

یہ سب ہمیں ذلیل سمجھتے ہیں، اپنے برابر کا نہیں سمجھتے، ان کے ذکر

اور حسینہ کے علاوہ ہمیں ذلیل نظروں سے دیکھتے ہیں، بھلا ایسے گھر

جاکر ایک دن بھی زرینہ خوش رہ سکے گی ؟

آفاق بحرِ خیالات میں غرق تھا، یکایک اس نے سر اٹھایا،

"ہاں آپ کا خیال بالکل صحیح ہے، ایسی کوشش کرنا خود زرینہ کے

ساتھ دشمنی کرنا ہے، وہ بڑی خوددار اور باغیرت لڑکی ہے

ہو جائے گی !"

ماجدہ نے تائید کی،

"اور کیا بیٹے" !

ذرا دیر تک آفاق بیٹھا کچھ سوچتا رہا، پھر اس نے ایک فیصلہ

عزم کے ساتھ سر اٹھایا، اور گویا ہوا،

"بہر حال زرینہ کی شادی جلد از جلد کسی شریف اور معقول آدمی سے ہونی چاہیے، اس کا میں ذمہ لیتا ہوں!"

"کیا کرو گے تم؟"

"آج ہی اخبار میں اشتہار دیتا ہوں، میرے ایک دوست ہیں ان کی بہن کی شادی بھی اسی طرح ہوئی تھی، اور بہت کامیاب رہی، دونوں میاں بیوی خوشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں!"

ماجدہ نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا،

"یہ تجویز میں منظور نہیں کر سکتی!"

"واہ چچی جان، اس میں کیا حرج ہے؟"

"اس سے بڑھ کر رسوائی اور ذلت کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ اخبار میں اشتہار دیا جائے زرینہ کے لیے بر کی ضرورت ہے، ڈوب مرنے کا مقام ہے، ناک بھی تو کوئی چیز ہے!"

آفاق ہنسنے لگا،

"چچی جان آپ بڑی بھولی ہیں —— کیا آپ کا خیال ہے میں اخبار میں یہ اشتہار دوں گا کہ زرینہ کے لئے ایک شوہر کی ضرورت ہے؟"

"پھر کیا کہو گے اس میں؟"

"ایسے اشتہارات میں نہ لڑکی کا نام لکھا جاتا ہے، نہ اشتہار دینے والے کا صرف اشاروں میں ضروری تفصیلات درج کر دی جاتی

ہیں، جواب میں مینجر کے پاس خطوط آتے ہیں، ان خطوں کو دیکھنے کے بعد اگر کوئی شخص موزوں نظر آتا ہے تو اس سے رشتہ کر لیا جاتا ہے۔!"

اب ماجدہ نے رضامندی دے دی،

"اگر ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے، جو مناسب سمجھو کرو!"

جس وقت آفاق اور ماجدہ میں یہ باتیں ہو رہی تھیں، نذیرہ دروازے کی اوٹ سے لگی، با چشم پرنم سن رہی تھی!

---

(۳)

تھوڑی دیر کے بعد آفاق چلا گیا، اس کے چلے جانے کے بعد، زرینہ
پھر اپنے کمرہ میں آگئی، اس نے ماجدہ سے بالکل نہیں پوچھا کہ ان کے
اور آفاق کے مابین کیا باتیں ہوئیں؛ خود ماجدہ نے بھی اس سلسلہ میں لب
کشائی سے احتراز کیا ——— مسئلہ اتنا نازک اور پیچیدہ تھا
کہ دونوں سے ہر ایک اسے چھیڑتے ہوئے جھجکتا تھا!

سارا دن زرینہ کی طبیعت بے کل رہی!
بھیانک، انجانا اور غیر یقینی مستقبل اس کے سامنے منہ کھولے کھڑا تھا
وہ عجیب طرح کے ذہنی خلفشار اور کشمکش میں مبتلا تھی ———
زمانے مانند ان زیبائے زنتن والا معاملہ تھا، کبھی اسے اپنے اوپر غصہ
آنے لگتا،

"آخر میں اس دنیا میں کیوں بھیجی گئی ہوں! یہاں میرا کیا کام ہے!

قدرت کی اس سے بڑھ کر ستم ظریفی کیا ہو سکتی ہے کہ مجھے خلعتِ وجود سے نوازا، حالانکہ میرا بہترین مقام عدم تھا،!

پھر اسے آفاق کی تجویز پر غصہ آنے لگتا۔

میری شادی کا اشتہار دے رہے ہیں، بڑے بھیا، جی چاہتا ہے زہر کھا لوں ڈوب مروں،

کہیں شریف لڑکیوں کے لئے اشتہار دے دے کر شوہر تلاش کئے جاتے ہیں؛

پھر اسے آفاق کی تجویز معقول نظر آنے لگی،

"لیکن بڑے بھیا نے جو کچھ سوچا ہے عملی طور پر اس کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے؛

حالات نے یہ بات ثابت کر دی کہ اکیلی اور تنہا رہ کر میں زندگی نہیں گزار سکتی، اماں جی سچ ہی وہ کہہ رہی تھیں، نہ جانے کیسے کیسے کوئی انور اور صابر پیدا ہو جاتے، غریب دلدار کس کس سے بچتا رہے گا؛ اور بچ بھی لے، تو بھی بدنامی بہرحال ہو گی۔

لیکن اگر اشتہاری شوہر کسی کو جڑ جائے تو زندگی خواہ دکھ میں گزرے یا سکھ میں یکسوئی بہرحال حاصل ہو جائے گی، پھر کوئی انگلی اٹھانے والا نہیں رہے گا، چلو یہی سہی، عزت کی زندگی کو بہرحال دوسرے تمام خیالات پر ترجیح ہے!

اور پھر یکایک نہ جانے کیوں اور کیسے اس کی نگاہ تصور کے لئے

ارجمند کا مسکراتا اور ہنستا ہوا چہرہ آ گیا،

زندگی میں پہلی مرتبہ اسے رشک سا محسوس ہوا، اس ارجمند پر، بلکہ شاید یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ زندگی میں پہلی مرتبہ وہ اس ارجمند سے حسد سا محسوس کرنے لگی، !

وہ سوچنے لگی،

اگر میں ارجمند ہوتی تو ——————— ؛

پھر خیال آیا

اگر میں ارجمند ہوتی تو آج میری زندگی کتنی مختلف ہوتی، اس زندگی سے ؛ ———————

پھر آفاق مجھے مل جاتا، اور یہ متاعِ عزیز و گراں بہا پا کر میں کتنی خوش ہوتی،

ارجمند کو کس نیکی کے اجر میں آفاق مل رہا ہے ؛

اور مجھ سے کس جرم کی سزا میں آفاق چھینا جا رہا ہے ؛

پھر دل نے تسکین دی،

اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے، اس کی حکمت کون سمجھ سکتا ہے !

اور پھر وہ اپنے دل میں ندامت سی محسوس کرنے لگی،

اس نے سوچا،

کتنی بار عہد کر چکی ہوں کہ اب آفاق کے خیال کو پاس نہ پھٹکنے دوں گی، لیکن جب یہ خیال آتا ہے تو کتنی بے بس ہو جاتی ہوں ؛

پھر وہ گنگنانے لگی

؎ روز آتا ہے مرے دل کو تسلی دینے
کچھ اے دشمن جاں تیرا خیال اچھا ہے

---

(۳)

اتنے میں ایک شیریں آواز کمرہ میں گونجی،
"کس دشمن جاں کو یاد کیا جا رہا ہے ؟"
زرینہ نے سر اُٹھا کر دیکھا، تو نشاط کھڑی مسکرا رہی تھی،
زرینہ نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا،
"جاؤ ہم تم سے نہیں بولتے ——— !"
اس نے شوخ نظروں سے اسے دیکھا اور پوچھا،
"کس جرم میں ؟ ——— الٰہی جس خطا کی یہ سزا ہے، وہ
نظا کیا ہے ؟"

زرینہ نے پوچھا،
"اتنے دن کہاں رہیں ؟ پلٹ کر خبر بھی نہ لی کہ زرینہ زندہ ہے
یا مر گئی ؟"

نشاط نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا،

"زرینہ زندہ ہے۔ زندہ رہے گی!"

زرینہ نے اس کا ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا،

"کیوں بد دعا دیتی ہو؟"

نشاط نے کوئی فقرہ چست کرنا چاہا، لیکن نظر اُٹھائی تو زرینہ کی آنکھوں میں آنسو جھلملاتے نظر آئے، وہ گھبرا گئی، اس نے پاس بیٹھتے ہوئے اپنایت کے لہجہ میں پوچھا،

"کیا بات ہے؛ ———— اتنا افسردہ اور مضمحل تو میں نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا تھا ———— ضرور کوئی بات ہے ہمیں نہ بتاؤ گی!"

زرینہ خاموش رہی، نشاط نے کہا،

"سچ زرینہ میں یہاں تھی نہیں، ماموں جان کی علالت کا تار آیا، پہلی ٹرین سے اماں جی مجھے لے کر چل گئیں، تم سے مل سکی، نہ رخصت لے، اور وہاں جا کر ایسی اُلجھی رہی کہ خط بھی نہ لکھ سکی، اب خدا نے انہیں صحت دی تو ہم لوگ واپس آئے ہیں،"

زرینہ اب بھی خاموش تھی ———— نشاط نے بیکلی اور اضطراب کے ساتھ کہا،

"زرینہ!"

زرینہ نے اُسے دیکھا، اور رونے لگی، جب کوئی ہمدرد نظر

آپ تو آنسو بہنے میں تکلف نہیں کرتے، نشاط کو دیکھ کر اس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا اور وہ بے اختیار رونے لگی،

نشاط نے اسے گلے سے لگا لیا اور کہا،

"خدا کے لئے کیوں رو رہی ہو، ورنہ پھر میں بھی رونا شروع کروں گی ——— اور سارا محلہ جمع کر لوں گی!"

زرینہ کے ہونٹوں پر ایک افسردہ سا تبسم نمودار ہوا، آخر نشاط کے اصرار کے سامنے وہ نہ ٹھہر سکی، اس عرصہ میں جو کیفیت اس کے قلبِ نواں پر گذری تھی سنا دی،

صابر اور انور کا غنڈہ پن، حفیظن کٹنی کی حرکتیں، دلدار کی صابر اور انور سے مڈبھیڑ اور ان دونوں کی پٹائی، پھر آفاق کا پہاڑ سے آنا ماجدہ کا اسے بلوانا اور ان دونوں کی باتیں پھر آفاق کی اشتہار والی تجویز شادی، سب کچھ،!

نشاط یہ ساری تفصیلات توجہ سے سنتی رہی، پھر اس نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،

"کیا کہوں زرینہ ——— جو کچھ خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا ——— کاش میں مرد ہوتی تو ہر بندھن توڑ کر تم سے شادی کر لیتی!"

زرینہ کے غمگین چہرے پر ایک پھیکا سا تبسم ذرا کے ذرا دکھائی دیا اور غائب ہو گیا، نشاط نے کہا

"تم جیسی نیک، پاک دامن، شریف، خوب صورت، خوب سیرت

گن میں پوری، ہنر میں یکتا اور اس کا یہ حال ——— !
یہ کہتے کہتے خود نشاط کی آنکھیں پُرنم ہوگئیں، زرینہ نے اُسے
تسلّی دیتے ہوئے کہا،

"میں اپنے حالات پر قانع ہوں"

؏ خرمن جلے اگر نہ ملخ کھائے کشت کو

فرض کرو، یہ دشواریاں ——— میری راہ میں حائل نہ ہوتیں، از
کوئی ایسی بات ضرور رونما ہوتی، جو مجھے سکھ سے نہ رہنے دیتی، قسمت
بھی کوئی چیز ہے نشاط!

نشاط لاجواب ہوگئی بڑی دیر تک بیٹھی اور مختلف طریقوں سے اُس
کا دل بہلانے کی کوشش کرتی رہی،

رات کو سونے کے لئے زرینہ جب بستر پر لیٹی، تو کسی پہلو چین
نہ تھا، نیند کی دیوی روٹھی ہوئی تھی اور وہ کروٹیں بدل رہی تھی،
بڑی دیر میں وہ سوئی، پھر بھی حال یہ تھا کہ ذرا دیر سوتی، پھر
آنکھ کھل جاتی، پھر سوتی، پھر جاگ پڑتی، ساری رات اس طرح نیند سے
آنکھ مچولی کرتے گزر گئی، صبح نماز اور تلاوت سے فارغ ہو کر بیٹھی تھی کہ
اخبار والا اخبار پھینک کر چلا گیا، پہلے صفحہ پر یہ اشتہار نظر آیا!

"ایک بے انتہا خوبصورت سلیقہ مند، امورِ خانہ داری
کی ماہر لڑکی کے لئے رشتہ مطلوب ہے، لڑکی خاندانی
طور پر نجیب و شریف ہے، لیکن غریب گھر کی ایک

فرد ہے۔ صرف وہی حضرات خط لکھیں، جو دولت پر صورت اَور سیرت کو ترجیح دیتے ہوں —— !"

ندرینہ نے یہ اخبار پڑھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو کے دو بڑے بڑے قطرے ٹپک کر اخبار پر گر پڑے!

---

(۵)

صبح کے اخبار میں نشاط نے بھی وہ اشتہار دیکھا، اور دیکھ کر ...
اٹھی،

ہائے بیچاری زرینہ کی قسمت نہ جانے کس کے ساتھ پھوٹے گی
ایسی پیاری لڑکی اور شوہر نہ جانے کیسا میسر آئے شگفتہ مزاج
مردم بیزار ؛ بیوی کا قدرداں، یا جلاد ؛ نرم خو، یا درشت مزاج ؛ عورت
کو پھول سمجھنے والا، یا اُسے کھلونا سمجھ کر کھیلنے اور پھر توڑ کر پھینک دینے ...

وہ اپنے کمرہ میں بھی باتیں تاسف اور افسردگی کے عالم میں ...
رہی تھی کہ شاید اُدھر سے گذرا ——— ایک بالکلا بجیلا ...
خوش اندام، شگفتہ مزاج اور سحر طراز نوجوان، اس نے جو نشاط کو ...
دیکھا تو جو کتا ہوا، ہنس کر چاہتا بہت تھا پوچھا،
"کیا بات ہے نشاط، یوں خاموش کیوں بیٹھی ہو ؛"

وہ بولی،

"کچھ نہیں بھیا ——— یوں ہی!"

شاہد ہنسنے لگا،

"لوگوں کو یوں ہی ہنستے تو دیکھا ہے، لیکن روتے آج تک نہیں دیکھا!"

وہ سنبھل کر بیٹھ گئی،

"واہ بھیا میں روتی کیوں؛ آپ کو بھی خوب باتیں بنانا آتی ہیں"

شاہد نے چھیڑا۔

"آج ضرور صبح صبح اماں نے تمہاری خبر لی ہوگی، کیوں؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی

"آپ کی یہ حسرت کبھی نہیں پوری ہوگی!"

شاہد مسکرانے لگا، وہ جا ہی رہا تھا کہ نشاط نے اُسے روک لیا،

"بھیا ———"

وہ سامنے آ کر کھڑا ہو گیا،

"مجھ سے کچھ کہنا ہے؟"

"جی ——— آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟"

"(ہنستے ہوئے) معلوم ہوتا ہے دماغ کی کوئی کل ڈھیلی ہو گئی ہے

تمہارے، یہ صبح صبح شادی کا سوال کیسے اُٹھ کھڑا ہوا؟ ———

اماں نے کوئی نیا سبق پڑھایا ہوگا، کیوں ری گشتی؟"

"نہیں میں خود ہی کہہ رہی تھی ——— ایک لڑکی

ہے میری نظر میں!"

شاہد جاتا جاتا بیٹھ گیا، اس نے بے یقینی کے انداز میں کہا،

"ہم سے مذاق، کیوں گرو جی؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"بھیا سچ کہتی ہوں بڑی خوبصورت لڑکی ہے، ایسی خوبصورت کہ بس کیا کہوں!"

"اور کچھ؟"

"ہنر ور اور سلیقہ مند بھی بہت ہے!"

"اور ——————؟"

"بہت زیادہ تو نہیں لیکن اچھی خاصی پڑھی لکھی لڑکی ہے!"

"بس یا کچھ اور بھی؟"

"مجھے تو اتنا ہی معلوم ہے!"

"میرے سوالات کا جواب دو!"

"جی فرمائیے!"

"صاحبزادی تمہاری سہیلی ہوں گی شاید؟"

"جی ——————"

"ان کے والد محترم کا مشغلہ کیا ہے؟"

"حوروں اور غلماؤں سے خدمت لینا؟"

"یعنی وہ مر چکے، جنت میں ہیں!"

جی ——— بڑے ذہین ہیں آپ تو بھیا!"

شکریہ ——— یہ بتایئے لڑکی کے بھائی بہن کتنے ہیں!

کوئی نہیں!"

بگو ——— از قسم جائیداد واملاک وزر نقد وغیرہ، ؟"

خدا کا نام!"   وہ لوگ دولت مند ہوتے تو—

" ———

ز نظام حیدرآباد، اپنا یا اپنے بیٹے کا رشتہ بھیجتے، پھر میرا کیا

تھا!"

(ہنستے ہوئے) بھیا آپ تو ہر بات مذاق میں اڑا دیتے ہیں، سنیئے

کی!"

جی بخشئے ——— مجھے دولت مند بیوی چاہیئے، خواہ

صورت نہ ہو ——— میں اپنے گھر کو یتیم خانہ بنانا نہیں

——— اچھی سوچی بھئی واہ، ماشاءاللہ،

شد!

---

(۶)

یہاں سے شاہد سیدھا آفاق کے ہاں پہنچا، اِدھر اُدھر کی گپ شپ کے بعد کہنے لگا۔

"یار سناؤ کب ہو رہی ہے تمہاری شادی؟"
آفاق نے مسکراتے ہوئے کہا،

"جلد ———— شاید بہت جلد؟"————
"اور تمہاری؟ یار کتنا اچھا ہو، اگر ہم تم ساتھ ساتھ دولہا بنیں!"
شاہد کو اس سے پورا اتفاق تھا،

"بات تو خوب سوچی، لیکن یہاں تو اب تک نسبت بھی نہیں ہو
یار اس زمانہ میں سب کچھ ممکن ہے، لیکن اچھی بیوی بڑی مشکل سے ملتی ہے،"

آفاق نے ایک قہقہہ لگایا اور گویا ہوا،

"بہت اچھے، بہت اچھے!"
شاہد کہنے لگا،
"ایک تمہاری بہن ہے رفعت جس نے ارجمند سے رشتہ پختہ کرا
دیا، اور ایک ہماری خواہر عزیز ہیں نشاط بیگم ———"
آفاق نے پریشان ہو کر دریافت کیا،
"کیا ہوا بھئی؟"
"کل نشاط نے ہمارے لئے ایک بڑی خوبصورت بیوی تلاش کی ہے
جو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی کہ اس سے شادی کر لوں!"
"نشاط بڑی باذوق لڑکی ہے، یقیناً اس نے کوئی اچھی ہی لڑکی تلاش
کی ہو گی!"
"ہاں کہہ تو رہا ہوں، بڑی خوبصورت!"
"لیکن تمہیں تامل کیوں ہے؟"
"اس لئے کہ گو دولت حسن سے وہ مالا مال ہے، لیکن دولت دنیا
سے محروم ہے، نشاط سے جب میں نے اس کے کوالی فیکیشن پوچھے، تو
معلوم ہوا صاحبزادی تجربے یتیم بھی ہیں، اعلیٰ تعلیم سے بھی محروم ہیں،
البتہ خوبصورت ضرورت سے زیادہ ہیں، باہنر اور سلیقہ مند بھی ہیں
——— بتاؤ بھئی ایسی بیوی میرے کس کام کی؟"
آفاق سمجھ گیا، نشاط نے دوستی کا حق ادا کر دیا، "یقیناً اس نے
ہمارے ہی کے لئے شاہد سے بات کی ہو گی،" اس نے پوچھا،

"لیکن وہ لڑکی کون ہے، کہاں رہتی ہے؟ کیا نام ہے اس کا؟"

شاہد نے بے پروائی سے جواب دیا،

"ان غیر ضروری تفصیلات میں پڑ کر کیا کرتا؟ ——— اں

یہ ضرور معلوم ہے کہ کوئی لٹ ٹا کی سہیلی ہے!"

آفاق نے طنز کیا،

"بہت اچھا کیا اس جنجال میں نہیں پھنسے، ورنہ ایسی کنگال بیوی کو کھلاتے کھلاتے پہنتے پہناتے دیوالہ نکل جاتا، تمہارا —!"

شاہد نے اس طنز لطیف کو محسوس نہیں کیا،

"اور کیا ——— ایسی غریب لڑکیوں سے اگر واقعی وہ خوبصورت ہوں تو ہمدردی کر سکتا ہوں، وقت گذاری کر سکتا ہوں، روپیہ پیسے سے تو بہت خدمت بھی کر سکتا ہوں، لیکن شادی کر کے انہیں گلے کا پھندا بناؤں، یہ تم استاد نے نہیں سکھایا ہے!"

آفاق کو شاہد کے یہ الفاظ بہت گراں گذرے، اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ الفاظ انگارے کی طرح اس کے دل و دماغ کو جھلسائے دے رہے ہیں، لیکن اس نے اپنی کیفیت نہاں ظاہر نہیں ہونے دی گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا،

"یہ تو سب سچ ہے لیکن میرے یار کہیں کچھ بات چیت بھی چل رہی ہے یا نہیں ——— ؟ کیا دولت مند بیوی کے انتظار میں بڈھے ہو کر شادی کروگے؟"

شاہد ہنسنے لگا،

"نہیں بھائی بڑھاپے کا کیا سوال ——————— ابھی تو میں جوان ہوں!"

"اور سدا جوان رہوں گا، کیوں جی!"

"اور نہیں تو کیا!"

"ٹھیک ہے، پھر جلدی کاہے کی۔ پندرہ بیس سال میں کوئی نہ کوئی موزوں بیوی مل جائے گی!"

"چھوڑو یہ باتیں ——————— پریکٹس کا کیا حال ہے؟"

"ابھی سے کیا حال پوچھتے ہو، ابھی تو ابتدا ہے پھر بھی تین چار سو روپیہ ماہوار کما لیتا ہوں، اور اگر یہی رفتار رہی تو شاید جلد ہی زیادہ کمانے لگوں گا، پچھلے ہفتہ چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت سے جو فوجداری کیس میں نے جیتا ہے اس نے کافی لوگوں کو میری طرف متوجہ کر دیا ہے موکلوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے! ———————"

"اپنا حال بھی تو کہو کچھ!"

"ٹھیک ہے، میں نے کوئی معرکہ کا کیس تو نہیں جیتا اب تک، لیکن کام کی رفتار حوصلہ افزا ہے، پچھلے مہینہ کی آمدنی تین سو تھی، اس مہینہ ساڑھے پانچ سو ہوئی!"

آفاق نے شاہد کے شانہ پر زور سے ہاتھ ٹپکتے ہوئے کہا،

"بہت اچھے جا رہے ہو بھئی ——————"

اتنے میں دلدار ڈاک لے کر آیا، آفاق نے بے صبری کے ساتھ دلدار کے ہاتھ سے ڈاک لی، کچھ رسالے تھے، کچھ اخبارات —— خط ایک بھی نہ تھا، !

---

(۷)

نشاط رفعت سے ملنے آئی تھی، کچھ دیر تک دونوں میں باتیں ہوتی رہیں، پھر گھڑی نے نو بجائے، رفعت گھبرا کر اٹھ بیٹھی،

"ارے نو بج گئے!"

نشاط نے پوچھا،

"کہیں جلدی ہو؟"

وہ بولی،

"ہاں رحمت آپا کے ہاں جانا ہے ——— چلتی ہو؟"

نشاط کا جی تو چاہ رہا تھا آفاق کی ہونے والی بیوی سے ملے، ذرا اسے قریب سے دیکھے، اندازہ لگائے، وہ کیا ہے؟ کیسی ہے، ازراہِ تکلف کہنے لگی،

"تم ہی ہو آؤ!"

رفعت نے اصرار کیا،

"تم بھی چلی چلو گی تو کیا ہو جائے گا گھنٹہ دو گھنٹہ میں چلے آئیں گے

نشاط راضی ہو گئی۔ رفعت نے جلدی جلدی لباس بدلا، ...

پرس لیا، آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی صورت دیکھی، اور نہال ہو گئی،

پھر نشاط سے کہا،

"آؤ چلیں"

نشاط اس کے ساتھ ہو لی، کار دروازہ پر کھڑی تھی، ذرا دیر میں یہ لوگ ارجمند کے گھر پہنچ گئے۔ رفعت ہونے والے داماد کی بہن تھی اور ارجمند کی خالہ زاد بہن بھی، ہاتھوں ہاتھ لی گئی، ادھر ادھر کی باتیں گھر کے لوگوں سے کر کے وہ سیدھی ارجمند کے کمرے میں پہنچی، ارجمند اسے دیکھ کر خوش ہو گئی،

"رفعت ——————"

رفعت مسکراتی ہوئی بولی،

"جی، بندی حاضر ہے!"

پھر اس نے نشاط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ میری بڑی عزیز دوست نشاط ہیں!"

پھر نشاط سے کہا،

"یہ ہیں ہماری ارجمند آپا!"

ارجمند نے اخلاق اور شائستگی کے ساتھ نشاط سے ہاتھ ملا

بھی چائے آ گئی، اور چائے کے ساتھ باتیں چھڑ گئیں، نشاط تھوڑی ہی دیر میں بے تکلف ہو گئی اور بڑھ چڑھ کر گفتگو میں حصّہ لینے لگی، رفعت نے ارجمند سے پوچھا،

"اخبار بھی پڑھتی رہتی ہو یا نہیں؟"

ارجمند نے جواب دیا

"ہاں روز پڑھتی ہوں!"

رفعت نے سوال کیا،

"کوئی خاص چیز بھی نظر سے گزر رہی ہے؟"

ارجمند نے کہا،

"میں نے غور نہیں کیا!"

رفعت ہنسنے لگی،

"واہ اتنی اہم خبر، کئی دن سے روزانہ آ رہی ہے اخبار میں، اور تم نے غور بھی نہیں کیا —— کہاں ہے آج کا اخبار؟"

ارجمند میز سے اخبار اُٹھا لائی، اور بولی،

"یہ رہا!" —— کون سی ہے وہ تمہاری اہم خبر؟"

رفعت ورق اُلٹنے پلٹنے لگی،

"ابھی بتاتی ہوں —— یہ دیکھو!"

نشاط بھی جھک کر دیکھنے لگی، ارجمند بھی اس کے کندھے پر سر رکھ کر پڑھنے لگی

—— "

"بالکل نہیں!"

"کہیں تمہارا ارادہ بھی تو اپنے لئے اشتہار دینے کا نہیں ہے؟"

پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، نشاط نے جواب دیں کہا،

"اگر میری وہی پوزیشن ہوتی جو بیچاری زرینہ کی ہے تو یقیناً اپنے لئے مجھے اشتہار دینے میں تامل نہ ہوتا!"

ارجمند نے پوچھا،

"پوزیشن کیسی؟"

وہ بولی

"زرینہ کوئی غیر نہیں تمہاری اپنی ہے!"

رفعت نے استفسار کیا،

"ہاں، ہمارا اس کا خون کا رشتہ ہے!"

نشاط نے کہا،

"وہ خوبصورت بھی ہے؟"

"ہاں ہے!"

"پڑھی لکھی بھی ہے؟"

"ہاں جاہل بھی تو نہیں کہہ سکتے!"

"ہنر، گن، سلیقہ سے بھی واقف ہے؟"

"آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ یہ بھی تو معلوم ہو!"

"میں کہنا یہ چاہتی ہوں کہ زرینہ کا تمہارا خاندان ایک صورت شکل

میں تو تم میں سے کسی سے کم نہیں، ہنر اور سلیقے میں بھی کسی سے پیچھے نہیں
بھی، شرافت اور ملنساہت میں اس کا کوئی جواب نہیں ——
پھر بھی اس قابل نہیں ہے کہ تمہارے، یعنی اپنے گھر میں کھپ سکے .
بھائی کو تو چھوڑو، کیا اشفاق اور اخلاق سے بھی اس کا رشتہ نہیں کیا
جا سکتا تھا؟"

نفت بگڑ گئی ،

"نشاط ایسی باتیں نہ کرو ،"

نشاط نے چوٹ کی،

"بڑی لگتی ہوں گی!"

نفت نے اقرار کر لیا،

"ہاں بھئی ،"

"لیکن کیوں؟"

"اوّل تو زرینہ کا معیارِ زندگی پست ہے، دوسرے عزیز ہونے کے
باوجود وہ ہمارے برابر کی نہیں!"

"کیا ایک خون، ایک خاندان، ایک حسب نسب کے باوجود بھی
اونچ نیچ کا امتیاز قائم رہتا ہے؟"

"کیوں نہیں قائم رہتا، جو چیز خدا نے بنائی ہے ہم سے بندے کیسے
مٹا سکتے ہیں!

خدا نے تو انسان بنایا ہے اونچ نیچ تو ہماری قائم کی ہوئی ہے!"

"بہر حال اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہے!"

"ہاں اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اُسے ترزنا ہمارا فرض ہے!"

"میں تمہیں منع نہیں کرتی، اگر شاہد بھائی زرینہ سے بیاہ کر لیں تو مجھے خوشی ہو گی!"

"جب اشفاق بھائی اور اخلاق بھائی اپنے ہو کر اسے غیرے بڑے سمجھتے ہیں، تو شاہد بھائی کہاں کے ایسے فرشتے ہیں۔ وہ بھی غریب اور امیر کے چکّر میں گرفتار ہیں!"

"وہی کیا ساری دُنیا اسی چکّر میں گرفتار ہے!"

"پھر اگر بیچاری کے لئے اشتہار دے کر کوئی اسی جیسا غریب دولہا ڈھونڈا جا رہا ہے، تو اعتراض کیوں کرتی ہو!"

"اعتراض کرتی ہے ہماری جوتی، ہم کیوں اعتراض کرنے لگے، وہ کسی راہ چلتے سے آشنائی کرلے یا کسی فقیر سے بیاہ رچالے ہمیں کیا، وہ جانے اور اس کا کام، ہم نے تو یوں ہی ایک بات کہی تھی اور یہ معلوم ہوتا کہ تم پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جاؤ گی تو زبان بھی نہ کھولتے! ——— اور جسٹا! تم تو جانتی ہو زرینہ کو؟!"

"ہاں بہت اچھی طرح ——— جانوں گی، کیوں نہیں!"

"نہیں تم بالکل نہیں جانتیں اسے!"

"(مسکرا کر) اچھا بھئی جھگڑا کاہے کا نہیں جانتی"!

"وہ اتنی بدتمیز، گستاخ، بدزبان اور شورہ پشت ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں، یہ نشاط جو بھی اس کی حمایت کر رہی ہیں، ایک دفعہ انہی کے سامنے وہ اپنے کمالات دکھا چکی ہے۔

---

(۹)

نشاط خاموش بیٹھی رفعت کی باتیں سُن رہی تھی اب وہ بولی،
"مجھے کیوں بیچ میں گھسیٹتی ہو، میں تمہاری تائید نہ کرسکوں گی۔"
ارجمند نے پُوچھا،
"آخر تم اس کی حمایتی کیوں بن گئی ہو؟"
نشاط نے جواب دیا۔
"اس لئے کہ وہ خود دار ہے شریف ہے باوضع ہے وہ غریب ہے لیکن آن رکھتی ہے، وہ فاقہ مست ہے، لیکن کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتی ———"
ارجمند نے ٹوکا،
"کسی کے سامنے اسے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت ہی کیا ہے، ایں کے تایا جی (حامد میاں)، اسے اپنے گھر میں رکھے ہوئے ہیں، وہی کھانے

ہیں، بہناتے اڑھاتے ہیں، جیب خرچ دیتے ہیں، پھر ایسا کیا اندھیر ہے
دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتی پھرے، ہاں یہ سہو تیں اسے نہ حاصل ہوتیں
پھر آن دکھاتی، خودداری کا مظاہرہ کرتی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتی
تو بے شک ہم قائل ہو جاتے!"

نشاط کھلکھلا کر ہنس پڑی،

یہ ہنسی ارجمند کو بری معلوم ہوئی اس نے کہا۔

"تم ہنس پڑی یہ کون سا موقع ہنسی کا تھا؟"

نشاط نے کہا،

"ارجمند آپا، اب قائل ہو جائیے!"

ارجمند نے سراپا حیرت بن کر پوچھا،

"قائل ہو جاؤں؟ ——— کیوں بھلا؟"

نشاط نے بتایا،

"اس لئے کہ ———"

رفعت بول پڑی،

"اونہہ ——— یہ کہاں کی باتیں چھڑ گئیں؟"

لیکن اب ارجمند کو اس موضوع سے دلچسپی شروع ہو گئی تھی،
کہنے لگی،

"چپ رہو رفعت ——— ہاں نشاط، کیوں قائل
ہو جاؤں میں لگا مجھے بتاؤ"

نشاط نے کہا،

"اس لئے کہ اس کی غیرت فقر، اپنے تایا جی کا احسان بھی برداشت نہ
کر سکی!"

ارجمند بوکھلا گئی،

"یعنی ————"

نشاط نے کہا،

"یعنی یہ ایک مرتبہ ان تمام الطاف و عنایات کا جو تم نے شمار کرائے
ہیں، ہماری رفعت نے طعنہ دیا تھا، وہ دن ہے اور آج کا دن کہ نہ اس
نے جیب خرچ لیا، نہ اس گھر کا کھانا کھایا!"

ارجمند نے پوچھا،

"تو کیا ہوا کھا کر گزارہ کرتی ہے!"

نشاط بولی،

"کبھی کبھی ہوا کھا کر بھی گزارہ کر لیتی ہے، ورنہ محنت کرتی ہے، مزدوری
کرتی ہے۔!"

ارجمند کو یقین نہیں آیا،

"محنت؛ مزدوری؛ ———— کہاں ڈیوٹی دیتی
ہے جا کر؟"

ارجمند آپا مذاق نہ اڑائیے۔ داد دیجئے اس کے عزم و استقامت
کی خراج تحسین پیش کیجئے اس کی خودداری کے حضور میں سر عقیدت جھکائیے

اس باہمت اور باحوصلہ لڑکی کے سامنے ——— دارالسوال
ہیں سلائی اور کڑھائی کا کام کرتی ہے، وہ تین روپے روز کی مزدوری
کر لیتی ہے۔ اپنی اور اپنی بیوہ ماں کا پیٹ پالتی ہے، ———
——— اور جس دن مزدوری نہیں ملتی یا ملتی ہے
اور کسی دوسری ضروری مد میں صرف ہو جاتی ہے، اس دن بقول آپ
کے بھوکا کر گزارہ کر لیتی ہے!"

ارجمند حیرت اور کسی حد تک ندامت کے ساتھ، نشاط کی یہ باتیں سن
رہی تھی ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

نشاط نے پوچھا،

"کیوں ارجمند آپا قائل ہوئیں یا نہیں؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"ہو گئے بھئی!"

رفعت نے اعتراض کیا،

"جب وہ اپنا اور اپنی بیوہ ماں کا پیٹ پال لیتی ہے، تو شادی کے
لئے اتنی بے قرار کیوں ہے؟"

نشاط نے ملامت آمیز نظروں سے رفعت کو دیکھا،

"اتنی سنگدل نہ بنو رفعت، خدا سے ڈرو!"

رفعت جھینپ سی گئی،

"یہ لو، میں سنگ دل ہو گئی!"

نشاط نے اس ملامت انگیز لہجہ میں کہا،

"اس سے بڑھ کر سنگدلی کیا ہو گی کہ ایک غریب کی غربت کا مذاق اڑا رہی ہو؟"

رفعت نے پھر اعتراض کیا،

"غربت اور شادی کا باہمی تعلق میری سمجھ میں نہیں آیا!"

نشاط نے پیار بھرے لہجہ میں کہا،

"میری پیاری رفعت، خدا وہ دن نہ لائے کہ تم اس تعلق کو سمجھ سکو ——— !"

رفعت نے کہا۔

"پھر بھی کچھ کہو تو، بتاؤ تو، معلوم تو ہو کیا کہنا چاہتی ہو!"

نشاط بولی،

"امارت اور شادی میں کوئی باہمی تعلق نہیں ہے لیکن غربت اور شادی کا باہمی تعلق بہت گہرا، بہت مضبوط ہے!"

ارجمند بول پڑی،

"نشاط اب تم فلسفہ طرازی پر آتر آئیں!"

وہ بولی،

"نہیں ارجمند آپا میں نے فلسفہ کبھی نہیں پڑھا۔ اس سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں ہے!"

"لیکن باتیں تو فلسفیانہ کر رہی ہو!"

"یہ بھی آپ کی غلط فہمی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"میں تو بڑی سادہ اور عام فہم بات کر رہی ہوں، دیکھیے نا
—— اگر آپ طے کر لیں کہ زندگی بھر شادی نہیں کریں گی،
یا ہماری خلہ مزاج رفعت فیصلہ کر لے کہ زندگی یونہی تجرد کے عالم میں
بسر کرے گی، یا میں یہ رائے قائم کروں کہ مجھے شادی نہیں کرنی چاہیے، تو
کس کی مجال ہے کہ آپ پر یا رفعت پر، یا مجھ پر انگلی اٹھا سکے؟
کس میں ہمت ہے جو ہمیں بدنام کر سکے؛ اور اگر کرے بھی تو ہمارا بگاڑ
لے گا؛ لیکن اگر غریب لڑکی جوان ہو جائے، اور گھر میں بیٹھی
رہے تو اس پر کیا کیا قیامتیں گزرتی ہیں، آپ اندازہ نہیں کر سکتیں،
وہ بدنام کی جا سکتی ہے، اسے چھیڑا جا سکتا ہے، اس کی توہین کی جا
سکتی ہے، اسے متہم کیا جا سکتا ہے اس کا محلہ میں رہنا دوبھر کیا جا
سکتا ہے اس پر شرمناک الزامات لگائے جا سکتے ہیں، ناکردہ گناہ
ہونے کے باوجود اسے سیاہ کار ثابت کیا جا سکتا ہے اور وہ مجبور ہے کر

"ہونہہ بھی، مجبوری کاہے کی؟"

"میں غلط نہیں کہتی —— کوئی مجبوری سی مجبوری
ہے، ہم تم اپنی حویلیوں، عالی شان کوٹھیوں، شاندار بنگلوں اور فلک نما
محلوں میں بیٹھ کر ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے، جنہیں جھونپڑیوں میں

رہنا پڑتا ہے، جن کا دنیا میں کوئی سہارا نہیں، جن کی پشت پناہی پر کوئی نہیں، وہ نہیں، جنہیں چھیڑنے اور ستانے کو ہر کوئی تیار ہے۔ یہی دنیا ہے! ——— یہی دنیا کی ریت، نہ جانے اس دنیا میں غریب کیوں پیدا کئے گئے ہیں؛ ان کے نہ پیدا ہونے سے کون سی کمی رہ جاتی اس دنیا میں:

---

(۱۰)

ارجمند غور سے نشاط کی باتیں سنتی رہی پھر گویا ہوئی،
"اللہ اللہ کیسی اچھی تقریر کر لیتی ہو نشاط!"
رفعت مسکراتی ہوئی گویا ہوئی،
"ہاں اور کیا"

؎ دیکھنا تقریر کی قوت کہ جو اس نے کہا،
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

"خدا ہمیں بھی سکھا دو تقریر کرنا!"
نشاط نے جواب دیا۔
"کیا کرو گی یہ فن سیکھ کر ——— تاثیر دکھا تقریر نہ کر"
رفعت بولی،
"تم نے تقریریں کر کے یہ تاثیر پیدا کی ہے کہ دیکھو ارجمند آپا کیسی

مسحور نظر آ رہی ہیں!"

ارجمند چونک پڑی،

"ہاں بھئی کوئی شبہ نہیں، نشاط کی باتیں دل کو لگتی ہیں، زرینہ کے حالات سُن کر دل کڑھ رہا ہے!

رفعت بولی،

"جب زرینہ کی باتیں سننے کا موقع ملے گا، تو یہ کڑھن، جلن سے بدل جائے گی!"

ارجمند ہنسنے لگی،

"ہشت بھی"

رفعت نے کہا،

"سچ —— دیکھ لینا!"

نشاط نے پہلو بدلتے ہوئے کہا،

"کیا ہم اس لئے ارجمند آپا کے پاس آئے تھے کہ زرینہ کی اچھائی اور بُرائی پر بحث کریں؛ اس میں کیڑے نکالیں؟"

ارجمند نے تائید کی،

"ہاں بہت ہو لیا، چھوڑو زرینہ کا ذکر، کچھ اور باتیں کرو ——————!"

نشاط کہنے لگی،

"جب آپ اب اتنی اچھی لگتی ہیں، تو دلہن بن کر تو قیامت

نظر آئیں گی!"

ارجمند ہنسنے لگیں،

"اب نزلہ مجھ خاکسار پر گرے گا!"

نشاط نے رفعت کو مخاطب کیا،

"کیوں رفعت کچھ میں غلط کہتی ہوں؟"

وہ بولی،

"تم نے تو میرے دِل کی بات کہی ہے ——— بھلا سوچو تو سہی بڑے بھیا (آفاق) جیسا آدمی جسے نہ آرٹ سے دلچسپی ہے، نہ ادب لطیف سے، نہ فنونِ لطیفہ سے، نہ رقص و نغمہ سے نہ سیر و تفریح سے حد یہ ہے کہ ریڈیو تک سے بیزار رہتے ہیں، لیکن ———

پھر وہ مسکرانے لگی،

ارجمند نے پوچھا،

"ہاں لیکن ———"

وہ اس کی طرف شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے اور زیادہ مسکرانے لگی

نشاط نے تقاضہ کیا،

"چپ کیوں ہو گئیں، کچھ کہو بھی لیکن کے آگے؟"

وہ بولی،

"لیکن بڑے بھیا کو اس ستمگر نے کہیں کا نہ رکھا، اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ محبت انگڑائیاں لینے لگی ہے، ان کے فولاد و آہن کے

دل ہیں ؟

ارجمند نے ایک دو ہتر ؤ رفت کے جمایا،

"کیا بکو اس لگا رکھی ہے ؟"

وہ بولی،

آپا رات بڑا لطف آیا ؟

ارجمند سمجھ گئی۔ شرارت سوجھی ہے لڑکی کو، اس نے ٹال دیا، رفعت

نے خود ہی اکسایا،

"پوچھو نہ وہ بات !"

ارجمند شرما سی گئی،

نہیں پوچھتے !"

وہ اٹھلاتی ہوئی بولی،

"اچھی آپا پوچھ لو !"

وہ جھلا کر بولی،

"نہیں پوچھیں گے !"

نشاط سے گویا ہوئی،

خدا کے لئے تم ہی دریافت کر لو !"

نشاط ہنسنے لگی،

واہ اچھی زبردستی ہے ——————— بتاؤ ——— ؟"

وہ کہنے لگی،

رات میں بجیا کے کمرہ میں گئی تو وہ آپا کی تصویر اس طرح دیکھ رہے تھے، جیسے کھا ہی تو جائیں گے!"

نشاط اور اجمند دونوں کو بے ساختہ ہنسی آگئی

(۱۱)

بڑی دیر تک، نشاط، رفعت اور ارجمند کا تگڈم طرح طرح کی دلچسپ اور پُرلطف باتیں کرتا رہا، دوپہر کا کھانا دونوں نے ساتھ ساتھ کھایا، اس کے بعد پھر باتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا، سہ پہر کی چائے پی کر رفعت اور نشاط واپس ہوئیں، نشاط کے گھر کے قریب، رفعت نے پوچھا،

"اترو گی؟"

وہ بولی،

"نہیں فدا زرینہ سے ملوں گی ——— ؟"

رفعت نے چھیڑا۔

"ہاں ضرور جاؤ، ایک ایک کی دس دس لگانا!"

نشاط نے بُرا مانا،

"تم مجھے اتنا ذلیل سمجھتی ہو،"

اس نے الفاظ واپس لے لئے،

مذاق میں خفا ہونے کی سند نہیں نشاط بیگم،

اتنے میں گھر آگیا، نشاط زرینہ کی طرف چلی گئی، رفعت کوٹھی میں،

آفاق صاحب بن ٹھن کر کہیں باہر جارہے تھے، رفعت کو دیکھتے ہی پوچھا،

"کہاں غائب تھیں صبح سے ؟"

وہ بولی،

"کہیں نہیں ——— ذرا ارجمند آپا کے ہاں گئی تھی ؟"

آفاق جاتے جاتے رُک گیا،

"خیریت ؟"

رفعت ہنسنے لگی،

"واہ بڑے بھیا ——— گئی تھی جی چاہا بس اور کیا !

"کیا کیا باتیں ہوئیں ؟"

"(ہنستے ہوئے) آپ کو کیا ؟"

"اس کے معنیٰ ہیں کہ ذکر ہمارا بھی کچھ درمیان میں آیا !"

"ہاں آیا تو تھا !"

"کس طرح ؟"

"آپ جانیئے !"

"تم بتا دوگی تو کیا ہو جائے گا"

"خفا تو نہیں ہوں گے آپ؟"

"(کچھ تامل کے بعد) نہیں!"

"آپ کا کچھ ٹھیک نہیں!

"کیا مطلب ہے، بے وقوف!"

"ابھی نہیں کہہ رہے ہیں، پھر بگڑ بیٹھیں تو میں کیا کروں گی! ...
مشکل ہوتی، کمزور مار کھانے کی نشانی!"

"(مصنوعی غصہ سے) بہت باتیں بنانے لگی ہو رفعت ...

"(مصنوعی دہشت سے) نہیں تمہیں بتائے دیتی ہوں!

"(سنجیدگی سے) تو بتاؤ پھر!

(مصنوعیت کے ساتھ) لیکن آپ تو ابھی سے خفا ہو گئے!

"(ہنستے ہوئے) شیطان کی خالہ کیوں تگنی کا ناچ نچا رہی ہے ...
کہہ!" ———

"ارجمند آپا، اور نشاط میں باتیں ہو رہی تھیں ———"

"کیا وہ بھی گئی تھی!"

"جی ——— تو ارجمند آپا اور نشاط میں باتیں ہو رہی
تھیں ———

"آ گئے!"

"پھر آپ کا ذکر چل نکلا! ———"

"تم ہی نے شروع کیا ہوگا!"

"جی اور کیا۔

"احمق ـــــــ خیر کہو!"

"آپ تو برابر ڈانٹے جا رہے ہیں، جائیے میں نہیں کہتی کچھ، اے واہ!"

"اچھا بھئی میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں، اب فرماؤ!"

"(ہنستے ہوئے) ہاں اب کہوں گی ـــــــ تو آپ کا ذکر چل رہا تھا میں نے آپا ارجمند سے کہا، بڑے بھیا بیچارے دُنیا سے، دُنیا کی باتوں سے، دُنیا والوں سے ناواقف، نہ جانے کس طرح آپ نے ان پر جادو کر دیا۔

"لاحول ولا قوۃ! ـــــــ خیر پھر!"

"ارجمند آپا تو مسکرا کر چپ ہو رہیں، نشاط نے کہا، ثبوت؟"

"اچھا نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ثبوت بھی طلب کیے جانے لگے" ـــــــ پھر تو بغلیں جھانکنے لگی ہو گی تم؟"

"میں کیوں بغلیں جھانکتی؟"

"تو کیا ثبوت بھی تم نے پیش کر دیا عدالت عالیہ میں؟"

"جی اور نہیں تو کیا ثبوت بھی ایسا کہ نشاط دنگ رہ گئی، اور آپا ارجمند بغلیں جھانکنے لگیں!"

"(متحیر ہو کر) آخر وہ کون سا ثبوت تھا تمہارے پاس؟"

"وہی جو تھا!"

"پھر آ گئیں اپنے رنگ پر ـــــــ بتاؤ"

"میں نے کہا رات بڑے بھیا کے کمرہ میں اتفاق سے میرا جانا ہوا

تو کیا دیکھتی ہوں، وہ کرسی پر بیٹھے ہیں سامنے آپا ارجمند کی تصویر رکھی

ہے، اور ——————"

"بھائی رفعت تمہاری شیطنت تو نہ جاتے کیا گل کھلائے گی،

قصہ وہاں چھیڑ بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی —————— کچھ ادھوری

کہہ رہی تھیں، ہاں اور ——————؟"

"بڑے بھیا ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے مگر وہ بات نہیں

کہوں گی!"

"بے شک ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے گی، لیکن تمہیں وہ بات بھی

کہنا پڑے گی، سمجھیں؟"

"(جھوٹ موٹ ڈرتے ہوئے) ہاں سمجھ گئی اچھی طرح!"

"تو کہو پھر!!"

"آپ کمرہ سے باہر چلے جائیے، تب کہوں گی!"

"کچھ دیوانی ہوئی ہے، کمرہ سے باہر کیوں چلا جاؤں گا؟"

"قیمہ قیمہ کر ڈالئے میرا لیکن کہوں گی تب ہی جب آپ باہر چلے

جائیں گے!"

"خدا کی بندی مجھے باہر جانے میں عذر نہیں، لیکن کیا دروازہ بند

کرو گی ——————؟"

"ایسا کیجئے باہر چلے جائیے، میں یہ کمرہ اندر سے بند کر دوں گی، کنڈی

لگا کر ——————"

کمرہ اندر سے بند کر لوں گی!"

بھی ——— پھر یہ کھڑکی ہے نا اس کی سلاخوں کے

پاس آ کر کھڑے ہو جائیے کہہ دوں گی!"

تمہارا تو دماغ چل گیا ہے رفعت!"

اگر سننا چاہتے ہیں وہ آخری بات تو باہر جائیے، ورنہ میں

بھی! ———"

آفاق کشمکش خیال کے عالم میں کچھ دیر کھڑا گھورتا رہا، رفعت کو چپ چاپ سر جھکاتے نہایت سنجیدگی سے کھڑی رہی، گویا وہ کہہ رہی تھی کہ میرا فیصلہ اٹل ہے، آپ کا ہر حکم میں ہی مانوں یہ نہیں ہو گا، کبھی کبھی آپ بھی میرے حکم کے آگے سر جھکا دیا کیجیے؛

آخر آفاق کمرے سے باہر گیا، رفعت نے دروازہ اندر سے بند کر لیا ... نکال، آفاق سامنے آ کر کھڑکی کے پاس بالکل سلاخوں سے لگ کر کھڑا ہو گیا، جیسے کسی قیدی سے اس کا کوئی عزیز ملنے آیا ہو اور اپنے محبوس عزیز سے سلاخوں کے پاس کھڑا ہو کر باتیں کر رہا ہو۔

آفاق نے کہا،

"اب تو کچھ منہ سے پھوٹو!"

رفعت قریب آ کر بولی،

"میں نے کہا تھا بڑے بھیا آپ ارجمند کی تصویر اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے کھا ہی تو جائیں گے!"

اور یہ کہہ کر تالی بجا بجا کر ہنسنے لگی، آفاق نے اپنا تبسم ضبط کیا، اور کہا،

"کبھی تو باہر نکلو گی، شریر"

رفعت ہنستی رہی، وہ باہر چلا گیا،

---

(۱۴)

جس وقت آفاق اور رفعت میں یہ باتیں ہو رہی تھیں، زرینہ اور
...دہ میں بھی سلسلۂ گفتگو جاری تھا، زرینہ نے شکوہ کناں کہا،
"کہاں راستہ بھول پڑیں آج تم؟"
وہ کہنے لگی،
"راستہ کیوں بھولتی، تمہاری کشش کھینچ لائی؟"
زرینہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ ہم بھی کچھ ہیں؟"
...شادہ بولی
...بکو؟ ——— کیوں اپنی توہین کرتی ہو، بہت کچھ
... ——— لیکن تمہارا چہرہ اترا ہوا کیوں ہے؟ بیمار
... ——— ؟ "

زرینہ نے زیرِلب تبسم کے ساتھ کہا،

"ہم جیسوں کو بیماری بھی نہیں پوچھتی!"

نشاط چڑ گئی،

"ایسی باتیں نہ کیا کرو بھئی زرینہ"

زرینہ نے پوچھا،

"وہ طریقہ تو بتادو تمہیں چاہیں کیونکر؟"

نشاط ہنسنے لگی،

"اب آئیں راہ پر، ہاں اس طرح کی باتیں اچھی لگتی ہیں تمہاری زبان سے!"——

زرینہ خاموش ہوگئی، کچھ دیر بعد نشاط نے پوچھا

"دارالشفاں سے نبھ رہی ہے ٹھیک طرح؟"

وہ بولی،

"ہاں —— لیکن آج کل بیچاروں کا حال پتلا ہے اس لئے کام کم ملتا ہے! پہلے دو تین روپے روز کی مزدوری مل جاتی تھی، اب مشکل روپیہ ڈیڑھ روپیہ روپیہ تک کا کام ملتا ہے!"

نشاط نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،

"ارے پھر تو بڑی مشکل پیش آتی ہوگی؟"

زرینہ نے استقلال کے ساتھ جواب دیا۔

"مشکل کاہے کی؟ —— نہ جانے خدا کے کتنے بندے

ہوں گے، جو اتنا بھی نہیں کما پاتے ——— ہے شکر کی جگہ کہ
شکایت نہیں مجھے، پھر ہم ماں بیٹی کا خرچ ہی کیا ہے، پاؤ بھر آٹا، چھٹانک
بھر دال اس وقت، پاؤ بھر چاول، آدھ پاؤ دال شام کو، دو چار آنے پھر
بھی بچ ہی جاتے ہیں!"

نشاط اپنے دل میں سوچنے لگی، خدا نے اس لڑکی کو صبر و قناعت کی
کیسی لازوال دولت عطا کی ہے، وہ اسے محبت اور عقیدت کی نظروں سے
دیکھنے لگی، پھر پوچھا،

"کیوں زرینہ اس اشتہار کا کیا ہوا، جو آفاق بھائی نے دیا تھا!؟"

زرینہ نے جواب دیا۔

"مجھے تو نہیں معلوم، لیکن اس کے بعد سے بڑے بھیا آئے تو کئی بار اماں
نے اشارے اشارے میں پوچھا بھی، لیکن وہ گول کر گئے، معلوم ہوتا ہے،
کوئی "گرا پڑا" نہیں آئی ——— اور آئے گی بھی کیوں؟
کوئی ایسا آنکھ کا اندھا، اور گانٹھ کا پورا ہوگا، جو سر جھکائے چلا جائے گا،
غلام حاضر ہے۔؟"

نشاط نے پوچھا،

"اپنا مذاق اڑا رہی ہو؟"

وہ کہنے لگی،

"ہاں نشاط! لطف آتا ہے اس میں!"

"لطف آتا ہے؟"

"ہاں ———— کچھ دن ہوئے میں نے غالب کا ایک خو[illegible]
پڑھا تھا، اس میں وہ اپنے ایک دوست کو لکھتے ہیں، میں نے اپنے آ[illegible]
اپنا غیر اور دشمن سمجھ لیا ہے، جب کسی ذلت سے سابقہ پڑتا ہے،
خوش ہوتا ہوں، اور کہتا ہوں لو غالب کے ایک جوتی اور لگی ————
———— یہ فلسفہ مجھے بہت پسند آیا ہے، میں نے بھی اپنے کو اپنا غیر
اور دشمن سمجھ لیا ہے، جب کسی ناکامی سے واسطہ پڑتا ہے خوش ہو جاتی
ہوں اور کہتی ہوں، لو زرینہ بیگم یہ نئی جوتی مبارک، کچھ اور کھاؤ گی؟
زرینہ رونے لگتی ہے، میں خوش ہو جاتی ہوں، زرینہ مایوس ہو جاتی ہے،
میں اس کا مذاق اڑاتی ہوں، زرینہ کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو جاتی
ہے، میں چھیڑتی ہوں کتنی بے غیرت اور بے حیا ہو گئی ہو زرینہ بیگم، ارے
بھئی کچھ نہیں کر سکتیں تو زہر کھا کر سو رہو، زرینہ عذر لنگ پیش کرتی
ہے، پھر اماں جی کا کیا ہو گا؟ میں منہ توڑ جواب دیتی ہوں، اگر اتفاقاً
اپنی موت مر جاؤ تو ان کا کیا ہو گا؟ زرینہ پھر تھوڑے بہانے لگتی ہے،
مجھے ہنسی آ جاتی ہے، غرض آج کل بڑے مزے کی چوٹیں چل رہی ہیں
زرینہ میں اور مجھ میں ———— کیوں نشاط تمہیں بھی کچھ لطف
آیا اس نوک جھونک سے؟"

نشاط کے لب ہل کر رہ گئے، وہ کچھ کہہ نہ سکی!

---

(۱۳)

نشاط گم صم اور زرینہ خاموش بیٹھی تھی کہ آفاق آگیا تعظیم کے طور پر
ے دیکھ کر نشاط اور زرینہ کھڑی ہوگئیں، آفاق نے ہنستے ہوئے کہا،
بس اس سوانگ کو ختم کرو، بیٹھو،
پھر اس نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی، اور پوچھا،
بیگمی کہاں ہیں؛ دکھائی نہیں دیتیں آج!"
زرینہ نے بتایا،
"والا قسراں گئی ہیں!"
آفاق نے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے زرینہ سے کہا،
ہاں بھئی زرینہ کتنی انگریزی پڑھ لی تم نے؟"
وہ نیم متبسم ہو کر بولی،
"جتنی پڑھی تھی، وہ بھی بھول گئی!"

آفاق ہنسنے لگا،

"جواب تو ایسا لاجواب دیا ہے کہ پھر آگے کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہ پڑے، لیکن میں آسانی سے ہار ماننے والا نہیں ہوں، میرا یہ سوال بے مقصد نہیں ہے، بتاؤ تو سہی!"

نشاط مداخلت کرتے ہوئے بولی،

"بس کام چلا لیتی ہے!"

زرینہ نے کہا،

"وہ بھی بڑی مشکل سے!"

آفاق نے ایک شل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

"اسے پڑھو!"

زرینہ نے پڑھ کر شل واپس کر دی،

"پڑھ لی؟"

"ترجمہ کر سکتی ہو؟"

"کر لوں گی شاید!"

"خود اعتمادی سے کام لو، کہو ضرور کروں گی؟"

"(مسکرا کر) واقعی ضرور کر لوں گی، میں تو ویسے ہی انکسار کر رہی تھی۔"

"اچھا تو ہم اور نشاط باتیں کرتے ہیں، تم ترجمہ کر ڈالو۔"

"اتنی جلدی؟"

"ہاں ابھی اور اسی وقت!"

نشاط سے آفاق ادھر اودھر کی باتیں کرنے لگا، زرینہ قلم دوات لے کر ایک گوشے میں بیٹھ گئی، کوئی پون گھنٹے میں ترجمہ لاکر اس نے پیش کردیا،

آفاق نے کہا،

"یہ کر لائیں، ———— "

وہ بولی،

"کوشش تو کی ہے، آپ بھی دیکھ لیجئے،؟"

آفاق نے ایک نظر ترجمہ پر ڈالی اور خوش ہو کر کہا،

"بھئی واقعی بڑی ذہین ہو، میں بھی اس سے اچھا ترجمہ نہیں کرسکتا تھا ———— دیکھا نشاط!"

نشاط نے بھی ترجمہ پر ایک نظر ڈالی اور گویا ہوئی،

"بہت اچھا ہے، مجھے اتنے اچھے ترجمہ کی امید نہیں تھی ان سے!"

آفاق نے کہا،

"وہ بھی فی البدیہہ، اور برجستہ ———— !"

پھر حسبِ عادت اس نے قہقہہ لگایا، اور کہنے لگا،

"ہمارے بعض مؤکل اپنے مقدمات کی مثل کا اُردو میں ترجمہ کرا لیتے ہیں، عام طور پر فی مثل پندرہ روپے ملتے ہیں، یہ کام منشی خیرات علی سے لینا تھا وہ اپنے نواسے کی شادی میں گئے ہیں، کام ارجنٹ تھا، پہلے تو میں خود بیٹھ گیا کہ لاؤ ترجمہ گھسیٹ دوں، لیکن طبیعت کچھ جمی نہیں، سوچا زرینہ کا امتحان بھی ہو جائے گا اور کام بھی بن جائے گا، بیک کرشمہ دو کار،

(جیب سے پندرہ روپے نکال کر) لیجئے جناب یہ ماسی آپ کی اُجرت،
——— مہینہ میں دو چار شلوں کا کام تو ملا ہی جایا کرے گا، کام کچھ
ایسا مشکل نہیں، صرف ذرا ذہین ہونا چاہیئے آدمی کو!"

روپے اب تک آفاق کے ہاتھ میں رکھے تھے، اس نے کہا،

"لو بھئی ———"

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی،

"رہنے دیجئے!"

آفاق نے نشاط سے کہا،

"سن رہی ہو؟"

پھر زرینہ سے مخاطب ہوا،

"یہ نہ میرا کام ہے، نہ میں اپنے پاس دے رہا ہوں، مؤکل کا کام
ہے اسی نے یہ اُجرت دی ہے!"

نشاط نے کہا،

"لے لو زرینہ!"

زرینہ نے روپے لے لئے!

"بڑے بھیا آپ نے خواہ مخواہ میرے لئے یہ کام پیدا کیا ہے!"

آفاق ہنسنے لگا،

"خواہ مخواہ کی خوب رہی!" ——— اب اسی بات
پر چائے پلاؤ۔ خوب اسٹرانگ سی!"

زرینہ اٹھ کھڑی ہوئی،

"ابھی لیجیے، !"

وہ چائے بنانے چلی گئی، آفاق کمرہ میں ٹہلنے لگا، ٹہلتے ٹہلتے، زرینہ کی میز کی طرف جانے لگا، نشاط کی دی ہوئی کئی اردو کی کتابیں رکھی تھیں، کئی اردو انگریزی کے رسالے بھی تھے، وہ الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا، نشاط نے اسے جو مصروف دیکھا تو خود بھی، زرینہ کے پاس اس کا ہاتھ بٹانے چلی گئی،

یکایک آفاق کی نظر ایک اخبار پر رک گئی، یہ وہی اخبار تھا، جس میں اس کا دیا ہوا اشتہار چھپا تھا، اس کے نیچے پنسل سے زرینہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک سطر تھی،

"غریبوں کا بھی کوئی آسرا ہوتا تو کیا ہوتا !"

بے ساختہ آفاق کی آنکھ سے آنسو کے دو بڑے بڑے قطرے اخبار پر گرے اور جذب ہو گئے، وہاں سے ہٹ کر وہ اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا تھوڑی دیر میں زرینہ اور نشاط چائے لے کر آگئیں، لیکن دونوں یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں، آفاق کا خوشی سے دمکتا ہوا چہرہ اتنی ذراسی دیر میں افسردہ اور مضمحل کیوں ہو گیا ؟

آفاق کا ملول چہرہ دیکھ کر زرینہ کے دل پر سانپ لوٹ گیا، اس کا جی چاہا کہ پوچھے،

بڑے بھیا ابھی جب میں گئی تھی تو آپ اچھے بھلے تھے، اب آئی ہوں

تو رنگ بدلا ہوا ہے!

لیکن ہمت نہ پڑی، الفاظ زبان پر آ آ کر اٹک گئے۔

آفاق نے چائے پی، لیکن بے دلی سے، پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا،

"اچھا بھئی زرینہ پھر آئیں گے"!

جواب کا انتظار کئے بغیر وہ چلا گیا،

غمِ دِل

داغِ دِل گر نظر نہیں آتا
بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی

(ا)

زرینہ پر یہ دن بڑے کڑے گذر رہے تھے، دُنیا اس کی نظر میں تاریک تھی، حال ابتر، مستقبل بدتر، اگر نشاط کی دلسوزیاں اور آفاق کی ہمدردیاں شامل نہ ہوتیں، تو شاید اب تک وہ زندگی کی پابندیوں سے آزاد ہو گئی ہوتی،

آج وہ زیادہ پریشان اور مغموم نظر آ رہی تھی۔!

آج پھر اخبار میں اس نے کئی ہفتہ کے بعد پھر وہی اشتہار دیکھا تھا جو اس سے پہلے بھی اس کے لئے رشتہ کی جستجو میں آفاق کی طرف سے دو تین مرتبہ، تھوڑے تھوڑے وقفہ سے بغیر نام کے صرف پوسٹ بکس نمبر کے حوالہ سے شائع ہو چکا تھا،

وہ جب بھی اشتہار دیکھتی تھی تو اسے اپنے وجود سے شرم آنے لگتی تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے وہ چوراہے

برائے فروخت بٹھا دی گئی ہے۔ گاہک آتے ہیں، اسے دیکھتے ہیں اور ناپسند کر کے چلے جاتے ہیں، وہ سوچتی تھی

میں اس قابل نہیں ہوں کہ کسی کے گھر کی زینت بن سکوں،

خدا کی اس وسیع دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے، جو مجھے اپنا بنا سکے، آئینہ دیکھتی ہوں، تو کسی سے اپنے کو ہٹا نہیں پاتی، اگر میرے گن اور سبھاؤ کی تعریف بھی کرتے ہیں، پھر بھی، میں زندگی کے لئے وبال ہوں، اور زندگی میرے لئے، میں کسی کی نہیں بن سکتی، کوئی میرا نہیں بن سکتا ——— اس طرح یہ زندگی کب تک بسر ہوگی؛

——— اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آئے؛

کبھی جی چاہتا آفاق کو کہہ دے؟

آپ کی مہربانی کا شکریہ، لیکن اب میرے لئے آپ رفیق زندگی کی جستجو نہ کیجئے، جس حال میں ہوں خوش ہوں، ساری زندگی اسی طرح بسر کرے جاؤں گی، پھر اس محلہ میں اس کی جو گت بن چکی تھی، جو رسوائیاں ہو چکی تھیں، ان کا خیال آجاتا تو وہ کانپ جاتی اور محسوس کرنے لگتی کہ بات وہی ٹھیک ہے جو آفاق نے سوچی ہے، جب تک کوئی سرپرست اور سر دھرا نہ ہو، عزت کی زندگی بسر کرنا ممکن نہیں،

پھر خیال آتا، کیوں نہ اس شہر سے کہیں اور چلی جاؤں، روکھی سوکھی جو کچھ ملے گی، محنت مزدوری کرکے اسی سے پیٹ بھرلوں گی، وہاں نہ کوئی واقفکار ہوگا، نہ شناسا، نہ پوزیشن کا خیال ہوگا، نہ عزت کا ڈر،

لیکن پھر سوچتی، جب اس شہر میں جو اپنا ہے اس محلہ میں جہاں کے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں، اس گھر میں جس کے ذرہ ذرہ سے وابستگی ہے، تنہائی کی زندگی بسر کرنا ممکن نہیں، تو ایک غیر شہر میں غیر محلہ میں، غیر گھر میں کیسے ممکن ہو سکے گا؟

کبھی اُسے اپنے وجود پر غصہ آنے لگتا،

اس دُنیا میں نہ جانے کتنے لوگ ہیں جو لاولد ہیں، اگر امّاں اور ابّا بھی لاولد رہ جاتے، اور میں نہ پیدا ہوئی تو کونسی قیامت آجاتی، دُنیا کا کون سا کام رک جاتا؛ اس زندگی سے، جس کے تصوّر سے دم گھٹتا ہے پالا نہ پڑتا،

——— لیکن تقدیر ——— وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، اور خدا کو شاید یہی منظور تھا کہ میرے ناکارہ وجود سے اس دُنیا کی آبادی میں ایک فرد کا اضافہ ہو جائے،

اشتہار پر اشتہار دیئے جا رہے ہیں، لیکن کوئی "انکوائری" نہیں آتی، کوئی اس گھر میں آ کر نہیں جھانکتا ——— آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟ آخر ایک دن تھک ہار کر آفاق بھائی بھی بیٹھ جائیں گے؛

پھر کیا ہو گا؟

اب تک تو یہ آس ہے کہ ان کی کوششیں کبھی نہ کبھی بار آور ہوں لیکن وہ بھی اگر ناکام رہے، ان کی اس اشتہار بازی کا بھی اگر کوئی نتیجہ نہ نکلا تو؟

———————

اس کے آگے وہ کچھ نہ سوچ سکی، دماغ نے جواب اور آنکھوں نے برسنا شروع کر دیا، آدمی جب بالکل بے بس اور مایوس ہو جاتا ہے تو یہی آنکھیں رو رو کر اس کے دل کا بوجھ ہلکا کرتی ہیں،

بڑی دیر تک وہ اکیلی اور تنہا روتی رہی،

جب روتے روتے تھک گئی تو خود ہی اس نے آنسو پونچھے، اب دماغ ذرا پھر چست ہو چلا تھا، پھر وہ سوچنے لگی، اس زندگی کا انجام کیا ہوگا؟ اس اشتہار بازی کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ یہ سوچتے سوچتے وہ اس نتیجہ پر پہنچی بلا سے کچھ ہو، لیکن اب زندگی میں اب بہرحال انقلاب آنا چاہیئے ———— خواہ وہ انقلاب خوشگوار ہو یا ناخوشگوار ہو یا حسرت آفرین، کسی قیمت پر بھی یہ کیفیت ختم ہونی چاہیئے،

لیکن وہ انقلاب جس کی ضرورت ہے، جس کا انتظار ہے، کس طرح آئے؟ ———— کیونکر آئے؟ کون اسے لائے گا؟ کس طرح وہ آئے گا؟ کیونکر اس کا راستہ ہموار ہوگا؟

نہیں وہ انقلاب نہیں آئے گا، جو لوگ بے وسیلہ ہوں، غریب ہوں، مفلس ہوں، انہیں حق نہیں کہ وہ انقلاب کی تمنا کریں، وہ اس کے مستحق نہیں کہ ان کے حالات میں تبدیلی ہو، وہ صرف اس لئے ہیں کہ جئیں، اور اس وقت تک جئیں، جب زندگی کا چکر ختم نہ ہو جائے،

یاس اور ناامیدی کبھی تو انسان کو اتنا ہراساں کر دیتی ہے کہ وہ رونے لگتا ہے اور کبھی اس میں ایک ٹھہراؤ، ایک سکون پیدا کر دیتی ہے اور

پھر تھوڑے سے وقفہ میں یہ دونوں کیفیتیں طاری ہوئیں، ابھی ذرا دیر پہلے
اداسی نے مجھے خون فشانی پر مجبور کر دیا تھا، اور اب وہ مایوسی ہی تھی
جس نے ایک طرح کا سکون بخشا، اور وہ اس فکر سے الگ ہو کر کچھ اور
سوچنے لگی۔۔!

---

(۲)

زرینہ اسی طرح خاموش اور مضمحل، افسردہ اور اداس بیٹھی تھی کہ یکایک ایسا معلوم ہوا جیسے کمرہ میں کوئی آیا ہے، اس نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو دو عورتیں سفید برقعہ میں ملبوس کھڑی ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہی تھیں، ان میں سے ایک ایک ادھیڑ تھی سر کے بال سفید ہو چلے تھے، لیکن بڑھاپا ابھی پورے طور پر غالب نہیں آیا تھا، دوسری جوان تھی ناک نقشہ معمولی لیکن چہرے پر ایک طرح کا تیکھا پن، پیشانی کی سلوٹیں اُبھری ہوئی، دونوں نے اپنے برقع کی سونڈ سر پر ڈال رکھی تھی، اور اسے اس طرح دیکھ رہی تھیں جیسے آنکھوں آنکھوں میں اس کے سراپا کا، صورت کا، سیرت کا، انداز و اطوار کا جائزہ لے رہی ہیں، انہیں دیکھ کر زرینہ اُٹھ کھڑی ہوئی،

"آپ کون ہیں، کس سے ملنا چاہتی ہیں؛ ——————

کھڑی کیوں ہیں بیٹھ جائیے!"

چہرے سے کسی طرح کا تاثر ظاہر کئے بغیر دونوں خاموشی کے ساتھ چپ ہو گئیں، زرینہ نے پھر اپنا سوال دہرایا،

"آپ کس سے ملنا چاہتی ہیں؟"

ادھیڑ عمر کی عورت نے کہا،

"کیا امجدی بیگم اس گھر میں رہتی ہیں؟"

زرینہ نے جواب دیا،

"جی ——— لیکن وہ اس وقت یہاں نہیں باہر گئی ہیں؟"

ادھیڑ عمر عورت کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے،

"باہر گئی ہیں؟ ——— کیا سیر سپاٹے کو؟"

یہ بات زرینہ کو بری لگی،

"ممکن ہے سیر سپاٹے کو گئی ہوں، ——— کیا انہیں آپ سے اجازت لے کر جانا چاہئیے تھا؟"

اس عورت کو غصہ آ گیا،

"بیٹی تم تو مرنے مارنے پر تیار نظر آتی ہو، ——— معاف کر دو ہمیں غلطی ہوئی!"

ساتھ والی نوجوان عورت نے کہا،

"کیا آپ کا نام زرینہ ہے؟"

زرینہ نے جواب دیا۔

"جی ہاں میرا نام زرینہ ہے —————— لیکن میں نے آپ کو پہچانا نہیں!"

وہ مسکرائی،

"پہچان بھی لوگی، اتنی جلدی کیا ہے —————— ہاں زرینہ! والدہ کب تک آجائیں گی!"

زرینہ کو ان سوالات سے بڑی حیرت ہوئی، اس نے کہا،

"ایک گھنٹہ سے پہلے تو شاید نہیں آسکیں گی!"

ادھیڑ عمر کی عورت نے اٹھتے ہوئے کہا،

"چلو بیٹی زینب چلیں —————— پھر کبھی دیکھا جائیگا"

زینب نے میٹھے میٹھے کہا،

"اب آئے ہیں تو ذرا انتظار کیوں نہ کرلیں بار بار آنا کچھ آسان تو نہیں ہے!"

بات اس کی سمجھ میں آگئی،

"اچھا تھوڑی دیر انتظار کر لیتے ہیں؛" —————— (زرینہ سے) کیوں بیٹی کچھ پڑھی لکھی بھی ہو؟"

زرینہ کو خیال ہوا، شاید کوئی ٹیوشن کا معاملہ ہے، اس نے کہا،

"جی ہاں تھوڑا بہت پڑھ لکھ لیتی ہوں —————— لیکن سوال سے آپ کا مطلب؟"

لیکن اس سوال کے مطلب پر روشنی ڈالنے کے بجائے اس عورت

نے پوچھا،
"کیا تم نے بہشتی زیور پڑھا ہے بیٹی ؟"
زرینہ نے کہا،
"جی نہیں"
"اور راہ نجات" ؟
"جی وہ بھی نہیں،
"اور "ضروریات دین" ؟"
"کیا یہ کوئی کتاب ہے ؟"
"ہاں کتاب ہی ہے مسلمان گھروں میں ہر لڑکے اور لڑکی کو اس کی تعلیم دی جاتی ہے !"
"ہرگز ——— مجھے اتفاق نہیں ہوا اسے پڑھنے کا !
"فلمی دنیا تو ضرور پڑھتی ہو گی ہفتہ کے ہفتہ ؟"
زرینہ کو غصہ آ گیا،
"آخر ان بے تکے سوالوں سے آپ کا مطلب کیا ہے ؟" ——— نہ جان نہ پہچان اور آپ نے آتے ہی ایڑے بینگے سوالات شروع کر دیئے !"
عورت نے زینب سے کہا،
"مزاج تو بہت تیکھا ہے صاحبزادی کا !"
وہ بولی،

"ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے!"

زرینہ کا اضطراب تھا کہ بڑھتا ہی جارہا تھا، اس کی عقل حیران
تھی کہ آخر یہ کون لوگ ہیں!! اور اس طرح کے اوٹ پٹانگ سوالوں کا
مقصد اور مدعا کیا ہے؛

اتنے میں ماجدہ آگئیں، زرینہ کی جان میں جان آئی اس نے کہا
"اماں جی، یہ آپ سے ملنے آئی ہیں!"

وہ عورت اُٹھ کھڑی ہوئی،

"بہن آپ سے کچھ باتیں کرنا ہیں ——— ذرا الگ
چلیے!"

ماجدہ اس عورت کو لے کر باہر دوسرے کمرہ میں چلی گئیں!

---

(۳)

اب کمرہ میں صرف زینب اور زرینہ رہ گئیں ،

زینب نے پوچھا ،

"کیوں بہن ، یہ وکیل صاحب جن کے گھر میں تم رہتی ہو ، تمہارے کون ہیں ؟"

زرینہ نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا ،

"چچا ہیں !"

"سگے" ؟

"جی ہاں !"

"پھر تم یہاں کیوں رہتی ہو ، کوٹھی میں کیوں نہیں رہتیں ؟"

"اس لئے کہ میں غریب ہوں ، وہ امیر ہیں !"

"تمہارے باپ کچھ بھی نہیں چھوڑ گئے !"

"کیوں نہیں چھوڑ گئے!"

"(اشتیاق کے ساتھ) اچھا ———— کیا کیا چھوڑ
ہے انہوں نے؟"

"ایک یتیم لڑکی جس کا نام زرینہ ہے، ایک بیوہ عورت جس
کا نام ماجدہ ہے!"

زینب کو غصّہ آگیا،

"تم مذاق کرتی ہو مجھ سے؟"

اب زرینہ کا موڈ بدل چکا تھا، اب تک وہ ان لوگوں کی باتوں سے
اُلجھ رہی تھی، برہم ہو رہی تھی، جھلّا رہی تھی، اب وہ انہیں بنانے اور زچ
کرنے کے موڈ میں تھی، اس نے کہا،

"تو اور کیا کروں؟"

زینب اور زیادہ جھلّا گئی اُس نے کہا،

"بڑی تیز ہو!"

زرینہ نے بھی اسی لہجہ میں جواب دیا،

"شکریہ اس عزّت افزائی کا ———— لیکن ذرا اپنی
تعریف بھی تو کیجئے، وہ کون سا چمن ہے جس کی آپ پھول ہیں؛ وہ کون
سی ڈالی ہے جس کی آپ پتّی ہیں؛ وہ کون سا گھر ہے جس کی آپ
رونق ہیں؛ وہ کون سا مدرسہ ہے جہاں آپ نے تہذیب کا یہ سبق
سیکھا ہے؛ وہ کون سی دانش گاہ ہے، جہاں یہ تعلیم دی جاتی ہے،

بغیر جان پہچان کے دوسروں کے گھر میں گھس جاؤ اور ان سے بالکل
ذاتی حیثیت کے سوالات کرنے لگو؟" ———— میں تیز دل
ہوں یا بدتمیز، لیکن آپ نے تہذیب اور تمیز کی جو مثال قائم کی ہے وہ
یقیناً لاجواب ہے، امید ہے آپ کبھی کبھی تشریف لاتی رہیں گی ———

زینب نے گھبرا کر کہا،

"اے ذج، خدا نہ لائے پھر اس گھر میں! ——— بھر پایا!"

زرینہ ہنسنے لگی،

"اتنے ہی میں؟ ——— یہ تو پہلی ملاقات ہے،
اب کی جب آپ آئیں گی تو اس سے زیادہ پُر تپاک خیر مقدم ہوگا آپ کا"

زینب اُٹھ کھڑی ہوئی، اور بولی،

"اب آئی ہے میری پیزار!"

یہ کہا اور تیزی کا سے باہر نکل گئی،

زرینہ نے روکنے کی کوشش کی،

"سنیئے تو سہی، ایک بات تو سن لیجئے!"

لیکن اب کون سنتا تھا، اس نے جواب تک نہ دیا اور جس کمرہ
میں اس کی ماں ماجدہ سے بیٹھی باتیں کر رہی تھی، بجلی کی سی تیزی سے
وہاں پہنچ گئی!

---

(۴)

تھوڑی دیر کے بعد جب یہ ناخواندہ مہمان رخصت ہو گئے،
تو زرینہ نے ماں سے پوچھا،
یہ کون لوگ تھے، اماں جی؟
ماجدہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا،
"رشتہ کے لئے آئے تھے، ——— اخبار میں اشتہا
پڑھ کر ———!"
یہ سن کر زرینہ خاموش ہو گئی، کچھ سوچنے لگی، پھر اس نے ذرا
لجاتے ہوئے کہا،
"لیکن اماں جان، اخبار میں تو کوئی پتہ نشان درج نہیں تھا پھر ہمارے
گھر کا پتہ انہیں کیسے چلا؟"
ماجدہ نے کہا۔

"مجھے خود بھی اس پر حیرت ہے، بلکہ میں نے یہ سوال کیا بھی تھا، ماں پر، ان کی لڑکی زینب نے کہا، ڈھونڈنے والے کو خدا مل جاتا ہے آپ اپنے گھر کو کہہ رہی ہیں ———— لیکن بیٹی کچھ عجیب سے لگ نظر آتے ہیں، دیکھنا چاہیئے خدا کیا کرتا ہے۔"

زرینہ کا دل دھڑکنے لگا،

"کیوں اماں جی؟"

ماجدہ نے کہا،

"بڑے لالچی معلوم ہوتے ہیں ———— بار بار یہی سوال کیا جاتا تھا، لڑکی کو جہیز میں کیا کیا ملے گا؟ زیور کتنا ہو گا؟ جوڑے کتنے ہوں گے، فرنیچر کتنا ہو گا؟ نقد روپیہ کتنا ہو گا؟ ————"

زرینہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

"پھر آپ نے کیا کہا؟"

وہ بولیں،

"بیٹی میں کیا کہتی ———— میں نے صرف اتنا کہا، چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں؟ ———— اگر ہمارے پاس دولت ہوتی، جہیز ہوتا، فرنیچر ہوتا، زیور ہوتا تو اخبار میں اشتہار کیوں دیا جاتا؟ ہم نے اشتہار میں تو کہہ دیا تھا کہ یہاں صرف خدا کا نام ہے۔"

زرینہ نے کوئی مزید سوال نہیں کیا، خاموشی سے ماں کی باتیں سنتی رہی۔ ماجدہ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا،

"میری یہ صاف باتیں شاید انہیں پسند نہیں آئیں ————"
ماجدہ کو توقع تھی کہ زرینہ کچھ پوچھے گی، سوال کرے گی لیکن
وہ ویسے ہی خاموش بیٹھی رہی، آخر ماجدہ سے ضبط نہ ہو سکا، انہوں
نے خود ہی بتا دیا،
"کہنے لگیں، یہ تو ٹھیک ہے، لیکن آدمی لاکھ غریب ہو، مگر جب
بیٹی کی شادی کرتا ہے تو کچھ نہ کچھ گرہ سے نکالنا ہی پڑتا ہے"
میں نے کہا۔
"ہاں یہ تو ٹھیک ہے بہن، لیکن شرط یہ ہے کہ گرہ میں کچھ
ہو بھی"
کہنے لگیں،
"ہم بھی کوئی دولت مند نہیں، لیکن اپنی لڑکی زینب کی شادی جب
کی تو ساری برادری والے مان گئے کہ غریبی سے کچھ نہیں ہوتا دل ہونا
چاہیئے ———— پھر آپ کے دیور تو ماشا اللہ کھیتی ہیں، کیا
وہ اپنی بھتیجی کے لئے کچھ نہیں کریں گے ؟"
اب میں ان سے کیا گھر کے اندرونی حالات بتانے بیٹھتی، میں
نے کہا۔
"ہاں کریں گے کیوں نہیں ؟"
یہ سن کر ذرا ان کے چہرے رونق آئی، کہنے لگیں،
"ہمارے گھر میں آپ کی لڑکی چین سے رہے گی"

زرینہ کو یہ باتیں پسند نہیں آئیں، اس نے کہا،
"اماں جی آپ نے ان لوگوں کو غلط امید کیوں دلائی؛ کیا آپ کو نہیں معلوم چچا جان کچھ نہیں کریں گے؟"

ماجدہ نے کہا،
"جانتی ہوں بیٹی لیکن آفاق نے ذمہ لیا ہے، وہ ضرور کچھ نہ کچھ کرے گا ——— اور بیٹی یہ بھی تو سچ ہے، آدمی لاکھ غریب بلکہ فقیر ہی کیوں نہ ہو لیکن بیٹی کے نکاح میں نہیں نہیں کر کے بھی خرچ کرنا ہی پڑتا ہے ——— پھر جب کہ ان کا لڑکا بھی بی اے پاس ہے اور ماشا اللہ دو سو روپیہ مہینہ کا نوکر ہے، خالی چھوہاروں پر تو نکاح ہونے سے رہا!"

زرینہ کے پاس ان باتوں کا کوئی جواب نہ تھا!

---

(۵)

زینب جب زرینہ سے بگڑ کر، اس کمرہ میں جا رہی تھی، جہاں اس کی ماں ماجدہ سے گفتگو میں مصروف و منہمک تھی، تو عمداً لیکن بظاہر غلطی سے ایک جیبی سائز کی تصویر پرس میں کنگھا رکھتے وقت گر پڑی تھی، زرینہ نے بھی تصویر اسے واپس دینے کے لئے بلایا تھا، لیکن وہ تو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی، بھلا اس کے بلانے کیوں چلی آتی؟

زرینہ نے سوچا، یہ تصویر جا کر زینب کو دے آئے، یہی سوچ کر اس نے تصویر اٹھا لی، اور ایک آدھ قدم آگے بھی بڑھی، لیکن پھر اس نے سوچا زینب کے اس طرز عمل کے بعد میرا اس کے پاس خود جانا مناسب نہیں ہے، غرض ہو گی تو خود ہی آ کر لے جائے گی، لیکن وہ نہ آئی، اور اپنی ماں کے ساتھ چلی گئی، زرینہ نے اس کے جانے کے بعد وہ تصویر میز کے خانہ میں ڈال دی، لیکن جب ماجدہ نے آ کر ان لوگوں کے آنے کی اصلی غرض وغایت

بتائی، تو پھر ماجدہ ان کے جانے کے بعد بے ساختہ اس کا جی چاہا کہ وہ تصویر جو چھوڑ گئی ہے، دیکھے،

زرینہ نے تصویر اٹھائی، !

یہ ایک نوجوان کی تصویر تھی، اس کے نیچے زنانہ خط میں لکھا ہوا تھا،

"میرے بھیا شیخ انوار الحق، بی اے —————— !"

زرینہ سمجھ گئی، یہ تصویر زینب عمداً چھوڑ گئی ہے۔

نگاہ غور سے اس نے تصویر کو دیکھا ! —————— اور بڑی دیر تک ٹکٹکی لگائے دیکھتی رہی،

شیخ انوار الحق صاحب بی۔ اے کی یہ تصویر عجائب خانہ میں رکھنے کے قابل تھی، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، چہرے پر چیچک کے بڑے بڑے نشان جسم حد سے زیادہ لحیم شحیم جیسے کسی مسخرے کا کارٹون، نہایت نازک فریم کی عینک، ہاتھ میں ایک موٹی سی چھڑی، سر پر ترکی ٹوپی، جس کا پھندنا، زلف رسا کی طرح لٹک رہا تھا، سیاہ شیروانی جس کے دامن گھٹنوں سے نیچے تک رہے تھے، بڑے پائنچے کا پاجامہ، پاؤں میں سلیم شاہی جوتے، شیخ انوار الحق بی۔ اے سامنے کی طرف اس طرح دیکھ رہے تھے، جیسے کوئی چیز گم گئی ہے، اور وہ نگاہوں نگاہوں میں اُسے تلاش کر رہے تھے، ہونٹوں پر جو حد سے زیادہ موٹے تھے، تبسم رقص کر رہا تھا، لیکن رقص کہاں کر رہا تھا۔ لنگڑا لنگڑا چل رہا تھا، انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے شیخ انوار الحق صاحب بی۔ اے اپنے آپ کو دُنیا

میں سب سے زیادہ حسین طور طرحدار، اور بانکا نوجوان سمجھتے ہیں، ایسا نکیلا، سجیلا جوان، جس کی مثال نہ پہلے کبھی تھی، نہ اب ہے، نہ آئندہ ہوگی

پہلے تو زرینہ کو یہ کارٹون نما تصویر دیکھ کر بے ساختہ ہنسی آگئی ——— دیکھئے آپ کو، اور آپ کے گھر کی صورت —

——— پھر دفعتاً اُس پر سنجیدگی طاری ہوگئی، وہ سوچنے لگی،

یہ ہے وہ شخص جو میرا گاہک بن کر آیا ہے،۔

اور چونکہ مارکیٹ میں کوئی دوسرا گاہک اس کے سوا موجود نہیں اس لئے لازمی طور پر، یہ مجھے جس قیمت پر چاہے گا خرید لے گا، مجھے اس کے گھر جانا پڑے گا، اس کی خدمت کرنا پڑے گی، اس کی اطاعت کرنا پڑے گی۔

اور پھر دفعتاً زینب کا تیکھا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا، اس کے دلی خراش اور طعن سے بھری ہوئی باتیں اس کے کانوں میں گونجنے لگیں، اس کی تکبر اور رعونت سے بھرپور آنکھیں اس کے سامنے آگئیں،

اور اس کے بعد زینب کی والدہ محترمہ کا ہیولیٰ سامنے آگیا، انہوں نے جو چبھتے ہوئے سوالات کئے تھے وہ پردۂ گوش سے ٹکرانے لگے،

اسے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین دھنسی چلی جارہی ہے، اور وہ بھی زمین کے ساتھ ساتھ ایک اتھاہ غار میں دھنسی چلی جارہی ہے

اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا،

یا اللہ اب کیا ہوگا؟
کیا یہی وہ شیخ انوار الحق صاحب بی اے ہیں، جو میرے، میری
روح کے، میرے جسم کے، میرے خیالات کے، میری ہر چیز کے مالک بن
گئے؛ کیا یہی وہ زینب ہے جو ان کی بہن ہے، جب اب اس کے مزاج
کا یہ عالم ہے تو جب میں اس کے گھر پہنچ جاؤں گی، تب تو شاید کبھی کبھی
بری بے مجھے بھی سہلا دیا کرے؛ کیا یہ زینب اور شیخ انوار صاحب کی
والدہ محترمہ ہیں، کیسے دل میں ترازو ہو جانے والے دل کے ٹکڑے
زینے، حقارت بھرے لہجہ میں سوالات کئے تھے، انہوں نے مجھ سے
ہر روز صبح شام یہ ہوں گی، ان کے سوالات ہوں گے اور مجھ مجرم کو
جواب دینا ہی ——— یا اللہ مجھ پر رحم کر!
پھر اس نے میز پر سر رکھ دیا اور سسکیاں لے لے کر رونے
لگی ——— !

(۶)

زرینہ کے سامنے اس وقت ناکام اور نامراد زندگی کا ایک لق و دق صحرا تھا، جس میں بغیر کسی ساتھی کے، بغیر کسی مددگار کے رہرو ں کر رہی تھی۔

اپنی زندگی کا اس نے جائزہ لینا شروع کیا، تو محسوس کیا کہ اس زندگی میں آج تک خوشی کا ایک لمحہ اور چین کی ایک گھڑی بھی میسر نہ آئی!

باپ کا سایہ بے شک بہت کچھ ہوتا۔ جب تک ابا جی زندہ تھے بلاشبہ ان کی محبت اور شفقت کی نعمت ملتی رہی، لیکن ان کی زندگی بھی دوسروں کی محتاج تھی، وہ بھائی پر صدقے قربان ہوتے تھے، بھائی دوسروں پر جان چھڑکتا تھا، انہوں نے اپنی خودی، اپنی زندگی انھیں بھائی کی خدمت پر قربان کر دی تھیں، لیکن بھائی کی طرف سے ایک

ت ناس آقا کی طرح روٹی کپڑے کے سوا کچھ میسر نہ آیا،

پھر باپ کا انتقال ہوا تو زندگی کی نئی ڈگر شروع ہوئی، چچی
اور چچازاد بہنیں اور بھائی، پہلے ہی کون سے ملتفت ہوتے تھے، اب
ان کا رنگ بالکل ہی بدل گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس لق و دق کوٹھی کی غلام
گردش میں سکونت اختیار کرنے کے بعد بھی چین ملا نہ سکھ میسر آیا، وہی طعنے
وہی احساس برتری، وہی درشت زبانی، آخر اس جھنجھٹ سے چھوٹنے کے
لئے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کی، محنت مزدوری کرکے پیٹ
بھرنے کا بندوبست کیا،

لیکن قسمت کو یہ بھی پسند نہ آیا، اس میں بھی رکاوٹیں پیدا ہوئیں -
غنڈوں اور بدمعاشوں نے تعاقب شروع کیا، رسوائیاں استقبال کرنے کو
آگے بڑھیں، جب کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا تو پاؤں توڑ کر گھر میں بیٹھ
جانا پڑا، بیچاری اماں جی نے بڑھاپے کمزوری اور صحت کی خرابی کے باوجود
آنے جانے کا کام اپنے ذمہ لے لیا،

لیکن حالات اب بھی ساز گار نہ ہوسکے،

چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں، امیروں کی لڑکی زندگی بھر گھر بیٹھی رہے
تو کوئی اُسے ٹوکنے والا ہے۔ بدنام کرنے والا - اور اگر ہو بھی تو
سنتا کون ہے؟ پرواہ کون کرتا ہے، لیکن غریب کی لڑکی جوان ہونے کے
بعد گھر میں نہیں بیٹھ سکتی، اسے کسی نہ کسی طرح دفع ہونا ہی چاہیئے، اپنے
گورے، چنانچہ پیرے وغیرہ کرنے، مجھے گھر سے نکالنے کی تیاریاں شروع

ہو گئیں،

اگر ابا جی کچھ چھوڑ گئے ہوتے تو چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو سکتا تھا، ایک سے ایک خوبصورت، تعلیم یافتہ، اعلیٰ نسب، والا حسب اونچے خاندان والے نوجوان ہاتھ جوڑے دروازے پر کھڑے ہوتے، لیکن یہاں خدا کے نام کے سوا کیا تھا؛ اشتہار بازی شروع ہوئی کہ ہے کوئی ایسا مرد مومن جو ایک خوبصورت سلیقہ شعار اور خواندہ لیکن یتیم اور غریب لڑکی کا شوہر بننے پر تیار ہو؛ جو جہیز نہ چاہے؛ جسے دولت کی حرص نہ ہو؛

یہ اشتہار ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ دیا گیا ——— مگر صدائے نہ برخواست! ——— بھلا خوبصورتی کو کون پوچھ ہے، قوم کے نونہالوں کو دولت چاہیئے، دولت، نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے آفاق بھائی اشتہار دے کر چور بن گئے، یا تو وہ جوش و خروش تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ کل ہی اس فریضے سے سبک دوش ہو جائیں گے؛ اب ایسے خاموش جیسے اس تحریک سے انہیں کوئی سروکار ہی نہ تھا ——— وہ بیچارے بھی کیا کرتے؛

ان کے بس میں جو کچھ تھا وہ کر گزرے، اب اس سے زیادہ اور اس سے آگے وہ کر بھی کیا سکتے تھے،

دفعتاً مایوسی کی تاریکی میں امید کی کرن جگمگاتی ہوئی نظر آئی!

———

بی زینب اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ اپنے قابلِ فخر بھائی کے ساتھ

یب خانہ پر رونق افروز ہوئیں کوئی مالدار لڑکی ہوتی، تو سجدے کرتی
یں، لیکن ایک غریب لڑکی پر تو وہ احسان کرنے آئی تھیں،
جسے زمانہ نے ٹھکرا دیا تھا، جسے کوئی نہیں پوچھتا تھا، جس کی کہیں
نگ نہ تھی، اسے وہ اپنی بھانج بنانے، بہو بنانے تشریف لائی تھیں،
انہیں حق تھا کہ اس طرح کے سوالات کرکے اپنی تشفی کرتیں، مجھے پہلے سے
معلوم ہوتا، اس لئے آئی ہیں تو ادب سے سر جھکا کر بیٹھ جاتی، اور ہر
سوال کا جواب حسب دلخواہ دیتی، لیکن وہ تو بلائے بے درماں بن کر آئیں،
اور امتحان میں فیل کر گئیں، اس کے بعد بھی اگر وہ رشتہ کرنے پر رضا مند
ہو جائیں تو ان کے شریف ہونے میں شبہ نہیں۔

(۷)

تھوڑی سی دیر میں زرینہ نے اور اس کے خیالات نے کئی پٹے کھائے،

وہ شیخ انوار الحق کی تصویر دیکھ کر اپنی کراہت پہلے پہل ضبط نہ کر سکی، اسے زینب اور اس کی ماں کا برتاؤ بہت برا لگا، اس گھر میں ایسے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنا اسے ناممکن نظر آیا۔

پھر اس نے انوار الحق کی بدصورتی اور زینب اور اس کی ماں کی بیہودگی سے قطع نظر کر کے اپنے حالات کا جائزہ لیا، اور محسوس کیا، شاید قدرت نے یہ پہلا اور آخری موقع عنایت فرمایا ہے، زندگی کے اس دلدل سے نکلنے کے لئے اگر یہ ضائع گیا تو نہ آفاق ہمدردیاں کچھ کام آ سکیں گی، نہ نشاط کی دلسوزیاں، پھر زندگی کی یہ حرماں نصیبی کبھی ختم نہ ہو سکے گی، ہر نیا سال آفت بن جائے گی۔

یہ سوچ کر اس طرح جیسے کوئی بیمار دوا کا کڑوا گھونٹ پینے پر مجبور ہو جاتا ہے، وہ شیخ انوار الحق کی رفیقۂ حیات زینب کی بھاوج، اور اس کی ماں کی بہو بننے پر اپنے آپ کو آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئی،

اس وقت وہ دو مصیبتوں میں گرفتار تھی۔

ایک طرف شیخ انوار الحق اپنی پوری بدصورتی کی یکتا اور بے مثال، منہ کھولے کھڑے تھے، زینب اور اس کی ماں اپنی تمام کم ظرفیوں بیہودگیوں کے ساتھ اسے حقیر و ذلیل سمجھتے ہوئے اپنی طرف گھسیٹ رہی تھیں، دوسری طرف لوگوں کے بے دردانہ طعنے تھے، رسوائیاں تھیں، ذلتیں تھیں ناکامیاں تھیں۔

ان دونوں میں سے بہرحال ایک آفت کو منتخب کرنا تھا، اس نے یہ سوچ کر کے شیخ انوار الحق کو قبول کر لیا، اس طرح لاکھ ذلتیں ہوں، مصیبتیں ہوں لیکن زندگی ایک ڈھرے پر تو آجائے گی، دوسری صورت میں تو بیٹھنے کا سہارا بھی میسر نہیں آتا،،

اس فیصلہ پر پہنچ کر اس کے دل کا بوجھ کسی حد تک کم ہو گیا، اور وہ ذرا آسودہ سی نظر آنے لگی،

اتنے میں نہ جانے کیسے نشاط آ گئی۔

زرینہ کے آنسو خشک ہو چکے تھے، لیکن ان کے نقوش رخسار و عارض پر ابھی تک موجود تھے، وہ ایک فیصلہ پر پہنچ کر کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی، لیکن چہرے کی پژمردگی اور اداسی اب تک باقی تھی،

نشاط نے آتے ہی پوچھا،

"کیسی ہو زرینہ؟"

وہ مسکرانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی،

"اچھی ہوں ——— آؤ بیٹھو بہت دنوں کے بعد صورت دکھائی ——— ؟"

نشاط نے بیٹھتے ہوئے کہا

"ہاں ذرا چند دن کے لئے باہر چلی گئی تھی ——— لیکن تم اتنی اداس اور مضمحل کیوں نظر آ رہی ہو ؟"

زرینہ ہنسنے لگی

"اداس اور مضمحل نہیں، بیمار اور لاغر کہو ——— قاعدہ ہے کوئی محبت کرنے والا، جب کچھ روز بعد ملتا ہے، تو یہی کہتا ہے، تم بھی کئی دن بعد آئی ہو، لہٰذا رسم اگر پوری کرنی ہے تو اسی طرح کرو"

نشاط بھی ہنسنے لگی،

"مجھے باتوں میں نہ اڑاؤ، ———"

پھر یکایک اس کی نظر شیخ انوار الحق بی اے کی تصویر پر جا پڑی، جو سامنے میز پر اب تک رکھی تھی، نشاط نے لپک کر اسے اٹھا لیا، اور بڑے غور سے دیکھنے لگی، پھر یک بیک قہقہہ مار کر ہنسی، اور سوال کیا،

"کون ہے یہ جانگل ؟"

زرینہ نے کہا،

"خاموش ——— بدتمیزی نہیں کرتے!"

نشاط نے کہا،

"مجھے تو اسے دیکھ کر ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو رہا ہے!"

زرینہ نے جواب دیا۔

"ہنسی پر کوئی پابندی نہیں ہے! جی بھر کے ہنسو!"

نشاط نے پھر سوال کیا،

"آخر یہ ذاتِ شریف ہیں کون؟ ذرا ان کا تعارف تو کراؤ!"

زرینہ نے جواب دیا۔

"اشتہاری شوہر!"

دفعتہً نشاط سنجیدہ ہو گئی اور بے یقینی کی نظروں سے زرینہ کو دیکھنے لگی، وہ فیصلہ نہیں کر سکی کہ زرینہ جو کچھ کہہ رہی ہے سچ ہے یا جھوٹ

زرینہ نے اس کی کیفیت بھانپ لی،

"سچ کہہ رہی ہوں نشاط!"

نشاط نے افسردہ لہجہ میں پوچھا،

"یہ تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟"

زرینہ بولی،

"ہاں ———"

"تو کیا یہ رشتہ تمہیں منظور ہے؟"

"منظوری اور نامنظوری کا کیا سوال؟"

"کیوں؟ تم پر کوئی جبر تو نہیں کر سکتا، چاہو تو انکار کر دو؟"

"ہاں ٹھیک کہتی ہو، لیکن میں انکار نہیں کر سکتی؟"

"(حیرت سے) تو گویا یہ رشتہ تمہیں منظور ہے؟"

"میری جگہ تم ہوتیں (خدانخواستہ) تو یہی فیصلہ تمہارا بھی ہوتا!"

"آخر اتنی بے بس کیوں ہو؟ ——— کیا آفاق بھائی اڑ گئے ہیں یا ماجدہ خالہ مصر ہیں؟ اگر ایسا ہے تو میں ان دونوں کو سمجھانے کا ذمہ لیتی ہوں!"

"نہیں نشاط ایسی غلطی نہ کرنا ——— آفاق بیچارے جانتے ہی نہیں، یہی حال اماں جی کا ہے، جو کہہ دیتی ہوں، چپ چاپ مان لیتی ہیں!"

"پھر آخر کیا بات ہے؟"

....

....

"ارے بھئی ذرا سوچو تو سہی کتنے دنوں کے بعد بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا ہے، کتنے دنوں سے اشتہار دیئے جا رہے تھے، اور ان کا کوئی جواب ہی نہیں ملتا تھا، اب خدا نے فضل کیا، ایک بدصورت لیکن شریف آدمی، ایک خوبصورت، لیکن غریب لڑکی کو بیاہ لینے پر رضامند ہوا تو میں انکار کر کے کفرانِ نعمت کا ثبوت دوں! ——— ذرا غور تو کرو اگر

واقعی ایسی حماقت کر بیٹھوں تو اس کا انجام کیا ہوگا؟"

"(ٹھنڈی سانس لے کر) انجام کچھ بھی ہو، لیکن تمہارا اور اس ہونق کا کوئی جوڑ نہیں ——— پہلوئے حور میں لنگور خدا کی قدرت چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے، میں تو یہ رشتہ نہیں ہونے دوں گی، اس سے تو کہیں بہتر ہے زہر کھالو، خودکشی کر لو۔"

"میری پیاری اور ہمدرد بہن، یہ تجویز میرے ذہن میں بھی آئی تھی، لیکن میرے پاؤں میں اماں جی کی جو زنجیر پڑی ہے، وہ مجھے کچھ نہیں کرنے دیتی، یہ سچ ہے، مرنے کے بعد مجھے کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ اماں جی پر کیا گزری، لیکن میرے اندر سے کوئی بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے، تجھے مرنے کے بعد بھی چین نہیں ملے گا، اگر تو نے ان نصیبوں جلی کا دل توڑا، جسے زندگی میں کبھی کوئی سکھ نہیں ملا، تو اس کے سینہ پر گھونسہ نہ مار!"

یہ کہتے کہتے زرینہ کی آواز بھرا گئی، اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو کے قطرے تیرنے لگے، خود نشاط کی بھی یہی کیفیت ہوئی، زرینہ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،

"انسان کی زندگی پر صرف اسی کا حق نہیں ہوتا، دوسروں کا بھی ہوتا ہے، ماں باپ، بھائی بہن سب ہی اس کے حصہ دار ہوتے ہیں، میں اپنی بوڑھی اور دل شکستہ اور زمانہ کی ٹھکرائی ہوئی ماں کا حصہ اپنی زندگی سے کس طرح خارج کر دوں ——— نہیں نشاط یہ میں کسی طرح نہیں کر سکتی!"

نشاط بجائے اس کے کہ ان باتوں کا کوئی جواب دیتی خود رونے لگی
زرینہ نے اُسے ڈھارس دی اور کہا،

"روتے نہیں میری نشاط، رونے سے کیا مل جائے گا؟ —
——— تمہارے آنے سے کچھ دیر پہلے میں بھی رو چکی ہوں ———
——— بڑی دیر تک، بہت زیادہ، ایسا معلوم ہوتا تھا روتے روتے جل تھل کر دوں گی، لیکن وہ آنسو ذرا دیر میں خشک ہو گئے میں نے واقعات کا حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا، اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ مجھے بے چون و چرا یہ رشتہ منظور کر لینا چاہیئے، اگرچہ جانتی ہوں، خوشی اس کے بعد بھی میرے قریب نہیں پھٹکنے پائے گی!"

نشاط نے پوچھا،

"یہ کیوں؟ ——— یہ مایوسی کیوں؟"

زرینہ نے زینب اور اس کی ماں کا سارا کچا چٹھا کہہ سنایا، پھر گویا ہوئی

"تم ہی بتاؤ کیا غلط کہہ رہی ہوں؟"

نشاط نے جھلا کر کہا،

"لیکن غلط کر تو رہی ہو!"

زرینہ کے خشک ہونٹوں پر ایک سوگوار کا تبسم چشم زدن کے لئے اُبھرا، وہ بولی،

"نہیں نشاط، حالات کا فیصلہ یہی ہے، اور ہم میں سے دنیا کا ہر فرد، حالات کے آگے سر جھکانے پر مجبور رہے۔

(۸)

نشاط ابھی بیٹھی تھی کہ آفاق آگیا، اسے دیکھ کر زرینہ اٹھ کھڑی ہوئی

"آئیے آفاق بھیا!"

وہ مسکراتا ہوا بیٹھ گیا،

"کیا ہو رہا تھا؟"

زرینہ مسکرانے لگی،

"نشاط شرارت کر رہی تھی!"

آفاق نے کہا،

"نہیں نشاط ایسی لڑکی نہیں ہے، یہ بیچاری شرارت کیا جانے؟"

نشاط نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیکھ لیجئے، کس کس طرح مجھ غریب پر تہمتیں لگائی جاتی ہیں!"

آفاق مسکراتا ہوا گویا ہوا۔

"اتنی نیک بھی نہیں ہو!"

نشاط کچھ جھینپ سی گئی، زرینہ ہنسنے لگی،

"اب بولو نشاط!"

اس نے ہار مان لی،

"آفاق بھائی کے سامنے کون بول سکتا ہے (کان پکڑتے ہوئے) میری توبہ!"

آفاق نے ایک قہقہہ لگایا، پھر شکایت آمیز لہجہ میں کہا

"لیکن کیا بات ہے، تم زرینہ کے پاس تو ہر وقت بیٹھی رہتی ہو، مگر ہمارے ہاں شاذ و نادر کبھی آئیں تو آئیں، ورنہ ہفتے گزر جاتے ہیں اور جھانکتی تک نہیں!"

نشاط نے پہلو بدلتے ہوئے کہا،

"نہیں بھائی صاحب یہ بات تو نہیں ہے ——— اس وقت بھی پہلے کوٹھی گئی تھی، وہیں سے آ رہی ہوں، لیکن بات یہ ہے کہ زرینہ سے کچھ محبت سی ہو گئی ہے!"

آفاق نے اعتراض کیا،

تم لڑکیوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے، کبھی سیدھی بات نہیں کرو گی، ہمیشہ ہاتھ گھما کر ناک پکڑو گی،

نشاط نے پوچھا،

"بھائی صاحب میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی،

آفاق نے ڈپٹا،

"کیسے نہیں کہی ——— اگر صرف اتنا کہہ دیتیں کہ میں زرینہ

سے محبت کرتی ہوں تو بات سمجھ میں بھی آجاتی اور معقول بھی ہوتی۔ لیکن زرینہ

سے کچھ محبت سی ہوگئی ہے!" یہ کیا بات ہوئی؟ "کچھ" اور "سی"

کی کیا ضرورت تھی یہاں؟

نشاط نے ذرا بگڑتے ہوئے کہا،

"آپ تو زبان پکڑتے ہیں ——— کیا اس طرح نہیں بولتے؟"

آپ کوئی ادیب تو ہیں نہیں، میں نے بڑے بڑے ادیبوں کو اس طرح لکھتے

دیکھا ہے!"

آفاق نے پھر ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا،

"ادیب، ادیبوں کو اس طرح لکھتے دیکھا ہے بے وقوف کہیں کی،

خبردار اب ایسی بات نہ نکالنا!"

"کیوں بھائی صاحب؟"

"جن لوگوں کے تم افسانے پڑھتی ہو، وہ ادیب ہیں؟ یہ ناول نگار

ادیب ہیں؟"

"پھر کیا ہیں؟"

"جاہل کے لٹھ"

"یہ تو میں آپ سے سن رہی ہوں!"

ٹھیک ہے، پتہ کی بات ہمیشہ مجھی سے سنوگی!"

سوال یہ ہے کہ اگر یہ ادیب نہیں جاہل کے لٹھ ہیں، تو پھر کتابیں کن لوگوں کی پڑھی جائیں ؟"

آفاق نے برجستہ جواب دیا

"کتابیں پڑھنے کی ایسی ضرورت ہی کیا ہے ؟"

اس خلاف توقع جواب پر نشاط کو ہنسی آگئی ،

"واہ یہ اچھی کہی آپ نے ،!"

آفاق نے ایک پندار کے ساتھ اکڑی ہوئی گردن کے ساتھ کہا ،

"بے شک ——— آخر تم اس خاکسار کو سمجھتی کیا ہو ؟"

نشاط نے مسکراتے ہوئے کہا ،

"اب سمجھ گئی !"

آفاق نے گھور کر اسے بناوٹی غصہ سے دیکھا ، پھر زرینہ سے کہا ،

"تم سچ ہی کہہ رہی تھیں ، واقعی یہ لڑکی بڑی شریر ہے !"

زرینہ بولی ،

"آپ ہی دیکھیے ، میں تو عاجز آگئی ہوں اس کی شرارتوں سے !"

نشاط نے ذرا خفا ہوتے ہوئے زرینہ سے کہا ،

"آپ تو چپ ہی رہیے ، آفاق بھائی کو کہنے دیجیے ، ——— کیوں بھائی صاحب کیا شرارت کی ہیں نے ؟"

اشفاق نے کہا ،

"تمہارا یہ دعوٰے کہ اب تم مجھے سمجھ گئی ہو ، کوئی معمولی شرارت ہے !"

"گویا میں بڑا حضرت ہوں، جسے تم نے اب سمجھا ہے، کیوں جی!"
نشاط جھینپ گئی،
"واہ بھیا میرا مطلب یہ کب تھا!"
آفاق نے اس کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا،
"اچھا رونے کی کوشش نہ کرو، جاؤ معاف کیا ——
لیکن بڑی عمر پاؤ گی، اس وقت میں تمہی کو یاد کرتا ہوا آیا تھا، کچھ ضروری باتیں کرنا تھیں تم سے؛ اگر ہو سکے تو صبح ضرور آؤ!"
نشاط نے آمادگی کے ساتھ کہا،
"ضرور آؤں گی بھیا!"

---

(۹)

تھوڑی دیر کے بعد آفاق چلا گیا، اس کے جانے کے ذرا دیر بعد شاہدہ بھی رخصت ہو گئی، زرینہ پھر تنہا رہ گئی، اور عالم خیال کی سیر کرنے لگی، جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا، یعنی جب سے شعور کی دنیا میں قدم رکھا تھا، آفاق اس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا، وہ اس سے محبت کرتا تھا، اس کی خاطر کرتا تھا، اس کی ضدیں پورا کرتا تھا، اس کے لئے دوسروں سے لڑتا تھا، سارے گھر میں وہی ایک شخص تھا جس سے وہ کوئی جھجک، کوئی تکلف، کوئی اجنبیت، کوئی دوئی محسوس نہیں کرتی تھی، وہی تھا جس کے پاس وہ گھنٹوں اور پہروں بیٹھتی تھی، وہی تھا جو کٹھن اور نازک گھڑیوں میں اس کی ڈھارس بندھاتا تھا، اس میں حوصلہ پیدا کرتا تھا، اس کا ساتھ دیتا تھا، اپنے گھر والوں سے، ماں سے، باپ سے، بہن سے لڑ کر بھی،

ان باتوں کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو آفاق سے
ت قریب محسوس کرنے لگی، اس کا خیال تھا، آفاق بھی اس سے بہت
یب ہے، اور شاید ایک دن وہ بھی آجائے گا، جب یہ قرب زندگی کا
گو بن جائے گا،

لیکن —— ہزاروں حسرتیں ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نکلے،

ک روز معلوم ہوا، کہ نہیں اس کا خیال غلط تھا، آفاق کو اس سے جو
ابطہ تھا، جو تعلق تھا، جو ربط تھا، وہ ایک مریضہ کی حیثیت سے تھا،
بت کرنے والے کی حیثیت سے نہ تھا۔

اگر ایسا نہ ہوتا، تو وہ اس آسانی کے ساتھ ارجمند سے شادی پر کیوں تیار ہو جاتا؟
مجھ پر، میری بے کسی اور غربت پر رحم کھا کر، اخبارات میں میرا
ن تلاش کرتا؛

جو کچھ وہ کر سکتا تھا اس نے کیا، اس سے زیادہ نہ وہ کچھ کر سکتا ہے
ے توقع کرنی چاہیئے،

گ کہتے ہیں محبت میں اثر ہوتا ہے، شروع شروع میں میرا بھی یہی
ل تھا لیکن جب سے اپنی محبت کا جواب مایوسی کی صورت میں مجھے ملا
ے، یہ خیال بدل گیا ہے۔ میں سمجھتی تھی، محبت یکطرفہ نہیں ہوتی،
معلوم ہوا ہوتی ہے، صرف میں ہوں، جسے اس سے محبت ہے، اس
محبت تو ارجمند کے لئے وقف ہے۔

لیکن یہ میں کیا سوچنے لگی؟

کیا اس طرح کی باتوں پر غور کرنے کا مجھے حق ہے؟
میں اب کسی اور کی بن رہی ہوں، کسی اور کے ساتھ میرا رشتہ طے پا رہا ہے، کوئی اور میری زندگی کا مالک بن رہا ہے ——— کیا اس طرح کے خیالات دل میں لانا اس کے ساتھ غداری نہیں ہے؟ میں اس سے محبت کر سکوں یا نہ کر سکوں، لیکن اس کی ملک میں آنے کے بعد کسی دوسرے کا خیال دل میں لانا پاپ ہے، مہا پاپ ہے۔!

یہ خود فریبی ہے کہ ہم محبت کسی اور سے کریں، اور بن کر کسی اور کے رہیں، کسی کے ساتھ شرافت کی زندگی نباہ دینا دوسری بات ہے اور کسی دوسرے سے اُلفت کئے جانا دوسری بات ہے، ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، دونوں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہو سکتی ہیں، کئی لڑکیوں کو میں نے دیکھا ہے، جو اپنے شوہروں سے محبت نہیں کرتیں، لیکن شرافت کے ساتھ عصمت اور عفت کی زندگی بسر کر کے اس رشتہ کو نباہ رہی ہیں اور شادی سے پہلے، جس سے محبت کرتی تھیں، اب تک اسے محبوب و مطلوب بنائے ہوئے ہیں ——— نہ جانے کس دل گردے کے لوگ ہوتے ہیں جو ایسا کر سکتے ہیں، کم از کم میں تو ایسا نہیں کر سکتی، میں اگر اپنے شوہر سے محبت نہیں کر سکتی، تو پھر کسی اور سے بھی مجھے محبت نہ کرنا چاہیئے، شرافت اور اصول کا تقاضا یہی ہے۔ اور مجھے اب اسی نہج پر زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

لیکن مجھے آج کیا ہو گیا ہے؛ کیوں کس کس طرح کے خیالات میرے دل میں آ رہے ہیں؟

یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ آفاق کا خیال دل میں نہ لانا چاہیے کیونکہ اس کا نشیمن اتنا اونچا ہے، جہاں تک کسی طرح بھی میں نہیں پہنچ سکتی —————!

لیکن میں نے یہ کیوں فرض کر لیا ہے کہ شیخ انوار الحق صاحب مجھے اپنی بہو بننے کا شرف عطا ہی فرما دیں گے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ زینب نے اور ان کی والدہ محترمہ نے کچھ ایسی لگائی بجھائی کی ہو کہ وہ اس خیال سے دستبردار ہو گئے ہوں؛ کیونکہ یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ انہوں نے میرے متعلق نہ اچھی رائے قائم کی ہے، نہ کسی اچھے خیال کا اظہار میرے بارے میں اپنے بھائی اور بیٹے کے سامنے کیا ہو گا؟

جب یہ بات ہے تو مجھے شیخ صاحب کے خیال سے بھی اتنا ہی دور رہنا چاہیے، جتنا آفاق کے خیال سے، ایک اتنا اونچا ہے کہ وہاں تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، دوسرا اس قدر دور ہے کہ اس تک رسائی ممکن نہیں۔

(۱۰)

دوسرے روز اتوار تھا، آفاق ناشتہ سے فارغ ہو کر بیٹھا ہی تھا کہ نشاط آ گئی، آتے ہی کہنے لگی،

"لیجئے آ گئی، فرمایئے کیا کہنا تھا آپ کو؟"

آفاق نے کہا،

"پہلے چائے پی لو، پھر اطمینان سے باتیں کریں گے!"

وہ کہنے لگی،

"نہیں بھیا چائے وائے نہیں پینے کی، کچھ تکلف تو ہے نہیں، اپنا گھر ہے، جب جی چاہے مانگ کر پی سکتی ہوں —— ہاں بھائی صاحب کیا کہہ رہے تھے آپ؟"

آفاق نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"بات یہ ہے کہ زرینہ کا مسئلہ میرے لئے سوہانِ روح بن گیا ہے

یہ سن کر نشاط چونک پڑی، اس نے کہا،

"خیریت تو ہے کیا بات ہوئی، ؟"

آفاق نے مغموم لہجہ میں کہا

"بات کیا ہوتی، بیچاری کی عمر نکلی جا رہی ہے اور شادی کا اب تک بندوبست نہیں ہو سکا، جب یہ خیال آجاتا ہے تو رات رات بھر نیند نہیں آتی، خدا کی قسم!"

پہلو بدلتے ہوئے نشاط نے جواب دیا،

"ہاں بڑے بھیا بات تو ایسی ہی ہے، اس فریضہ سے جلد فراغت ہونی چاہیئے۔"

آفاق نے سگریٹ سلگایا، اور کچھ سوچتے ہوئے کہا،

کاش اپنے گھر والوں پر میرا زور ہوتا، یہ کم بخت اخلاق اور اشفاق کس مرض کی دوا تھے؟ یہ اگر انسان ہوتے تو آج یہ پریشانی کیوں ہوتی،

نشاط نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"بڑے بھیا کہتے تو آپ ٹھیک ہیں، شروع میں میری بھی یہی رائے تھی لیکن بعد کے حالات پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ اس گھر میں ان دونوں کا رشتہ نہ ہونا ہی اچھا ہوا!"

"کس بنیاد پر؟"

"نہ رفعت کی نظر میں اس کی کوئی وقعت ہے، نہ چچی جان (فاخرہ) اسے اچھی نظروں سے دیکھتی ہیں، خود اخلاق و اشفاق کا یہ عالم ہے کہ شہزادی

مارگریٹ سے کم درجہ کی لڑکی سے بیاہ کرنے پر تیار نہیں بھلا ایسے میں وہ بیچاری اگر آجاتی تو ضرور دق میں مبتلا ہو جاتی۔"

آفاق نے حسبِ عادت ایک گرجدار قہقہہ لگایا۔

"بھئی شہزادی مارگریٹ کی خوب رہی!"

نشاط نے اس داد سے لطف لیے بغیر کہا،

"کسی غیر گھر میں اگر یہ برتاؤ ہو تو وہ زیادہ نہیں کھٹکے گا، اس لئے کہ غیروں سے توقع ہی کیا ہو سکتی ہے، لیکن سگے چچا کے گھر میں آ چچی اور چچازاد بہنوں بھائیوں کا یہ طرزِ عمل ہو تو اسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کیا جا سکتا!"

ایک زوردار کش لگاتے ہوئے آفاق نے کہا،

"ٹھیک کہتی ہو لیکن ———"

نشاط نے بات کاٹ لی وہ بولی،

"بس اب کہیں خیر سے عزت آبرو کے ساتھ اسے رخصت ہی کر دیجئے ——— میں ایسا محسوس کر رہی ہوں اگر اس کی زندگی کا راستہ نہ بدلا تو بھی وہ دق میں مبتلا ہو جائے گی!"

آفاق چونک پڑا۔

"یہ کیوں؟"

نشاط نے جواب دیا،

"گھر سے باہر دارلنسواں آتے جاتے جو اس کی ذلتیں ہو چکی ہیں

انہیں جب یاد کرتی ہے، تو ایک ہوک سی اٹھتی ہے، اس کے سینہ سے
اس کا تدارک اسی طرح ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے گھر میں وہاں کی حرکت
بن کر چلی جاتے، اس طرح اس کا دل بہل جائے گا، ماضی کی تلخیاں فراموش
ہو جائیں گی، اور نئی زندگی کا آغاز، پرانی زندگی کے غم انگیز سانحات کی
یاد فراموش کر دے گا —— بڑے بھیا تیج کہتی ہیں زرینہ
کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے —— !"

"اس کی حالت دیکھ کر؟"

"جی اور کیا؟"

"بہت دل برداشتہ ہے؟"

"بہت زیادہ بڑے بھیا!"

میں نے تو اپنی طرف سے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، لیکن معلوم
ہوتا ہے بات بن گئی، پھر فوراً معلوم ہوتا ہے، ابھی کہاں، وہ تو کچھ اور زیادہ
الجھ گئی ہے!"

---

(۱۱)

نشا ملنا چاہتی تھی، شیخ انوار الحق بی اے کے پیام کا خود آفاق ذکر کرے لیکن وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا، مگر یہ بات زبان پر نہ لایا، اور اب جو اسنے یہ کہا کہ،

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے بات بن گئی، پھر فوراً ہی معلوم ہوتا ہے بنی کہاں وہ تو کچھ اور زیادہ اُلجھ گئی ہے۔!"

تو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا،

یوں تو وہ خود بھی زرینہ اور انوار الحق کا رشتہ دل سے ناپسند کرتی تھی، کوئی جوڑ ہی نہیں ان دونوں کا، لیکن جو گفتگو ہوئی تھی، زرینے اس بارے میں اس کی روشنی میں حسب سنجیدگی سے اس نے اس مسئلہ پر گھر جا کر رات کو غور کیا تو اسی نتیجہ پر پہنچی کہ کچھ بھی ہو، حالات اور معلومات کا تقاضہ یہ ہے کہ اب رشتہ کو انجام پا ہی جانا چاہئے

لیکن آفاق کی گفتگو سے ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے اس میں بھی کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے،

آخر وہ خود ہی اصل موضوع پر آ گئی، اس نے کہا،

"کوئی شیخ انوار الحق بی اے ہیں ——————؟"

نشاط کی زبان سے یہ لفظ سن کر آفاق کو بڑی حیرت ہوئی،

"ہاں ہیں تو سہی، لیکن تم انہیں جانتی ہو؟"

نشاط نے مسکراتے ہوئے کہا،

"واہ بڑے بھیا آخر آپ مجھے سمجھتے کیا ہیں؛ کون سی بات ہے جو میں نہیں جانتی؛ کون سا واقعہ ہے جو میرے علم میں نہیں؛ کیا انہوں نے زرینہ کے لئے پیام نہیں دیا ہے؛"

آفاق کی حیرت اب تک قائم تھی،

"ہاں بھئی دیا تو ہے اور اسی مسئلہ پر میں نے گفتگو کے لئے تمہیں بلایا بھی تھا۔"

"لیکن پہلے مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے، تم انہیں کیسے جانتی ہو؛"

"کل ان کی بہن اور والدہ آئی تھیں زرینہ کے ہاں،"

یہ ایک اور نئی اور نہایت حیرت انگیز بات معلوم ہوئی ——

"کیوں اس میں حیرت کی کیا بات ہے؛"

"کیوں نہیں ہے آخر ان لوگوں کو ہمارا پتہ نشان کس طرح معلوم ہوا؟"

"اخبار والے سے پوچھ لیا ہوگا۔"

"ہاں بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اخبار والے سے میں نے تاکید کردی تھی ، میرا پتہ کسی کو نہ بتایا جائے ، جواب میں جو خطائیں وہ مجھے پہنچا دیئے جائیں!"

"میرے خیال میں ، انور میاں کا کوئی عزیز اخبار کے دفتر میں کلرک ہوگا ، اس سے پتہ نشان معلوم ہوا ہوگا ،"

"(ہنستے ہوئے) بھئی خوب سراغ لگایا تم نے —— بڑی کامیاب جاسوس بن سکتی ہو!"

نشاط ہنسنے لگی ،

آفاق نے کہا ، پرسوں رات کو میرے پاس مفتی ضیاالحق صاحب تشریف لائے ——

—— "یہ کون حضرت ہیں!" ——

"شیخ انوارالحق کے چچا —— انہوں نے باقاعدہ پیام دیا اور بتایا کہ انوار ایک ہونہار نوجوان ہے ، بی اے پاس ہے اور ایک جگہ دوسو روپے ماہوار پر ملازم ہے ، میں نے سوچا ، موجودہ حالات میں غنیمت ہے ، میں نے کہہ دیا کہ آپ کا پیام منظور کرلیا گیا ہے ——

"ٹھیک کیا ، بڑے بھیا آپ نے!"

"لیکن سنو تو ، بھئی پگلی!"

"جی فرمائیے ، سن رہی ہوں!"

کل صبح خود انور صاحب مجھ سے نیاز حاصل کرنے تشریف لے
ئے؟" انہیں دیکھ کر میں تو ڈر گیا

"ڈر گئے آپ؟"

"ہاں بھئی ——— اتنا بھیانک آدمی شاید ہی میری نظر
سے گزرا ہو کبھی ———"

"(ہنستے ہوئے) بڑے بھیا آپ ٹھیک کہتے ہیں، میں نے بھی اس
بلکو کی تصویر دیکھی ہے ———"

"(پریشان ہو کر) تصویر دیکھی ہے؛ وہ کہاں مل گئی،

"کہہ تو رہی ہوں، کل ان کی والدہ اور بہن زرینہ کے ہاں آئی تھیں
بہن صاحبہ اپنے یوسف ثانی بھائی کی تصویر بظاہر بھول کر چلی گئیں!"

"کس قماش کی عورتیں ہیں یہ؟"

"قماش تو بڑے بھیا بے ڈھنگی ہے!"

"یہ کیسے جانا تم نے؟"

نشاط نے وہ ساری گفتگو، جو اس سے اور زرینہ سے ہوئی تھی، ایک
ہی سانس میں سنا ڈالی، اور کہا،

"جب ابھی سے یہ حال ہے تو آئندہ کیا نہیں ہو گا؟"

آفاق نے کوئی جواب نہیں دیا، سگریٹ سلگانے لگا،

---

(۱۲)

سگریٹ سلگا چکنے کے بعد فیصلہ کن انداز میں آفاق نے کہا،
"مفتی ضیاالحق صاحب آج شام کو تاریخ مقرر کرنے آئیں گے
——— لیکن میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ انکار کر دوں گا!"

"آپ انکار کر دیں گے بڑے بھیا؟"

"ہاں نشاط، میں نے یہی فیصلہ کیا ہے!"

"لیکن کیوں؟"

"ایک تو انوار میاں کی صورتِ زیبا دیکھ کر ہی میں حواس باختہ ہو چکا تھا، دوسرے ان کی والدہ محترمہ اور خواہر عزیز از جان کی باتیں سن کر تو مجھے ہول آنے لگا ہے ——— وہاں جا کر تو نہ مرتی ہو گی تو مر جائے گی بیچاری!"

"بڑے بھیا یہ تو ٹھیک ہے واقعی انوار میاں اور زرینہ کا کوئی جوڑ

نہیں ——— آپ کی صورت تو دیکھا چاہیئے!"

آفاق ہنسنے لگا،

"ٹھیک، بالکل ٹھیک، یہی بات انور میاں کے بارے میں آج مفتی صاحب سے کہہ دوں گا!"

"لیکن بڑے بھیا پھر ہوگا کیا؟"

"پھر اشتہار دوں گا!"

"کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟"

"جب تک کوئی معقول رشتہ ہاتھ نہ آجائے، کم از کم میں تو اپنی سے زرینہ کو اندھے کنوئیں میں دھکا نہیں دے سکتا!"

نشاط نے مضطرب ہوتے ہوئے کہا،

"نہیں بڑے بھیا، ایسا نہ کیجیئے گا،

آفاق نے حیرت بھری نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پوچھا،

تمہاری رائے ہے یہ رشتہ منظور کر لینا چاہیئے؟"

نشاط نے صرف ایک لفظ میں جواب دیا،

"جی ———

آفاق جھلا گیا،

"تم احمق ہو اچھی خاصی ——— ہرگز یہ رشتہ منظور نہیں کیا جا سکتا!

نشاط نے پوچھا،

"تو کیا زندگی بھر زرینہ اسی طرح بیٹھی رہے گی؟"

"زندگی بھر کیوں دو چار مہینے اور سہی!"

"آپ مختار ہیں!"

"نشاط مجھے حیرت ہو رہی ہے تمہیں تو مجھ سے زیادہ اس رشتہ کا مخالف ہونا چاہیئے تھا!"

"وہ تھی تو بڑے بھیا، لیکن بعد میں اپنی رائے بدلنی پڑی،"

"کس لئے؟"

"زرینہ کے دلائل سن کر"

"زرینہ کے دلائل؟"

"جی بڑے بھیا!"

"کچھ دیوانی ہوئی ہو ——— کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ زرینہ خود بھی اس رشتہ کو پسند کرتی ہے؟"

"پسند تو کیا کرے گی۔ لیکن بہرحال یہ رشتہ اسے منظور ہے!"

ایسا معلوم ہوا جیسے آفاق کرسی سے ایک بالشت اچھل پڑا۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں نشاط ———؟"

وہ مغموم لہجہ میں افسردگی کے ساتھ گویا ہوئی،

"ہاں بڑے بھیا یہی بات ہے (ایک ٹھنڈی سانس لے کر) موجودہ زندگی کے مقابلہ میں زرینہ کو ہر چیز منظور ہے، وہ اب پسند اور ناپسند کے جال سے آزاد ہو چکی ہے، اسے اب ایک ہی دھن ہے ———

آفاق نے سوال کیا ،

"کیا دشمن ہے ؟"

نشاط نے جواب دیا -

"یہ کہ اس گھر سے اُسے جانا چاہیے ——————"

"کیوں ؟ کس لئے ؟"

"یہ فضا، یہ ماحول، یہ زندگی، اس کے لئے ناقابلِ برداشت ہے وہ اب گھر سے باہر نکل نہیں سکتی، ماجدہ چچی کو کام کرتے دیکھ کر اس کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے، وہ سمجھتی ہے، اگر میں راستے سے ہٹ جاؤں —— —————— تو یہ بیچاری بوڑھی عورت اپنی زندگی کے بقیہ دن سکون سے جھیل لے جائے گی، اسے بڑی محبت ہے اپنی ماں سے، ماں کے لئے ہر قسم قربانی وہ کر سکتی ہے !"

بے خودی اور محویت کے عالم میں آفاق نشاط کی باتیں سن رہا تھا، جو کچھ نشاط نے کہا تھا، وہ خود بھی ایسا ہی محسوس کر رہا تھا، بظاہر وہ پھر اشتہار دینے کو تیار تھا، لیکن اس کے دل میں بھی یہ کھٹک موجود تھی کہ اگر حسبِ سابق اس نئے اشتہار کا بھی کوئی جواب نہ آیا، تو یہ موجودہ رشتہ جو ہاتھ آ رہا ہے یہ بھی نکل جائے گا، ایسا نہ ہو کہ نہ یہ ملے نہ وہ ملے !

---

(۱۳)

نشاط نے آفاق کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بڑے بھیا، ایک اور بات پر بھی ہمیں غور کرنا چاہیئے"

آفاق اب تک سر جھکائے اسی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا۔ نشاط کی آواز سُن کر اُس نے سر اُٹھایا۔

"کس بات پر غور کرنا چاہیئے ہمیں؟"

"صورت کے پرستار تو مرد ہی ہوتے ہیں ——— "

"اور عورت؟"

"وہ ہر شخص کے ساتھ زندگی بسر کر لیتی ہے، چاہے وہ خوبصورت ہو یا بد صورت، شریف ہو یا رذیل، دولت مند ہو یا غریب، خوش مزاج ہو یا بد مزاج ——— "

"یہ کیوں؟"

"اس لئے کہ اُسے اپنی بے بسی کا احساس ہو گیا ہے، وہ اپنی بے
[بسی] سے واقف ہو گئی ہے ——— "

"ہوں ——— "

"جی بڑے بھیا، مرد جس ماحول میں ایک گھنٹہ بھی بسر نہیں کر سکتا،
[عو]رت اسی ماحول میں ساری زندگی گذار دیتی ہے"

"زندگی کے مسائل پر تمہاری نظر اتنی گہری ہے، یہ بات آج
[معل]وم ہوئی اور سچ کہتا ہوں خوشی بھی بہت ہوئی!"

"جھوٹ کیوں بولوں زرینہ کو بھی شیخ انوارالحق کی صورت دیکھ کر خوف
سے جھرجھری آ گئی تھی ——— "

"آنی ہی چاہیئے تھی!"

"وہ گھنٹوں اور پہروں روئی ——— "

"روئی ——— زرینہ روئی؟"

"جی بڑے بھیا، اس نے خود مجھ سے اعتراف کیا"

"اور پھر راضی بھی ہو گئی!"

"جی ہاں اسے راضی ہونا پڑا! آپ نے ابھی مجھے داد دیتے ہوئے
[ک]ہا تھا کہ زندگی کے مسائل پر میری نظر کتنی گہری ہے ——— "

"ہاں کہا تھا!"

"لیکن بڑے بھیا یہ دادمجھے نہیں زرینہ کو ملنی چاہیئے، میری حیثیت
[ص]رف گراموفون کی ہے، یہ ساری باتیں اسی کی بتائی ہوئی ہیں، آپ کو کیا

بتاؤں اس کی صحبت میں بیٹھ کر بالکل غیر محسوس طور پر میں نے اس سے کیا کیا حاصل کیا ہے ؛ ———— وہ کہہ رہی تھی ————

"کہو کہو رُک کیوں گئیں ؛ ———— کیا کہہ رہی تھیں ؟"

"وہ کہہ رہی تھی ———— ممکن ہے شیخ انوارالحق بحیثیت انسان کے اچھے آدمی ہوں، اگر ان میں یہ خوبی ہوئی تو ان کی بدصورتی کی تلافی ہو جائے گی، عورت مرد کی صورت پر اتنا دھیان نہیں دیتی، جتنا اس کی سیرت پر دیتی ہے، اگر ان میں اخلاق و شرافت کا جوہر ہے، تو پھر ان کے زیرِ سایہ وہ خوشی خوشی اپنی ساری زندگی گزار دے گی۔"!

"لیکن نشاط سنو تو!"

"جی بڑے بھیا!"

"عام طور پر صورت، سیرت کی ترجمان ہوتی ہے، ایسی تو ہو سکتا ہے کہ انوار صاحب کی سیرت بھی ویسی ہی ہو جیسی صورت ہے، پھر"

"وہ پھر بھی گذر کر لے گی، وہ مجھ سے کہہ رہی تھی دو برائیوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑے گا، یا تو اس گھر میں رہ کر ذلت رسوائی، حقارت اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر دں، یا انوار صاحب کے دامن سے وابستہ ہو جاؤں ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔

————"

"گویا وہ پہلی مصیبت کے مقابلہ میں دوسری مصیبت قبول کر رہی ہے ؟"

"جی ہاں یہی بات ہے!"

"لیکن ذرا ماجدہ چچی کا عندیہ بھی تو لے لو ممکن ہے ان کی
ائے وہ نہ ہو جو تمہاری ہے یا زرینہ کی ہے، ممکن ہے ان کی رائے وہی
ہو جو میری ہے، اُن کی رائے بہر حال ہم سب کی رائے پر مقدم ہے۔ جو
ان کے منہ سے نکل جائے گا وہی ہم سب کو کرنا پڑے گا!"

"خود آپ کیوں نہیں لے لیتے ان کا عندیہ؟"

"کل اسی نیت سے گیا تھا وہاں لیکن ہمت نہیں پڑی"

"کیوں بڑے بھیا!"

"کوئی اچھا سا رشتہ لگ جاتا تو مجھے بھی خوشی ہوتی، وہ بھی خوش ہوتیں
—— ایسے رشتے کے بارے میں ان سے دو بدو گفتگو کرنے
پر میرا دل آمادہ نہیں ہوتا کسی طرح!"

"لیکن بڑے بھیا کیا آپ کا خیال ہے وہ زرینہ کے خلاف جا سکتی
ہیں! خود ان کا بھی فیصلہ وہی ہوتا جو زرینہ کا ہے ——
پھر اس سے بھی اہم سوال یہ ہے، کہ لاکھ سادگی سے شادی کی جائے، ہزار
بارہ سو روپے تو خرچ ہو ہی جائیں گے، وہ کہاں سے آئیں گے؟"

"دو ہزار میرے پاس نقد جمع ہیں، ضرورت پر ہزار پانچسو قرض بھی
مل جائیں گے، اس کی فکر نہ کرو!"

---

(۱۴)

رات کے کھانے کے بعد آفاق کا معمول یہ تھا کہ ذرا دیر سب کے ساتھ بیٹھتا۔ کچھ باتیں کرتا، اور تھوڑی دیر گپ شپ کے بعد اپنے اسٹڈی روم میں چلا جاتا، پھر رات گئے تک مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھتا،

آج بھی ڈائننگ روم میں وہ حسب معمول بیٹھا تھا، لیکن اور دنوں کے برعکس کچھ خاموش اور مضمحل سا، فاخرہ سے اس کی یہ کیفیت نہ دیکھی گئی اس نے کہا،

"آفاق بیٹے چپ کیوں بیٹھے ہو؟"

وہ مسکراتا ہوا بولا،

"کوئی خاص بات تو نہیں، مگر ایک بات سوچ رہا تھا —

——————"

اس موقع پر، آفاق کے والد حامد میاں اپنا قہقہہ ضبط نہ کر سکے،

لیکن کچھ بولے نہیں خاموش رہے،

فاخرہ نے پوچھا،

"کیا سوچ رہے تھے بیٹے۔"

آفاق نے کہا،

"سوچ یہ رہا تھا کہ اب زرینہ کی شادی ہوجانی چاہیئے!"

یہ سُنکر فاخرہ کا چہرہ فق ہوگیا، وہ سوچنے لگی، لڑکا ہاتھ سے گیا خدا خیر کرے، ایسا ہوا تو غضب ہی ہوجائے گا، وہ گویا ہوئی،

"ہاں بیٹے ضرور ہونی چاہیئے اس کی شادی ——— لیکن کہیں سے بات بھی تو آئے!"

آفاق نے کہا،

"یہ مشکل تو خدا کا شکر ہے حل ہوگئی ہے۔ ———"

فاخرہ کا دل پھر دھک دھک کرنے لگا،

لیکن آفاق نے جلد ہی ان کی پریشانی رفع کردی،

"ایک صاحب سے میں نے اس کا رشتہ طے کردیا ہے"

حامد میاں بھی خوش ہوگئے،

"بہت اچھا کیا"

فاخرہ نے پوچھا،

"کون ہے وہ؟"

آفاق نے بتایا،

"ایک صاحب بی اے پاس ہیں اور کسی دفتر میں دو سو روپے ماہوار کے نوکر ہیں ——"

حامد میاں نے اور زیادہ خوش ہو کر کہا،

"بہت اچھا، بہت اچھا —— لڑکی قسمت والی ہے"

رفعت نے سوال کیا،

"بڑے بھیا ان کا نام کیا ہے؟"

آفاق نے بتایا،

"شیخ انوار الحق بی اے!"

رفعت مسکرانے لگی، آفاق نے پوچھا،

"مسکرا کیوں رہی ہو؟"

وہ بولی،

"نام تو بہت پرانی قسم کا ہے، خود نہ جانے کیسے ہوں گے!"

آفاق نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا

"جو لڑکیاں غریب ہوتی ہیں، جن کا کوئی سر پرست نہیں ہوتا، جو منہ مانگی قیمت دے کر شوہر کو خرید نہیں سکتیں، وہ ہر قسم کے شوہر کے ساتھ بسر کر لیتی ہیں، خواہ وہ پرانی قسم کا ہو یا جدید طرز کا خوبصورت ہو یا بدصورت، تعلیم یافتہ ہو یا جاہل،"

حامد میاں نے تائید کی،

"ٹھیک کہتے ہو بیٹے!"

رفعت نے پوچھا

"شیخ صاحب کی صورت کیسی ہے؟"

آفاق ہنسنے لگا۔

"سب صورت حنگور فقط دم کی کسر ہے!"

سب کو ہنسی آگئی، خاص طور پر رفعت تو ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی

ذرا دیر کے بعد ذرا سنجیدہ لب ولہجہ میں آفاق نے کہا،

"ہم زرینہ کو سکھ اور آرام سے رکھ نہ سکے، لیکن کم از کم اتنا تو ہونا چاہیئے کہ اُسے عزت اور وقار کے ساتھ رخصت کر دیں۔ —— ——!"

فاخرہ کی تیوریاں چڑھ گئیں،

"بیٹے تم تو اس طرح کہہ رہے ہو، جیسے یہاں اس گھر میں آدمی نہیں بستے، درندے رہتے ہیں!! اور ہر وقت بیچاری زرینہ کو پھاڑ کھانے پر کمربستہ رہتے ہیں —————— جب تم ملوں کہتے ہو، تو دوسرے جوڑ کہیں کم ہے؟"

آفاق نے نرمی کے ساتھ کہا۔

"آپ تو خفا ہو گئیں امّاں جی، میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی تھی جس کا یہ اثر لیتیں آپ؟"

فاخرہ کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا، کچھ اور بڑھ گیا،

تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ہم اسے سکھ اور آرام نہ پہنچا سکے ——

——— آخر ہم کیا کرتے اس کے ساتھ، ؟"

حامد میاں نے مداخلت کی ،

" اب گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا حاصل ؛ جو ہونا تھا ہو گیا ، خواہ وہ اچھا تھا یا بُرا ! ——— سوال یہ ہے کہ آفاق کی اب مرضی کیا ہے ؛ ——— کیا کرنا چاہیئے ہم لوگوں کو اس سلسلہ میں ؛ "

آفاق نے کہا ،

" ماجدہ چچی کے پاس تو ایک جھنجی کوڑی نہیں ، وہ نہ لڑکی کے کپڑے بنوا سکتی ہیں ، نہ جہیز دے سکتی ہیں ، نہ دعوت کا اہتمام کر سکتی ہیں ، نہ کسب داروں کو انعام دے سکتی ہیں "،

حامد میاں نے تائید میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ۔

" درست ، ٹھیک ——— "

آفاق سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے گویا ہوا ۔

لیکن دولہا والے تو ان مجبوروں کو نہیں دیکھتے ——— "

فاخرہ نے کہا ۔

" اے وہ دولہا میاں خود نکھٹو ہوں گے ، ورنہ کسی امیر زادی کو نہ تلاش کرتے ، جیسے وہ فقیر ، ویسی ہی اُن کی بیوی غریب ——— حساب کتاب برابر ! "

ان باتوں پر آفاق کو غصّہ تو بہت آیا ، لیکن یہ وقت لڑنے

اور بات بڑھانے کا نہ تھا، وہ کہنے لگا،

"ہاں اماں جی آپ کا خیال صحیح ہے، دولہا والے بھی غریب ہیں لیکن لاکھ غریب ہوں، پھر بھی جو کچھ ٹیم ٹام وہ کریں گے، اس کے مقابلہ میں کچھ یہاں سے بھی تو ہونا چاہیئے ——————"

ناخرہ نے پوچھا،

"تمہارا مطلب کیا ہے، صاف صاف کیوں نہیں کہتے؟"

آفاق نے عرض کیا،

"میرا مطلب صرف یہ ہے کہ اس تقریب کے لئے تین ہزار روپے کا انتظام ہونا چاہیئے ——————"

ناخرہ نے حیرت و استعجاب کے عالم میں تقریباً چیختے ہوئے کہا

"تین ہزار"؟

آفاق نے جواب دیا۔

"جی ہاں —————— کم از کم"

ناخرہ نے پوچھا،

"اتنی بڑی رقم کیوں چاہیئے؟"

آفاق نے بتایا،

"عرض تو کر چکا ہوں ہماری زرینہ کے پاس گھر میں پہننے کے کپڑے بھی نہیں ہیں، شادی نہ جوڑے کہاں سے آئیں گے، کم از کم دس بارہ جوڑے سوتی اور چار پانچ ریشمی تو ہوں ——————"

"اور ———— ؟

"اور کچھ زیور بھی ہونا چاہیئے، گلے میں پہننے کے لئے ایک جوڑ ہار، ہاتھوں کے لئے چار چار سونے کی چوڑیاں، کانوں کے لئے طلائی بالیاں

————

"اور ———— ؟"

"اور کچھ فرنیچر، صوفہ سیٹ، ڈرسیٹ، دو میزیں بارہ کرسیاں، مسہری، گدا، تکیہ، آرشک، لحاف، کمبل، چادر، یہ چیزیں بھی لازمی ہیں"

"کہے جاؤ ———— اور ؟

"اور دعوت میں پاس پڑوس کے کنبہ کے عزیزوں اور رشتہ داروں کے جو لوگ مدعو ہوں گے وہ کم ازکم سو ڈیڑھ سو آدمی تو ہوں گے، دولہا کے ساتھ جو پارٹی آنے گی وہ الگ ہوگی، ان لوگوں کے ناشتہ کھانے کا انتظام ————"

"بس یا کچھ اور بھی ؟"

"کچھ تانبے اور پیتل کے برتن بھی ہونے چاہیے، ایک بڑی سی دیگ ہو، لوٹا سینی، اور روزمرہ کی ضروریات کا سامان۔"

۔ "بیٹے تمہاری فہرست تو شیطان کی آنت کی طرح بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے، بس بھی کروگے ؟

"بس اماں جی، ———— بہرحال یہ سامان چاہیئے"

"ہاں بھائی، اس سامان کے لئے تو چار ہزار بھی کم ہیں!"

"لیکن میں تین ہزار میں سب کر لوں گا، اگر اس کے بعد بھی کمی پڑی تو جس طرح بھی ممکن ہو گا اپنی گرہ سے پورا کروں گا!"

یہ کہہ کر آفاق ماں کی طرف منتظر نگاہوں سے دیکھنے لگا، ذرا دیر تو فاخرہ بیگم چپ بیٹھی رہیں، پھر انہوں نے کہا۔

"بیٹے میرا صاف اور دو ٹوک جواب یہ ہے کہ میں تو تین سو کا بھی بندوبست نہیں کر سکتی ——"

آفاق نے پریشان ہو کر کہا،

"اماں جی یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟"

فاخرہ نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا،

"میں غلط نہیں کہتی، مثل مشہور ہے۔ مولی آپ ہی اپنے تیر بھاری ہیں آگے اللہ رکھے، تین تین لڑکیاں موجود ہیں، ان کا بیاہ کرنا ہے، خدا کے فضل سے تین لڑکے ہیں ان کی شادی کرنا ہے، تمہارے ابا میاں نیلے ساری آمدنی میرے ہاتھ میں لا کر دیتے ہیں، لیکن میری حیثیت ایک خزانچی کی ہے اسے دیتے ہیں اسی سو خرچ کرتے ہیں ——"

حامد میاں ہنسنے لگے، فاخرہ بیگم نے بات جاری رکھی،

میرے پاس روپیہ ہو تو سب سے پہلے اپنی لڑکیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کا بندوبست کروں، اول خویش بعد درویش، پہلے ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے، پھر دوسروں کی —— میرا جواب تو یہ ہے

یہ ہے، آگے تم جانو تمہارا کام !'

آفاق نے ماں کو سنبھالتے ہوئے کہا،

"لیکن اماں جی، زرینہ بھی تو کوئی غیر نہیں، اسی گھر کی لڑکی ہے آپ کے لئے جیسی رفعت و لیسی زرینہ، اس کی چونکہ پہلے شادی ہو رہی ہے، لہذا اس کا پہلے بندوبست کرنا چاہیئے، باقی لڑکیوں کا بعد میں دیکھا جائے گا،

فاخرہ کو غصہ آگیا،

"واہ رے لڑکے کچھ دیوانہ ہوا ہے ——————"

"کیا ہوا اماں جی !"

"تو چاہتا ہے رفعت و عنبرہ کی فکر نہ کروں، کیا زرینہ کو دولہن بنانے بیٹھ جاؤں؟ —————— یہ ظاہرداری اور دکھاوے کی باتیں مجھے نہیں آتیں، میں کچھ نہیں کر سکتی میرے پاس کچھ بھی نہیں،

آفاق نے صلح کا فارمولا پیش کر دیا۔

"اچھا ایک بات کیجئے،"

فاخرہ بیگم اتنی برہم تھیں کہ انہوں نے پوچھا نہیں چپ ہو گئیں، اس خاموشی کا مطلب یہ تھا کہ کہو جو کچھ کہنا چاہتے ہو، آفاق نے کہا، رفعت و عنبرہ کے لئے آپ نے جو شادی کے جوڑے اور زیور تیار کئے ہیں، ان میں سے کچھ کچھ زرینہ کو دے دیجئے ——————'

ایسا معلوم ہوا جیسے بارود میں آگ لگ گئی،

"تیرے منہ میں خاک، اپنی بہنوں کا خیال بھی نہیں، کیسی بدشگونی کی باتیں کئے دے رہا ہے ———— خدا میری بچیوں کو سلامت رکھے دوسرے نکو میں ان پر سے قربان کروں، بھلا اپنی بچیوں کے نام کی رکھی ہوئی کوئی چیز تیرے بہکاوے میں آ کر دیدونگی"؟ حامد میاں نے قہقہہ لگایا اور کہا،

"بھئی بہت چڑچڑی ہوگئی ہو، آفاق نے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی تھی، جس پر اس طرح ہتھے سے اکھڑ جاتیں،"

فاخرہ بیگم رونے لگیں، انہوں نے کہا،

"تم دونوں باپ بیٹے مل کر ایک دن میری جان لو گے، نہ آفاق نے کوئی ناگوار بات کی، نہ تم نے، میں چونکہ دیوانی ہوں، اس لئے خواہ مخواہ بھونک رہی ہوں ———— جب یہ بات ہے تو تم لوگ مجھ پاگل سے باتیں کیوں کرتے ہو؟ چھوڑ دو مجھے میرے حال پر،"

حامد میاں نے خوشامد کرتے ہوئے کہا،

"واہ کہیں ایسا ہو سکتا ہے؟ ———— تمہیں پاگل جو کہتا ہے وہ خود پاگلوں کا پاگل ہے، تمہارے دشمن پاگل ہوں، خدا نے تمہیں وہ کمال عطا کیا ہے، کہ جسے چاہو پاگل بنا دو ————"

حامد میاں کے اس بے ساختہ فقرے پر سب کو ہنسی آ گئی، فاخرہ بیگم کے ہونٹوں پر بھی تبسم کی لہر گئی، لیکن انہوں نے اُسے روک لیا،

پھر حامد میاں آفاق سے مخاطب ہوئے،

"بیٹے تین ہزار کا انتظام تو واقعی بہت مشکل ہے، لیکن میں تمہاری اس رائے سے متفق ہوں کہ ہمیں زرینہ کے لئے کچھ کرنا ضرور چاہئے، وہ کوئی غیر نہیں اپنی ہی ہے، اس گھر سے اسے اس طرح رخصت نہیں ہونا چاہیئے جیسا کوڑا کرکٹ تھا، پھینک دیا گیا، اس طرح جانا چاہیئے، جیسے شریف گھرانوں سے لڑکیاں رخصت ہوتی ہیں۔

حامد میاں کے ان الفاظ میں آفاق کو امید کی کچھ جھلک نظر آئی اس نے کہا،

"یہی تو میں بھی عرض کر رہا تھا ——————"

حامد میاں نے کہا،

"تم ٹھیک عرض کر رہے تھے، لیکن اندازِ گفتگو غلط تھا، تمہیں رخصت وغیرہ کا نام بیچ میں نہیں لانا چاہیئے تھا، جانتے ہو عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں، اور تمہاری ماں چونکہ بیک وقت کئی عورتوں کا مجموعہ ہیں، اس لئے زیادہ ناقص العقل ہیں ——————"

فاخرہ نے جھنجھلا کر کہا

"میں اپنے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتی"

بڑے بھولے پن اور معصومیت کے ساتھ حامد میاں نے پوچھا،

"تعریف بھی؟ —————— میں تو تعریف کر رہا تھا۔"

وہ بولی:

یں درگذری ایسی تعریف سے ———— کچھ
ور باتیں کرو ؛

حامد میاں نے جواب میں کہا ،

"کچھ اور باتیں بھی ہوتی رہیں گی ، لیکن جو بات چھڑ چکی ہے ،
پہلے اس کا تصفیہ ہونا چاہیئے -!"

فاخرہ بیگم بولیں ،

"میں نے تو اپنی حالت بتادی ، میں کچھ نہیں کر سکتی - زیادہ سے
زیادہ منہ دکھائی کے موقع پر سو روپے دے دوں گی ، ہاں تم باپ بیٹے اگر
کچھ کر سکتے ہو تو شوق سے کرو ، میں روکنے یا اعتراض کرنے والی کون ؟

حامد میاں خوش ہو گئے

"بس تمہاری اتنی اجازت کافی ہے !"

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

پھر وہ آفاق سے مخاطب ہوئے ،

"میں ستار سیٹھ کو فون کر دوں گا ، ان سے پانچسو روپے کا جس طرح
دیا ہو کپڑا لے آؤ ، غفور سیٹھ کو بھی چھٹی لکھ دوں گا ، ہزار روپے تک ان
سے بنا بنایا زیور خرید لو ، پانچ سو روپے میں نقد دے دوں گا ، میرے خیال
میں یہ زیادہ سے زیادہ امداد ہے ، جو ہم بھائی اور زرینہ کی کر سکتے
ہیں ، تمہیں ابھی اسی ہفتے کے اندر اندر سارے انتظامات مکمل کر لینے چاہئیں ،"

آفاق خوش ہو گیا ، سچ تو یہ ہے اسے حامد میاں یا فاخرہ بیگم سے

اس سلسلہ میں پانچ سو کی اُمید بھی نہیں تھی، یہاں پورے ڈھائی ہزار کا انتظام ہوا جا رہا تھا، دو ہزار اس کے پاس نقد موجود تھے، اور عندالضرورت وہ دوست احباب سے بھی ہزار پانچ سو قرض لے سکتا تھا، اس نے سوچا، اب زرینہ کی شادی بڑے ٹھاٹھ سے ہو جائے گی، کہنے لگا،

"بالکل درست فرمایا آپ نے، یہ بہت ہے اور انشاءاللہ اس مدکے اندر رہ کر سارے انتظامات مکمل ہو جائیں گے،"

حامد میاں نے فرمایا،

"بس توکل سے انتظامات شروع کر دو،"

آفاق نے اطمینان دلایا،

"بہت خوب!"

رفعت نے پوچھا،

"بڑے بھیا کب ہو رہی ہے شادی؟"

آفاق نے کہا،

"ابھی تاریخ تو طے نہیں ہوئی ہے، سب سے بڑی رکاوٹ تو یہی تھی کہ تاریخ طے کر لینے کے بعد اگر انتظامات نہ ہوتے تو کیا ہوتا، اب وہ رکاوٹ دور ہو گئی ہے، آج یا کل انوار میاں کے چچا عتیق ضیاالحق صاحب آئیں گے تو جو تاریخ وہ کہیں گے میں منظور کر دوں گا ——— تمہاری اب ڈائی تو نہیں ہے زرینہ سے؟"

ناظرہ بیگم بول پڑیں

اس بیچاری میں اتنا حوصلہ کہاں سے آیا کہ وہ ملکۂ معظمہ سے آنکھ ملا کر بات کر سکے، لڑے گی کیا خاک؟"

رفعت نے جواب دیا۔

"نہیں بڑے بھیا، میری کسی سے لڑائی نہیں ہے ——— اب تو وہ جا رہی ہیں یہاں سے، اگر تھی بھی تو میں نے اسے بھلا دیا"

آفاق نے اسے شاباش دیتے ہوئے کہا،

"تم نے طبیعت خوش کر دی اس وقت رفعت ——— اچھا یہ بتاؤ، کوئی تحفہ بھی دو گی زرینہ کو؟"

رفعت خاموش ہو گئی آفاق نے چھیڑا،

"اری کنجوس کہیں کی جواب کیوں نہیں دیتی؟"

رفعت نے کہا۔

"یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تحفہ نہ دوں، لیکن سوچ رہی ہوں کیا دوں؟"

آفاق خوش ہو گیا!

"ابھی کافی وقت پڑا ہے سوچ لو ——— لیکن یاد رکھو، وہ تحفہ زرینہ کے حسب حیثیت نہیں، تمہاری شایانِ شان ہونا چاہیئے ———!"

(۱۵)

دوسرے روز مفتی ضیاالحق صاحب سے نکاح کی تاریخ پختہ ہو گئی، طے یہ پایا کہ اگلے مہینہ کی بارہ تاریخ کو خیر و خوبی کے ساتھ یہ رسم انجام پا جائے، اس طرح پورا مہینہ یہ اور اگلے مہینہ کے دس دن گویا سوا مہینہ کے قریب تیاریوں کا وقت طرفین کو مل جاتا تھا، اور یہ کافی مدت تھی مفتی صاحب کے ساتھ ان کے لائق فائق بھتیجے ابرار صاحب یعنی ہونے والے دولہا میاں بھی موجود تھے،

تاریخ کے سلسلہ میں مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا۔

"سوا مہینہ کی مدت میں دونوں طرف سے تیاریاں بحسن و خوبی مکمل ہو سکتی ہیں ——————

آفاق نے ایک مرتبہ پھر انہیں تنبیہ کر دیا،

میں نہیں جانتا آپ کس طرح کی تیاریاں کر رہے ہیں، اور ان تیاریوں کے

اتنا وقت کیوں آپ کو درکار ہے ! باقی جہاں تک ہمارا تعلق ہے، ہم ہر وقت تیار ہیں، اس لئے کوئی خاص تیاری نہیں کرنی ہے، میں اشتہار میں بھی لکھ دیا تھا، آپ کو بھی بتا دیا تھا، اور اب پھر عرض کئے دیتا ہوں کہ ہم اس رسم کو زیادہ سے زیادہ سادگی کے ساتھ انجام دیں گے، باجے تماشے ہوں گے، نہ دھوم دھڑکا، نہ سامانِ جہیز کی کوئی لمبی چوڑی فہرست۔

مفتی صاحب ہنسنے لگے، انہوں نے شوخ نظروں سے آفاق کو دیکھا، مسکرایا۔

"جانتا ہوں، جانتا ہوں ——— بندہ پرور ہم بھی کون سے لوگ ہیں، سب ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں، لیکن جو کچھ بھی تھوڑی بہت تیاری کرنی ہے، وہ اس ماہ میں بہرحال مکمل ہو جائے گی،"

آفاق نے تائید کی،

"ہاں یہ آپ درست فرماتے ہیں!"

اس ساری گفتگو کے دوران میں انوار بالکل خاموش بیٹھا تھا، جیسے قدیم زمانہ میں دولہا میاں بڑوں اور بزرگوں کے سامنے شرماتے ہوئے لجاتے ہوئے بیٹھا کرتے تھے۔

آفاق نے انوار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ذکر ہی تو آپ کی مستقل ہو گی!"

انوار نے جواب دیا۔

"جی ہاں ملازمت تو مستقل ہے لیکن میں ابھی مستقل نہیں ہوا ہوں"

آفاق نے پوچھا،

"یہ کیوں ؟"

انوار میاں نے بتایا،

"سال بھر تک یہ تقرر عارضی رہے گا، اس کے بعد اگر میں اچھا آدمی پایا گیا تو مستقل ہو جاؤں گا، !"

مفتی صاحب نے اس گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے کہا

"ہمارا انوار بڑا ذہین اور تیز شخص ہے مستقل ہو، اور پھر حکام بالا تو اس سے اتنے خوش ہیں کہ ان کا بس چلے تو آج ہی مستقل بھی کر دیں اور ترقی بھی دے دیں لیکن اصول سے مجبور ہیں، جو کچھ کریں گے قاعدہ سے کریں گے،

آفاق نے کہا،

"آپ بجا فرماتے ہیں، آدمی میں ذاتی صلاحیت ہو تو ناموافق اور ناساعد حالات میں بھی وہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔ ہر ناکامی اس کے لئے ترقی کا زینہ ثابت ہوتی ہے !"

بہت خوش ہو کر مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا،

"جی اور کیا بے شک، !"

پھر انہوں نے انوار کو مخاطب کیا،

"کیوں بیٹے انوار سن لیا تم نے، !"

انوار نے ایک سعادتمند اور با ادب شخص کی طرح کہا،
"جی ———"
مفتی صاحب نے اپنے لائق فائق اور ہونہار بھتیجے کا مزید تعارف [کرات]ے ہوئے کہا،
[اب]ھی چونکہ مستقل نہیں ہوا، اس لئے ڈرتا ہے اور نہ اس محکمہ میں [اوپ]ر کی آمدنی بھی کافی ہوتی ہے، اس کا تو کوئی شمار ہی نہیں!
اس انکشاف پر جو قطعاً بے موقع تھا، انوار تلملا گیا، لیکن خاموش [رہ]نے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہ تھا، آفاق نے کہا،
"مفتی صاحب یہ آپ فرما رہے ہیں؟"
مفتی صاحب کچھ نادم سے نظر آنے لگے،
"صاحب دنیا میں رہ کر دنیا داروں ہی کی طرح رہنا پڑتا ہے، ورنہ [میر]ی ہمیشہ تاکید انوار سے یہی رہی ہے کہ بیٹا اوپر کی آمدنی پر کبھی [بھ]ول کر بھی نظر نہ ڈالنا، سیدھے جہنم میں جاؤ گے،"
انوار کس طرح بتاتا کہ وہی بزرگ تو ہیں جن کی سرپرستی میں اس نے [اوپ]ر کی آمدنی حاصل کرنے کا فن سیکھا ہے، اس مرتبہ بھی اسے خاموش ہی رہنا [پڑا، مف]تی صاحب نے آفاق سے فرمایا۔
"اور صاحب سچی بات یہ ہے، جب سے میں نے لڑکے کو منع کیا ہے [اس]نے رخ بھی نہیں کیا اس طرف، پہلے تو دو سو روپیہ مہینہ حضرت سگریٹ [ہی] پھونک دیتے تھے، اب اسی رقم میں سارا گھر چلتا ہے!

(۱۶)

نہ جانے کیا بات تھی، آفاق، اب زرینہ سے آنکھیں چار کرتے ہوئے شرمانے لگا تھا، اس نے بڑے داعیہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ زرینہ کے لئے ایک اچھا رشتہ تلاش کرنے گا جس کے بعد یہ سارے پریشانیاں دور ہو جائیں گی، لیکن اس کی بہترین کوششیں بھی انوارالحق کے علاوہ کسی اور رشتہ کو تلاش کرنے میں ناکام رہیں، گو اس رشتہ کو زرینہ نے منظور کر لیا تھا، تاریخ بھی مقرر ہو گئی تھی اور سارے ابتدائی معاملات طے پا چکے تھے، لیکن باایں ہمہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ زرینہ اس رشتے سے خوش نہیں ہے، جس دن سے یہ رشتہ پختہ ہوا ہے اس دن سے اسے چپ لگ گئی ہے، وہ کئی بار ماجدہ سے ملنے گیا، اور جب بھی گیا، اس نے زرینہ کو ٹٹولنے کی کوشش کی، اور ہر مرتبہ یہی محسوس کیا کہ زرینہ نے اب حالات سے مجبور ہو کر یہ رشتہ منظور کیا ہے اور نہ

اس کی آزادانہ مرضی کا جہاں تک تعلق ہے وہ اسے پہلے ہی دن مسترد کر چکی تھی، وہ سمجھتا تھا زرینہ کی یہ پسند اور ناپسند اسی کی پیدا کی ہوئی ہے، اسی نے اپنی خوش قسمتی اور خوش خیالی کے جال میں ماجد اور زرینہ کو پھانسا، اور اب معاملہ اتنا آگے بڑھ چکا ہے کہ پسپائی کی کوئی صورت نہیں اور اگر ہو بھی تو خود زرینہ اسے پسند نہیں کرے گی۔

چنانچہ جب ستار سیٹھ اور غفور سیٹھ کی دوکان سے پارچہ جات اور زیورات خریدنے کا سوال درپیش ہوا تو وہ کسی طرح بھی اپنے آپ کو اس پر آمادہ نہ کر سکا کہ خود زرینہ کو لے کر دوکان پر جائے اور اس کی مرضی سے یہ چیزیں خریدے، آخر کافی غور و فکر کے بعد اس نے یہ ذمہ داری نشاط پر ڈالی اور اس سے کہا،

"میں پہلے ہی ہدایت دے آیا ہوں، تم زرینہ کو لے کر دوکان پر چلی جاؤ اور اس کی مرضی کے کپڑے اور زیور خرید لو!"

نشاط نے یہ تجویز منظور کر لی، لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس نے واپس آکر کہا،

"بھائی وہ تو کسی طرح بھی جانے پر تیار نہیں ہوتی!"

یہ جواب آفاق کے لئے خلاف توقع نہیں تھا پھر بھی اس نے پوچھا

"کیوں؟ —— کوئی وجہ بھی تو ہوگی اس انکار کی؟"

نشاط نے بتایا۔

"وجہ پر تو اس نے میرے اصرار کے باوجود روشنی نہیں ڈالی، اس

کی زبان پر تو صرف ایک بات ہے ——— "

"وہ کیا؟ ——— ؟"

"یہ کہ مجھے تمہاری پسند پر اعتماد ہے، تم جو جاہو لے آؤ، میں قبول کر لوں گی، لیکن خود جاؤں، خود پسند کروں، اس پر کسی طرح بھی طبیعت آمادہ نہیں ہوتی!"

پھر نشاط نے پوچھا،

"بتایئے بھیّا اب کیا کیا جائے؟ ——— وقت کم ہے آخر شادی کے اور سارے جوڑے سلنے میں بھی تو کافی وقت لگے گا، بات اگر اسی طرح آج کل پر ٹلتی رہی تو شادی کی تاریخ سر پر آجائے گی، اور کچھ نہ ہو پائے گا ——— !"

آفاق نے نشاط کی باتیں غور اور توجہ سے سنیں،

"ہاں کہتی تو ٹھیک ہو، لیکن ایسا کیوں نہیں کرتیں کہ تم ہی جان کو لے جاؤ اپنے ساتھ؟"

نشاط نے کہا،

"ہاں یہ ہو تو سکتا ہے لیکن بھیّا ان کا لے جانا، اور نہ لے جانا قطعاً بیکار ہے۔"

آفاق نے حیرت سے نشاط کو دیکھا اور کہا،

"یہ تو عجیب بات کہہ دی تم نے ——— کیوں آخر؟"

وہ کہنے لگی۔

"ان کی پسند وہی ہوگی جو میری پسند ہوگی، مجھ سے پوچھے بغیر وہ کسی چیز میں ہاتھ بھی نہیں لگائیں گی، پھر کیوں بیچاری کو خواہ مخواہ زحمت دی جائے ؟"

آفاق نے پوچھا،

"تو آخر پھر کیا ہونا چاہیئے ؟ ——— کچھ تم بھی تو کہو،؟"

نشاط نے کہا،

"میرے خیال میں تو آپ چلے چلیں اور اپنی پسند سے پارچہ جات اور زیورات لے آئیں!"

آفاق کچھ سوچتا ہوا گویا ہوا۔

"ہاں اور کیا یہی کرنا پڑے گا، اس کے سوا اور چارۂ کار بھی کیا ہے!"

"بس تو ٹھیک ہے چلیئے ——— ابھی ابھی ٹھنڈے ٹھنڈے چلے چلتے ہیں اور اپنی پسند کا سامان لے آتے ہیں!"

"چلو ——— لیکن ایک بات بار بار کھٹکتی ہے!"

"وہ کیا بھائی صاحب ؟"

"یہ کہ زرینہ نے اس رشتہ کو خوشی سے منظور نہیں کیا ہے، دیکھتی نہیں جب سے تاریخ معین ہوئی ہے، کیسی چپ چاپ رہنے لگی ہے ؟"

"(ٹھنڈی سانس لے کر) ہاں بھیا یہ بات تو ہے ——— اور سچ پوچھئے تو اس رشتہ کو خوشی سے منظور کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن حالات انسان کو مجبور اور بے بس کر دیتے ہیں———

سب سے زیادہ ہیں اور آپ بے بس ہیں کہ کچھ نہیں کر سکتے سب کچھ جاننے کے باوجود بھی کچھ کرنا ہمارے بس میں نہیں۔"

آفاق ان باتوں سے بہت متاثر ہوا، وہ جلدی سے اٹھا کر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا،

"تمہارا خیال صحیح ہے نشاط ——— آؤ چلیں، جو کچھ کر سکتے ہیں وہ تو کر ڈالیں، باقی آگے کیا ہوگا، یہ خدا پر چھوڑ دیں، جب اس مسئلہ پر غور کرتا ہوں تو اختلاج ہونے لگتا ہے۔"

نشاط بولی،

"بڑے بھیا بالکل یہی حال میرا بھی ہے!

(۱۷)

نشاط کی مدد سے آفاق نے تمام ضروری سامان از قبیل پارچہ جات و زیورات خرید لیا، برتن اور فرنیچر کے لئے حامد میاں نے کوئی رقم نہیں دی تھی، یہ کسر اس نے اپنے پاس سے پوری کر دی، میز، کرسی، مسہری، ضروری برتن اور کراکری کا سامان خود سے خرید لیا اور یہ سب چیزیں ماجدہ کی خدمت میں پیش کر دیں، وہ بیچاری یہ سادہ سامان دیکھ کر حیران رہ گئیں، ان کی توقع سے یہ چیزیں کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں، ایک ایک چیز دیکھتی جاتی تھیں، اور درازیٔ عمر و ترقی اقبال کی دعائیں دیتی جاتی تھیں،

ماجدہ کو یہ سامان دینے کے بعد آفاق چلا گیا، کوئی موکل اسے بلانے آیا تھا، لہٰذا ندیم سے نہ مل سکا، نشاط نے کپڑے اور زیور اٹھائے اور ماجدہ سے کہا۔

"جاؤں ذرا زرینہ کو یہ چیزیں دکھا آؤں؟"

اور پھر جواب کا انتظار کئے بغیر وہ اس کے کمرہ میں لدی پھندی پہنچی اس نے دروازہ میں کھڑے کھڑے کہا۔

"دیکھو زرینہ ہم تمہارے لئے کیا کیا لائے ہیں؟"

زرینہ ویسے ہی بیٹھی رہی، اور بولی،

"دیکھ لیا،"

نشاط اندر داخل ہو گئی،

"واہ کہیں اس طرح یہ چیزیں دیکھی جاتی ہیں!"

یہ کہہ کر اس نے ایک ایک کپڑا اور زیور مع تعارفی اور تمہیدی تقریر کے اس کے سامنے رکھنا شروع کر دیا۔ زرینہ پہلے تو چپ چاپ اس کی باتیں سنتی رہی پھر اس نے ہاتھ سے ان چیزوں کو پرے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ہاں دیکھ لیا بھئی!"

نشاط نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا

"مگر تم نے اپنی رائے تو ظاہر نہیں کی ——— کیسی ہیں یہ چیزیں؟"

زرینہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بھلا تم کوئی خراب چیز بھی لا سکتی ہو؛ تمہاری پسند خود ایک معیار ہے!"

نشاط ان جملوں سے خوش ہو گئی۔

"اب بتانے لگیں کیوں جی؟"

زرینہ ہنس پڑی،

"بڑی بے وقوف ہو ——— تمہاری تعریف تو میں ہمیشہ سے کرتی چلی آئی ہوں، کوئی نئی بات بنے؟"

نشاط مطمئن ہو گئی پھر کہنے لگی،

"آ نانی بھائی کو بڑی فکر ہے تمہاری ———"

زرینہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، جسے نشاط محسوس نہ کرسکی،

"میری فکر"؟

"ہاں، ——— بیچارے سخت پریشان ہیں!"

"آخر کیوں ہے ——— کسی کے دشمنوں کو کیا پڑی ہے میرے ماتم کی!"

"یہ لو اب ان بیچارے کو جلی کٹی سنانے لگیں!"

"نہیں نشاط یہ بات نہیں ہے، تم جانتی ہو میں ان کا کتنا لحاظ کرتی ہوں، یہ مصرعہ تو یوں ہی سخن گسترانہ طور پر پڑھ دیا تھا ——— ہاں تو کیوں پریشان ہیں؟"

"وہ کہتے ہیں شیخ انوار الحق کا اور زرینہ کا کچھ جوڑ نہیں! ——— وہ تو یہاں تک آمادہ تھے کہ کہ یہ پیام رد کر دیں،"

"(گھبرا کر) پھر تم نے کیا کہا؟"

"میں نے منع کیا میں نے کہا جو ہو رہا ہے، ہونے دیجئے، اگر زرینہ کی قسمت اچھی ہے تو یہاں بھی راج کرے گی، اور اگر

اگر خدا نخواستہ وہی پھوٹ چکی ہے، تو جہاں جائے گی روئے گی، اس کی شادی میں جتنی جتنی تاخیر ہوتی ہے اتنا ہی اتنا دوسروں کو انگشت نمائی کا موقع ملتا ہے!"

"پھر کیا کہا بڑے بھیا نے؟"

"پھر وہ راضی ہو گئے، میری تجویز بادل نخواستہ مان لی!"

"(ایک آہ سرد کے ساتھ) بہت اچھا کیا ——— میں تمہاری شکر گزار ہوں، اور بڑے بھیا کی بھی!"

"(افسوس کے لہجہ میں) کاش کوئی تمہارے شایانِ شان رشتہ جڑ سکتا ہے!"

(مسکرا کر) پھر کیا ہوتا؟"

"خدا کی قسم کان پکڑ کے بھری محفل سے شیخ انوار الحق صاحب بی اے کو چلتا کر دیتی، صاف کہہ دیتی "یہ منہ اور مسور کی دال!"

"آج شیخ صاحب کی خواہر عزیز زینب بیگم پھر تشریف لائی تھیں"

"تمہارے پاس بھی بیٹھیں؟"

"ہاں بڑی دیر تک؟"

"کیا باتیں ہوئیں؟"

"آج تو بالکل بدلی ہوئی نظر آ رہی تھیں!"

"یعنی ——— ؟"

"پہلے دن کی ملاقات تو طنز، تعریض، اور جلی کٹی باتوں سے شروع

ہوئی تھی، اسی طرح ختم ہوئی تھی، لیکن آج تو بات بات پر مسکرا رہی تھیں ——— جیسے بہت دنوں سے واقف ہوں، انہی اپنائیت اور ملنساریت کی باتیں کہ میں تو حیران رہ گئی۔"

"یہ شگون تو اچھا ہوا؟"

"یہ کیسے جان لیا تم نے؟"

"اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے کردار سیرت کا اندازہ انہوں نے کر لیا۔"

"میرے خیال میں تو ایسی بات نہیں ہے!"

"پھر ———؟"

"یہ طوفان سے پہلے کا سکون ہے، اسی لئے خطرناک ہے!"

"خدا کرے تمہارا یہ اندازہ غلط ہو۔"

"آمین ——— لیکن خدا ایسا چاہے گا نہیں! ——— ——— ان کے طرزِ عمل میں تبدیلی صرف اس لئے ہوئی ہے کہ چچا جان اور بڑے بھیا کی دولت اور اثر و رسوخ سے کچھ مرعوب ہیں لیکن شادی کے بعد جب میری قلعی کھلے گی اور معلوم ہو گا کہ اس گھر والے میری صورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہیں تو جس اخلاق و شرافت کا آج مظاہرہ ہوا ہے اس کا بدلہ سود در سود سمیت چکا دیں گے!"

"ایسا نہ کہو زرینہ، میرا جی ہولتا ہے!"

"پگلی ——— تم ساحل پر کھڑی ہول رہی ہو مجھے دیکھو

کہ آغوش فنا میں ہچکولے کھا رہی ہوں، لیکن نہ دل ہولتا ہے، نہ رونا آتا ہے، تمہیں کوئی اندیشہ نہیں لیکن پریشان، میں موت سے آنکھ مچولی کھیل رہی ہوں اور ذرا بھی پریشان نہیں!"

"اللہ نے جو دل آفاق بھائی کے سینہ میں ڈالا ہے، کاش وہی حامد میاں اور فاخرہ بیگم کے سینہ میں بھی دھڑک رہا ہوتا ——"

"پھر کیا ہوتا ؟"

"پھر کیوں یہ دن دیکھنا پڑتا —— زرینہ تم لاکھ استقلال کے پردہ میں اپنی حالت چھپانے کی کوشش کرو، لیکن میں تمہاری قلبی کیفیت بہت اچھی طرح محسوس کر رہی ہوں اور جب یہ احساس زیادہ شدید ہو جاتا ہے تو لاکھ لاکھ ضبط کرتی ہوں، مگر آنسو نکل ہی آتے ہیں!"

زرینہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو نشاط کی آنکھیں پُرنم تھیں *

---

(۱۸)

شادی میں اب صرف دس دن باقی رہ گئے تھے!

آج کل نشاط تقریباً روزانہ ہی آتی تھی اور فرصت کے لمحے زرینہ کے پاس صرف کرتی تھی، آج بھی حسبِ معمول دوپہر سے پہلے وہ آگئی، کچھ دیر اجدہ بیگم سے باتیں کیں، پھر زرینہ کے کمرہ میں پہنچ گئی، زرینہ نے دیکھتے ہی کہا،

"خوب آگئیں، میں تمہارا انتظار ہی کر رہی تھی!"

نشاط نے پوچھا،

"خیریت تو ہے؛ اتنی نوازش آج کے سوا کسی اور دن تو نہیں ہوتی کہ میرا انتظار کیا گیا ہو!"

زرینہ نے ذرا روٹھے ہوئے انداز میں کہا،

"اس طرح کی باتیں کرو گی تو وہ مزیدار کہانی ہرگز نہیں سناؤں گی،

جسے سنانے کے لئے بیقرار ہو رہی تھی اور جسے سُن کر تمہاری آنکھیں نہ کھل جائیں تو میرا ذمہ!"

نشاط خوشامد پر اُتر آئی،

"اچھا اب کچھ نہیں کہوں گی بس تم شروع کر دو وہ کہانی!"

زرینہ نے کہانی شروع کر دی،

"آج صبح ناشتہ کے بعد اماں جی تو دارالنسواں چلی گئیں، میں اپنے کمرہ میں بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگی، اتنے میں دیکھتی کیا ہوں ایک عورت دروازے پر کھڑی ہے، اور مجھے گھور گھور کر دیکھ رہی ہے، یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گئی جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام، لیکن بہرحال اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں نے پوچھا،

"آپ کون ہیں؟"

وہ اندر آ گئی اور کہنے لگی،

"میرا نام رشیدہ ہے"

ظاہر ہے اس نام کی کسی عورت کو میں نہیں جانتی، میں نے کہا،

"لیکن مجھے تو نہیں یاد پڑتا کہ آپ سے کبھی ملاقات ہوئی ہو!"

وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گئی، پھر بولی،

مجھے بھی یہ شرف آج ہی حاصل ہوا ہے کیا آپ کا نام زرینہ بیگم ہے؟

میں نے اثبات میں جواب دیا۔

"جی ہاں مجھے زرینہ کہتے ہیں!"

وہ کہنے لگی،

"صورت دیکھتے ہی میں نے اندازہ کر لیا تھا ——— کتنی پیاری صورت پائی ہے آپ نے قربان ہو جانے کو جی چاہتا ہے، کاش آپ کی قسمت بھی اتنی ہی اچھی ہوتی جتنی صورت ہے!"

یہ عجیب اور انوکھی باتیں سُن کر میرے چہرے پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں، پھر بھی استقلال کا دامن میں نے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ پوچھا،

"کیا آپ نجومی ہیں، جو قسمت کا حال بتا رہی ہیں؟"

وہ ہنسنے لگی اور گویا ہوئی،

"نہیں بہن میں نجومی نہیں ہوں، ڈرو نہیں، چڑیل بھی نہیں ہوں تمہاری ہمدرد ہوں، بہی خواہ ہوں، دوست ہوں!"

میں نے بات ختم کرنے کے لئے کہا،

"آپ کا بہت بہت شکریہ!"

یہ سُن کر وہ اٹھی، اور آئینہ کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی، کچھ دیر بناؤ سنگھار کرتی رہی، اور پھر میرے پاس آکر بیٹھ گئی، میرے دل میں خیال پیدا ہوا ضرور یہ عورت پاگل ہے، اس نے پوچھا،

"میری صورت کیسی ہے؟"

میں نے جواب دیا۔

"بہت اچھی ہے، سینکڑوں میں ایک ———!"

وہ ہنسنے لگی کتنا زہر تھا اس کی ہنسی میں پھر گویا ہوئی؛

"کیوں بہن میں جوان ہوں یا بوڑھی؟"
میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
بڑھاپے کی منزل ابھی بہت دور ہے،
"ابھی نوجوان ہیں آپ"
وہ کہنے لگی،
"مجھے کھانا پکانا بھی آتا ہے میرا شوہر میرے پکائے ہوئے کھانے کی بڑی تعریف کیا کرتا تھا۔"
میں نے کہا۔
"ضرور کرتا ہوگا،!"
وہ پھر گویا ہوئی،
"مجھے سینا پرونا بھی خوب آتا ہے، میری نند مجھ پر رشک کیا کرتی تھی،
میں نے کہا،
"ضرور کرتی ہوگی!"
وہ پھر کہنے لگی،
گھر کو صاف شفاف رکھنے کے فن میں تو میں ماہر ہوں، میری ساس فخریہ میری ان صلاحیتوں کا چرچا اپنے ملنے والیوں سے کیا کرتی تھی!"
میں نے کہا،
"آپ یقیناً ٹھیک کہتی ہیں، ابلا ان گنوں کی تعریف کون نہیں کریگا

ذمت سے تو دشمن بھی رام ہو جاتے ہیں !"

اس نے ایک آہ بھری اور کہا،

"لیکن مجھے تو اس خدمت کا صلہ طلاق کی صورت میں ملا !"

یہ کہہ کر وہ رونے لگی ،

"طلاق کا لفظ سنکر ایسا معلوم ہوا جیسے مجھ پر بجلی گر پڑی، بڑی مشکل سے میں نے اپنی کیفیت پر قابو پایا اور اس سے پوچھا ،

"لیکن وہ کون کمبخت تھا جس نے آپ جیسی خوبصورت اور خوب سیرت بیوی کو طلاق دے دی ؟" ——————— !"

کہنے لگی

"وہی جو اب تم سے شادی کر رہا ہے ——————"

یہ سنکر مجھ پر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہو گئی ، میں نے کہا،

"سچ ؟"

وہ ہنسنے لگی ،

"لو، تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں ؟"

میں نے سوال کیا،

"لیکن اس طلاق کی کوئی وجہ بھی تو ہو گی ؟"

وہ گویا ہوئی ،

"جب کوئی کام کرنا ہی ہو ہزار سبب تلاش کر لئے جا سکتے ہیں ، تم نے بھیڑیے اور بکری کے بچہ کی کہانی نہیں سنی ؟ —————— ایک تھا

بھیڑیا، ایک تھا بکری کا بچہ، نالے کے سرے پر جو کافی اونچا تھا، بھیڑیا پانی پی رہا تھا، دوسرے سرے پر جو نشیب میں تھا، بکری کا بچہ پانی پی رہا تھا، بھیڑیئے نے کہا، اس نالہ کا پانی پی کر تو نے نجس کر دیا، اب میں کیا پیوں؟ وہ بیچارا بولا، حضور آپ اوپر ہیں، میں نیچے، بھلا میرا پیا ہوا پانی آپ کی طرف کیسے آسکتا ہے۔ ہاں میں جو پانی پی رہا ہوں، وہ بے شک آپ کا جھوٹا ہے، یہ سنتے ہی بھیڑیئے کو غصہ آگیا اس نے کہا۔ تیری بھی یہ مجال کہ مجھ سے زبان چلاتے؟ یہ کہہ کر ایک جست لگائی، اور آناً فاناً اسے چٹ کر گیا، یہی دلیل شیخ انوار الحق صاحب نے اختیار کی ——— "

میں نے پوچھا،

"آخر کچھ تو ہوا ہوگا؟"

کہنے لگی،

"ہاں ہوا کیوں نہیں"

میں نے کہا۔

"وہی تو سننا چاہتی ہوں۔"

وہ بولی،

ایک دم بغیر کسی وجہ کے زینب بیگم صبح شام مجھ سے لڑنے لگیں، ان کی دیکھا دیکھی ساس کا مزاج بھی بگڑ گیا، بیٹی لڑتی تھی، ماں طعنے دیتی تھی میں چپ چاپ سب کچھ برداشت کرتی تھی، ایک روز زینب نے شیخ صاحب

ے کہا،

"بھیا اب ہمارا اس گھر میں گذارا نہیں ہو سکتا !"

بھیا نے رُک کر پوچھا،

"کیوں ؟"

بہن صاحبہ رونے لگیں۔

"بھابی اب اتنی بدتمیز ہو گئی ہیں کہ اماں جان تک کو گالیاں دینے لگی ہیں، اور مجھ سے تو صاف الفاظ میں کئی دفعہ کہہ چکی ہیں اگر جاؤ اپنا گھر آباد کرو، یہاں کیوں پڑی ہو !"

یہ سفید جھوٹ سُن کر میں لرز گئی اور قبل اس کے کہ اپنی صفائی میں کچھ کہوں، بہن کے بھائی صاحب اُٹھے، اور مجھے دھوا دھواں پیٹنا شروع کر دیا مارتے مارتے ہاتھ اُٹھا دی میری، مزاج کے تو ہمیشہ سے بڑے سخت ہیں جب یہ جھگڑے ٹنٹے نہیں تھے، تب بھی مہینہ میں دو ایک بار ایک آدھ چانٹا یا گھونسہ کسی بات پر برہم ہو کر لگا دیا کرتے تھے، اور میں اس کی عادی بھی ہو گئی تھی، لیکن جوتے اور چھڑی کی ماریں میں نے پہلی بار کھائی، پھر بھی اپنے مستقبل کا خیال کر کے چپ ہو گئی ؛

میری پٹائی کے بعد بند کمرہ میں بڑی دیر تک ماں اور بہن سے وہ باتیں کرتے رہے، پھر میرے پاس آئے اور اس طرح جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا، کہنے لگے۔

"معاف کر دو نہ جانے اس وقت مجھے کیا ہو گیا تھا !"

میں نے معاف کر دیا۔ بہت خوش ہوئے، رات کو بڑی دیر تک مجھ سے پیار اور محبّت کی باتیں کرتے رہے، صبح ناشتہ کے بعد ایک کاغذ میری طرف بڑھایا کہ اس پر دستخط کر دو، میں نے پڑھا بھی نہیں، اور دستخط کر دیئے، دوپہر کو آئے اور کہنے لگے تمہارے والد سخت بیمار ہیں، اسی وقت چلی جاؤ، میں وہیں سے آ رہا ہوں، شام کو پھر آؤں گا۔ یہ سُنکر میرے حواس جاتے رہے، زیور، کپڑا، لتّا سب وہیں چھوڑ چھاڑ کر تانگہ پر بیٹھی اور اپنے میکہ روانہ ہو گئی، چلتے وقت انہوں نے ایک بند لفافہ دیا اور کہا یہ اپنے والد کو دے دینا، گھر پہنچی تو دیکھتی کیا ہوں، ابا جان بالکل تندرست ہیں میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ شیخ صاحب کے جھوٹ کا پول کھولوں، بات بنا دی کہ جی گھبرا رہا تھا، آپ سے ملنے چلی آئی، پھر میں نے انہیں وہ خط دے دیا، خط پڑھ کر وہ تیورا کر گرے، اور بیہوش ہو گئے۔

یہ میرا طلاق نامہ تھا،!

اور وہ کاغذ جس پر انہوں نے تھوڑی دیر پہلے میرے دستخط کرائے تھے مہر وصول پانے کی رسید تھا!

بتاؤ بہن کیا ایسے آدمی کے پاس تم خوش رہ سکو گی ؟،

میں کیا جواب دیتی گم صم بیٹھی رہی،

کچھ دیر میرے جواب کا انتظار کرنے کے بعد اُس نے کہا۔

جب تمہاری یہ من موہن صورت دیکھتی ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے

تمہارے ہی لالچ میں انہوں نے مجھے طلاق دی ہے، خیر میں نے تو اپنے کیے کی سزا پالی، مگر جب سوچتی ہوں کہ چند دن کی آؤ بھگت کے بعد تمہارا بھی یہی حشر ہوگا، جو میرا ہوا ہے، تو دل کانپ جاتا ہے، ہائے ان پھول سے رخساروں پر جب طمانچے پڑیں گے تو کیا حال ہوگا ان کا —— —— ؟

اور پھر میرا جواب سنے بغیر وہ اُلٹے پاؤں واپس چلی گئی!

---

(۱۹)

نشاط پر سکتہ کا عالم طاری تھا، کہانی سُنا چکنے کے بعد زرینہ نے اُسے چھیڑا،

"کیوں نشاط سچ کہنا کتنی دلچسپ ہے یہ کہانی؟"

نشاط نے کوئی جواب نہیں دیا، زرینہ نے کہا۔

"چپ کیوں ہو گئیں؟"

نشاط جانے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئی، زرینہ نے ہاتھ پکڑ کر اُسے بٹھا لیا۔

"کہاں چلیں؟"

وہ بولی،

"آفاق بھائی کے پاس!"

"کیوں؟"

"یہ کہانی انہیں سناؤں گی؟"

"فائدہ؟"

"یہ رشتہ اب نہیں ہو سکتا، کسی قیمت پر نہیں ہو سکتا، کسی قیمت پر یوں ہی کنواری بیٹھی رہو، یہ گوارا ہے، ایسے درندے کے پلّے باندھ دی جاؤ یہ نہیں ہو سکتا!"

"نہیں نہیں، خدا کے لئے ایسا غضب نہ کرنا!"

"تو کیا تمہارا مطلب ہے کہ چپ رہوں؟"

"ہاں یہی مطلب ہے؟"

"آفاق بھائی کو تاریکی میں رکھوں، وہ جب سنیں گے اور ایسی باتیں جلد یا بدیر ظاہر ہو ہی جاتی ہیں، تو مجھ سے شکایت نہیں کریں گے کہ کیوں ساری حقیقت کھول کر سامنے نہ رکھ دی؟"

"انہیں کیا معلوم کہ اس واقعہ کا تمہیں علم ہے۔ اگر بات کبھی کھلے تو کہہ دینا مجھے معلوم ہی نہیں تھا!"

"زرینہ یہ بڑا اچھا موقع ہے!"

"کا ہے کا؟"

"اس جانور سے جس کا نام انوار الحق ہے پیچھا چھڑانے کا!"

"تم نہیں جانتی اس کا انجام کیا ہوگا؟"

"انجام اچھا ہوگا اور کیا ہوگا!"

"اچھا نہیں برا ہوگا!"

"کس طرح ؟"

"بڑے بھیا (آفاق) کو بڑا صدمہ پہنچے گا، میں محسوس کر رہی ہوں وہ ویسے ہی شرمندہ ہیں، اس انتخاب پر، اب مجھ سے کترانے لگے ہیں، بہت کم آتے ہیں ذرا دیر بیٹھتے ہیں، نہ ہنسی نہ قہقہے، نہ مذاق نہ دل لگی، بجھے بجھے سے نظر آتے ہیں۔ انہیں یہ دکھ جب معلوم ہو گا تو رشتہ جنگ منسوخ کر دینگے، لیکن صدمہ بھی غیر معمولی ہو گا اور میں اپنے کسی معاملہ کی وجہ سے انہیں صدمہ پہنچانا نہیں چاہتی !"

"تو کیا اس وحشی سے شادی کر لو گی !"

"وہ تو کرنا ہی پڑے گی ———— یہ شخص وحشی صفت اور درندہ خو نہ ہوتا تب بھی میں اس کے پاس خوش نہیں رہ سکتی تھی، وحشی اور درندہ ہے تو بھی خوش نہیں رہوں گی ———— بات دونوں صورتوں میں ایک ہے !"

"عجیب بات ہے !"

"ہاں نشاط ———— اگر وہ اچھے اخلاق اور مزاج کا ہوتا پھر بھی میں خوش نہ رہتی، تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا، مگر خوش قسمتی سے وہ اچھے اخلاق اور اچھے مزاج کا نہیں ہے۔ اس لئے خوش نہ رہنے پر ضمیر کی ملامت سے بچ جاؤں گی، اور بغیر کسی خاص کوشش کے، آسانی سے دق میں مبتلا ہو سکوں گی !"

"(بیتاب ہو کر) زرینہ ————"

- ہاں میری بہن، ہراساں اور پریشان کیوں ہوتی ہو عزت اور وقار کے ساتھ اگر میں زندہ نہیں رہ سکتی، مر تو سکتی ہوں ——"

"کچھ بھی ہو میں آفاق بھائی کو یہ ماجرا ضرور سنا دوں گی!"

"اگر تم نے ایسا کیا، تو زندگی بھر میری صورت نہیں دیکھ سکو گی، میں تم سے خفا ہو جاؤں گی، نفرت کرنے لگوں گی، خدا کے لئے میرے پیار کا ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ، خدا کی اس وسیع دنیا میں صرف تم میری ہمراز ہو، کیوں اپنے آپ کو مجھ سے چھیننے دے رہی ہو؟" کیا تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا؟

نشاط نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ ماجدہ آگئی اور اس کے آتے ہی گفتگو کا موضوع بدل گیا۔

(۲۰)

نشاط کے جانے کے بعد ماجدہ نے بغیر کسی تمہید کے زرینہ سے کہا
"بیٹی کیا بات ہے تو ہر وقت مغموم اور اداس دکھائی دیتی ہے"
زرینہ نے جواب دیا۔
"اماں جی آپ تو یوں ہی وہم کیا کرتی ہیں ——— میں
کاہے کو مغموم اور اداس ہوتی، خدا آپ کا سایہ سر پر قائم رکھے، مجھے مغموم اور
اداس ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"
زرینہ کے اس جواب سے ماجدہ کی تشفی نہیں ہوئی، انہوں نے کہا۔
"دیکھیے مان لول بیٹی، نہ اب تو ہنستی ہے، نہ مسکراتی ہے، نہ گاتی ہے
نہ گنگناتی ہے، نہ انگریزی کے رسالے پڑھتی ہے نہ اردو کی کتابیں، نشاط
بیچاری روز تیرے پاس آتی ہے، بت بنی بیٹھی رہتی ہے، اور چلی جاتی
ہے، یا پہلے یہ عالم تھا کہ نشاط آئی اور تو نے چہکنا شروع کیا۔"

زرینہ نے پھر ان خیالات کی تردید کی۔

"اماں جی ایسا تو نہیں ہوتا، نشاط سے خوب باتیں ہوئی ہیں ہماری"
وہ کہنے لگیں،

"ہوتی ہوں گی ہم تو تم دونوں کو یوں ہی گم صم دیکھ رہے ہیں"
زرینہ ہنسنے لگی،

"اماں جی کے دل میں ایک خیال آجائے بس، وہ پتھر کی لکیر بن جاتا ہے۔"

ماجدہ نے سنی کی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔
میرے دل میں تو نہ جانے کیوں یہ خیال چٹکیاں لے رہا ہے کہ یہ رشتہ تمہیں پسند نہیں ہے ——— اسی دن سے تجھے چپ لگی ہے، جب سے زینب پیام لے کر آئی تھی اماں میاں کا! ——— کیا میں غلط کہتی ہوں؟

زرینہ نے جواب دیا۔"

"یہ رشتہ پسند ہو یا ناپسند، اسے تو بہر حال ہونا ہے"
ماجدہ نے سینہ ٹھونک کر کہا،

"زبردستی ہوتا ہے؟ اگر تجھے پسند نہیں تو ہرگز نہیں ہو سکتا یہ رشتہ ——— تیری رائے کیا ہے؟

زرینہ نے کہا

"اماں جی یہ معاملہ، اب رائے اور فکر کی منزل سے بہت آگے بڑھ چکا

ہے، اگر میری رائے نہیں ہے تو بھی میں راضی ہوں"

ماجدہ نے پوچھا،

"آخر اتنی مجبوری کا ہے کی ہے؟ ——— مجھ سے اپنا غندیہ بیان کر دے، پھر میں جانوں اور میرا کام،"

زرینہ نے ماں کی دلدہی کرتے ہوئے کہا،

"اوّل تو ایسی کوئی بات نہیں ہے جو آپ سوچ رہی ہیں، دوسرے ذرا یہ بھی تو غور کیجئے کیا بڑے بھیا کے منہ میں کالک لگ جائے گا؟"

"یہ کیوں؟ ——— آذر تو بھی تیری مرضی کے خلاف نہیں کر سکتا"

"وہ تو ٹھیک ہے اماں جی لیکن ذرا سوچئے تو بھی وہ بیچارے اڈجگر کر تو چچا میاں سے روپیہ وصول کرتے ہیں، سارا ضروری سامان خریدتے ہیں، اور جو کمی پڑتی ہے وہ اپنی جیب سے پوری کرتے ہیں، تاریخ مقرر ہو چکی ہے، اب صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں، بھلا یہ موقع ایسی باتیں چھیڑنے کا ہے!"

"پھر تو رنجیدہ کیوں ہے؟"

"کیا مجھے رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے؟"

"بالکل نہیں ——— تیری عمر کی لڑکیاں تو شادی کا نام سن کر نہال ہو جاتی ہیں اور تو ہے کہ افسردہ اور پژمردہ نظر آ رہی ہے!"

"اماں جی! جس گھر میں میں نے پرورش پائی، جہاں میں چھوٹی سے بڑی

ہوئی جہاں کے در و دیوار تک سے مجھے انس ہے، تین دِن کے بعد وہ گھر
ٹ جائے گا، اس گھر کے لئے میں اجنبی بن جاؤں گی، ایک نئی دُنیا میں
پہنچوں گی، وہ لوگ لاکھ اچھے، شریف اور نیک ہوں، لیکن یہاں کی یاد
رہے گی ہم تو جلتے جاتے جائے گی ——— یہی
ب باتیں سوچ کر کبھی کبھی وقت رنجیدہ اور افسردہ نظر آنے لگتی ہوں، آپ
نے ے بڑا اہم مسئلہ بنا لیا!"

زرینہ کی ان باتوں سے ماجدہ بیگم کو ذرا تسکین ہوئی، انہوں نے کہا:
"یہ تو ٹھیک ہے میری بچی، لیکن اس قدر ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں
پردیس میں تو جا نہیں رہی ہو، اسی شہر کا معاملہ ہے، جب چاہو تم آسکتی ہو
ب ضرورت ہو ہم پہنچ سکتے ہیں ———"

زرینہ نے جواب میں کہا
"جی ہاں آپ ٹھیک کہتی ہیں، لیکن مجھے سب سے زیادہ فکر آپ کی ہے"
یہ کہتے کہتے اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے، ماجدہ بیگم بیقرار
ہو کر کہنے لگیں۔

"میری بچی خواہ مخواہ کی فکریں کیوں مول لے رہی ہے تو، میں کوئی
مر ہوں؛ میری فکر کھائے جا رہی ہے تجھے؛ ———
ے دیکھ، تیرے سوا دُنیا میں میرا کون ہے؛ نہ شوہر، نہ بھائی، نہ بہن
ماں، نہ باپ، لیکن سینہ پر صبر کی سل رکھ کر تجھے رخصت کر رہی
ہوں، تو جہاں جائے گی، وہاں اکیلی تو نہ ہو گی، شوہر ہوگا جو تیرے پاؤں

دھو دھو کر پہنے گا، ساس ہو گی، جو بیٹی کی طرح تجھے چاہے گی، نندیں ہوں گی جس کا برتاؤ تیرے ساتھ وہی ہو گا جو ایک بہن کا بہن کے ساتھ ہونا چاہیئے گھر کے دوسرے لوگ ہوں گے جو اخلاق مروت لحاظ اور محبت کا برتاؤ کریں گے ——— بے شک یہاں سے جاتے وقت تیرا دل کڑھے گا لیکن وہاں جا کر سب کچھ بھول جائے گی، دنیا میں ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے، تیرے ساتھ بھی یہی ہو گا ——— میں کسے بیٹی کہہ کر پکاروں گی؟ کسے دیکھ دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوا کریں گی؟ کون میرا جی بہلائے گا؟ ——— کون میرا ہاتھ بٹائے گا؟ کون میرا ساتھی بنے گا؟ ——— کوئی نہیں ———"

یہ کہتے کہتے وہی ماجدہ بیگم جو ابھی زرینہ کو رونے سے منع کر رہی تھیں خود رونے لگیں،

ماں کو روتا دیکھ کر زرینہ بھی ضبط نہ کر سکی، اس کی آنکھوں سے پھر ساون بھادوں کی جھڑی جاری ہو گئی، تھوڑی دیر تک رونے کے بعد جب دونوں کے دل کا بوجھ کچھ اترا تو زرینہ نے کہا،

"اماں جی مجھے اپنی ذرا بھی فکر نہیں ہے، وہ لوگ اچھے ہوں، یا برے شریف ہوں، یا رذیل، میں گزر کروں گی، جب اوکھلی میں سر دیا تو دھماکوں کا کیا ڈر، لیکن رہ رہ کر جو خیال مجھے بیقرار کرتا ہے، وہ صرف آپ کا خیال ہے؛"

ماجدہ بیگم نے اسے کلیجہ سے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیتے

ہوئے کہا۔

"نہیں میری بچی تو اپنا دل مت کڑھا میری ذرا بھی فکر نہ کر، اب زندگی کے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں، رو کر یا ہنس کر، انہیں گذار ہی لوں گا کسی طرح ———"

آگے زرینہ نے کچھ نہیں کہنے دیا،

"ہاں جی ایسی باتیں نہ کیجئے۔ ورنہ میں پھر رونے لگوں گی!"

ماجدہ بیگم پر یہ دھمکی کام کر گئی، انہوں نے جلدی جلدی آنسو پونچھے اور کہا۔

"بیٹی اب کچھ نہیں کہوں گی ——— لیکن اتنا ضرور کہنا چاہتی ہوں کہ تیری خیر خبر لینے میں اکثر وہاں آیا کروں گی، اور تجھے بھی مہینے میں دو ایک مرتبہ یہاں چند روز کے لئے کروں گی، اس طرح جلد ہی میرا دل ٹھہر جائے گا، اور تیرا جی بھی لگ جائے گا، اور وہ اندیشہ جس نے تجھے اور مجھے دونوں کو ہلکان کر دیا ہے دور ہو جائے گا!"

زرینہ نے کوئی جواب نہیں دیا، ماجدہ بیگم مطمئن ہو گئیں کہ ان کے الفاظ نے زرینہ کی فکر دور کر دی، پھر وہ جانے کے لئے اٹھیں، جاتے جاتے کہنے لگیں،

"کل سے ہم کوٹھی میں اٹھ چلیں گے ———"

زرینہ کی تیوریاں چڑھ گئیں

"کیوں اماں جی؟ ——— وہاں کیا ہے؟"

ماجدہ نے بتایا۔

"آفاق کی رائے یہ ہے کہ شادی وہیں ہو اور تم وہیں سے رخصت کی جاؤ!"

آفاق کا نام سُنکر ندینہ چُپ ہو گئی،

(۲۱)

جس وقت زرینہ اور ماجدہ میں یہ باتیں ہو رہی تھیں، اسی وقت آفاق اور فاخرہ میں بھی اسی مسئلہ پر بحث چھڑی ہوئی تھی،

آفاق نے کہا

"پرسوں زرینہ کی شادی ہے!"

فاخرہ نے بے پروائی سے کہا،

"خدا مبارک کرے!"

آفاق نے عرض کیا،

"میں چاہتا ہوں، اس کی شادی یہیں کوٹھی میں ہو اور یہیں سے وہ رخصت کی جائے؟"

فاخرہ بیگم نے تیوری چڑھا کر سوال کیا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟"

آفاق نے بتایا۔

"تاکہ اس کے سسرال والے سمجھ لیں کہ وہ اس گھر کی ایک فرد ہے ملازموں کے کوارٹر سے اس کا دولہن بن کر رخصت ہونا سخت معیوب ہے۔"

فاخرہ نے آفاق کی بات مان لی،

"اچھا یوں سہی!"

آفاق خوش ہو گیا،

"اماں جی مجھے آپ سے اسی کی توقع تھی ——— میں چاہتا ہوں کل زرینہ اور چچی اماں آجائیں، کون سا کمرہ ان کے لئے موزوں رہے گا۔"

فاخرہ نے جمائی لیتے ہوئے کہا،

"ساری کوٹھی پڑی ہے جہاں چاہنا ٹھہرا دینا بس ذرا اس کا خیال رہے کہ چیزیں ادھر سے ادھر نہ ہونے پائیں!"

آفاق نے اطمینان دلایا،

"بالکل بے فکر رہئے! ——— ہاں اماں جی ایک بات کا اور خیال رکھئے گا ———"!

فاخرہ کی پیشانی پھر شکن آلود ہو گئی اس نے پوچھا،

"کس بات کا خیال رکھوں؟"

آفاق نے کہا۔

"زرینہ کی ساس اور نند وغیرہ کے ساتھ آپ کا برتاؤ حد درجہ اخلاق

اور تپاک کا ہونا چاہیئے!"

ناخرہ بیگم مسکرائیں،

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن میں اور لڑکیاں تو کل صبح کی ٹرین سے عبداللہ پور جا رہے ہیں:"

آفاق نے مشورہ دیا۔

"وہاں کون سا ایسا ضروری کام ہے، کل کے بجائے دو چار دن کے بعد چلی جایئے گا۔"

ناخرہ بیگم بگڑ گئیں،

"واہ رے لڑکے، کچھ دیوانہ ہوا ہے، بھائی صاحب کی بیماری کا خط آیا ہے میں یہاں رنگ رلیاں منانے کے لئے ٹھہر جاؤں اور پھر ان سے بھائی کا رشتہ ہی تو نہیں، رفعت کی شادی بھی تو انہی کے لڑکے سے ہونے والی ہے، میں تو ایک پل نہ ٹھہرتی، آج ہی چلی گئی ہوتی، لیکن تمہارے باپ نے روک لیا کہ اگر کل چلو تو میں بھی ساتھ چلا چلوں گا!"

یہ سنکر آفاق کو پسینہ آگیا، اس نے کہا۔

"کیا ابا جان بھی جا رہے ہیں؟"

وہ بولیں۔

"ہاں بیٹے وہ بھی جا رہے ہیں، میں بھی اور لڑکیاں بھی، اشفاق بھی ضد کر رہا ہے، شاید وہ بھی جائے، البتہ اخلاق یہیں رہے گا!"

بڑی بے بسی کے ساتھ آفاق نے کہا۔

"ہاں جی یہ تو بہت بُرا ہوا ؛"

"کیا بُرا ہوا بیٹے !"

"اس موقعہ پر نہ آپ ہوں گی نہ ابا میاں، نہ رفعت، آخر لوگ کیا خیال کریں گے ؟"

"خیال کیا کریں گے، وہ اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش :"

"لیکن یہ تو بہت معیوب بات ہے !"

"ہوا کرے ۔"

"ابا میاں کو نہ لے جائیے !"

"لڑکے تیرا تو دماغ چل گیا ہے، وہ کیا کوئی بچہ ہیں کہ بہلا پھسلا کر میں اپنے ساتھ لیے جا رہی ہوں ؛ ان کا خود جی جاہ رہا ہے، جا رہے ہیں، تیرا بس چلے تو روک لے پھر میں کل کو جاتی آج ہی چلی جاؤں گی رات کو بھی تو ایک ٹرین جاتی ہے، !"

"لیکن وہ میرا کہنا کیوں ماننے لگے، آپ کی بات البتہ رد نہیں کر سکتے ——————"

"آہا بڑے سعادت مند ؟"

"لیکن آپ کو تو پہلے سے معلوم تھا کہ پرسوں زرینہ کی شادی ہو رہی ہے، آپ نے ابا جان سے کیوں نہ کہہ دیا کہ وہ شادی کے بعد آجائیں !"

"مجھے کیا پڑی تھی جو میں انہیں روکنے بیٹھ جاتی ؛ ——————"

تو جاؤ تمہارے ابا جانیں، میں بھی اس جھمیلے میں نہیں پڑتی !"

آفاق مایوسی کے عالم میں اُٹھ کھڑا ہوا،

"اماں جان مجھے بڑا صدمہ ہے اس بات کا !"

پھر وہ اپنے کمرہ میں آکر بیٹھ گیا ارفعت یوں تو ماجدہ اور
ذرینہ سے خوش نہیں تھی، لیکن "بڑے بھیا" سے ام سے بے پناہ محبت تھی
ے ملول و افسردہ دیکھ کر ضبط نہ ہوا، ذرا دیر کے بعد وہ آفاق کے
کرہ میں دبے پاؤں پہنچی جس کرسی پر وہ بیٹھا تھا اس سے لگ کر وہ
ڑی ہو گئی اور پھر بڑی محبت سے بھائی کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی
آفاق نے منہ پھیر کر دیکھا اور مسکرانے لگا،

"کوئی نئی شرارت سوجھی ہو گی ؟"

اب وہ بالکل سامنے آ گئی،

"بھیا میں نے طے کر لیا ہے کہ عبداللہ پور نہیں جاؤں گی ؟"

آفاق کو اس فیصلہ پر حیرت ہوئی،

"کیوں نہیں جاؤ گی ؟"

"آخر دولہن کے پاس ہم میں سے کسی کو تو ہونا چاہیئے، ورنہ تو بھی
ذرینہ کے سسرال والے کیا کہیں گے، اپنے دل میں ؟"

آفاق نے اُسے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا۔

"تو بڑی پیاری بہن ہے ——— لیکن اگر اماں جی نے
ضد کی کہ نہیں ساتھ چلو تو کیا کرو گی ؟"

"پیٹ کے درد کا بہانہ کروں گی، یہ بڑا چلتا ہوا اور کامیاب بہانہ ہے، نہ جانے کتنی آفتوں سے مجھے چھٹکارا دلا چکا ہے ——

آفاق ہنسنے لگا،

"شریر کہیں کی —— لیکن اگر تمہارے ماموں اور ہونے والے خسر خفا ہو گئے کہ رفعت کیوں نہیں آئی تب —— ؛

رفعت روٹھ گئی،

"بڑے بھیا ایسی باتیں کیجیے گا تو وہ راز نہیں بتاؤں گی، جسے بتانے آئی تھی،

آفاق چونک پڑا،

"راز —— "

وہ بولی

"جی بڑا اہم!"

آفاق نے کہا

اچھا بھئی ہم اپنے الفاظ واپس لیتے ہیں، وہ راز ضرور سنیں گے، چاہے گپ ہی کیوں نہ ہو۔!"

رفعت نے کہا۔

یہ بات اماں جی کو پہلے سے معلوم تھی کہ پرسوں شادی ہو رہی ہے۔ چنانچہ کل رات بڑی دیر تک اماں جی ابا جی سے باتیں کرتی رہیں کہنے لگیں، اس موقع پر اگر ہم تم یہاں ہوتے تو ٹھیک نہیں ہوگا، پھر بات مد

اس شادی میں بزرگ خاندان کی حیثیت سے ہمیں حصہ لینا پڑے گا،
اور اس طرح اس موئے نقشۂ افکار کے حوصلے بڑھ جائیں گے، جب دیکھو
جب موجود، آج سفارش کر دیجئے، کل کچھ قرض دے دیجئے، پرسوں ناخواندہ
مہمان بن کر آ گئے، اور مہینہ بھر رہ گئے، لہٰذا گربہ کشتن روز اول بہتر یہ ہے
کہ اس میں ہم لوگ شریک ہی نہ ہوں، پھر انوارا اور زرینہ کا حوصلہ ہم میں
گھلنے ملنے کا نہیں پڑے گا، ابا میاں نے پہلے تو اختلاف کیا، پھر وہ بھی
راضی ہو گئے، ورنہ ماموں جان بالکل بخیریت ہیں ان کے ہاں سے کوئی
خط نہیں آیا ہے!"

یہ باتیں سن کر آفاق دنگ رہ گیا اس نے کہا،

"اماں جی کی اس ذہنیت پر مجھے شرم آنے لگتی ہے، اور غصہ آنے لگتا
ہے، لیکن ماں ہیں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا، بہرحال اگر تم نہ گئیں تو مجھے تسلی
ہو جائے گی،!"

رفعت نے کہا۔

"بڑے بھیا اطمینان رکھیئے، ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے، میں نہیں
جاؤں گی، نہیں جاؤں گی؛ ——————"

آفاق ہنسنے لگا،

"چپ ——————"

رفعت بھی ہنسنے لگی، اس نے کہا۔

میں بھی آپ کی بہن ہوں، جو طے کروں، اس سے ایک انچ نہیں

ہٹ سکتی۔

آفاق نے خوشامدانہ لہجہ میں کہا،

ہاں میری بہن تم سچ کہتی ہو، لیکن خدا کے لئے زور سے نہ بولو، اگر ہم لوگوں کی باتوں کی بھنک پڑ گئی، تو سب کیا دھرا برباد ہو جائے گا،!

اِنقلاب

عجب کیا ہے یہ بیڑا غرق ہو کر پھر اچھل آئے
کہ ہم نے انقلابِ چرخِ گردوں یُوں بھی دیکھا ہے

•

(۱)

فعت نے اپنا وعدہ پورا کیا، عین وقت پر اس کے پیٹ میں
رام کے مطابق شدید درد شروع ہو گیا، آخر چار و ناچار فاخرہ کو
ی فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ یہیں گھر میں رہے گی۔ اس کے علاج معالجہ
رداشت، اور کھانے پینے کے سلسلہ میں ضروری ہدایات آفاق کو
ے کر وہ عبداللہ پور روانہ ہو گئیں، چونکہ بعد میں پروگرام بدل گیا تھا
عابد لوگ ریل سے جانے کے بعد کار سے روانہ ہوئے، کار کی کشش
اشتیاق پر ایسی غالب آئی کہ کوئی بھی یہاں ٹھہرنے پر رضامند
ہوا۔

ان لوگوں کے جانے کے تھوڑی دیر بعد آفاق گیا، اور ماجدہ وزرینہ
لے آیا، جہیز کا سارا سامان بھی یہیں آ گیا، دو کمرے ماں بیٹی کے لئے
ت نے پہلے ہی سے تیار کر رکھے تھے، چند گھنٹوں کے اندر رفعت

کی مستعدی اور حسنِ انتظام نے سارے گھر کو آئینہ خانہ بنا دیا، شام کو جب آفاق کچہری سے واپس آیا تو گھر کی یہ نئی صورت دیکھ کر دنگ رہ گیا، سب سے پہلے وہ ماجدہ سے ملا، پھر نذرینہ سے کچھ باتیں کیں اس کے بعد اپنے کمرہ میں آ گیا رفعت ذرا دیر میں چائے لے کر آ گئی،

"لیجئے بڑے بھیا!"

آفاق نے اُسے مسکرا کر دیکھا،

"لاؤ بھئی بڑا جی چاہ رہا ہے اس وقت چائے کو ——————
آج تو تم نے کمال کر دیا رفعت!"

رفعت نے پوچھا،

"کیا ہوا بڑے بھیا —————— ابھی آپ نے چائے چکھی نہیں اور میرے کمال کی تعریف کرنے لگے،

آفاق نے چائے بناتے ہوئے کہا،

"کچھ اس میں تو گڑبڑ نہیں کر دیا ہے؟"

وہ ہنسنے لگی،

آخر آپ مجھے سمجھتے کیا ہیں؟ میں آدمی ہوں یا ——————

آفاق نے ایک گھونٹ حلق سے نیچے اُتارا،

"نہیں بھئی، میری بدگمانی غلط تھی، چائے تو بڑے مزے کی ہے واہ وا ماشاء اللہ، سبحان اللہ —————— لیکن آج تم نے فنِ تکریم وہ کمال دکھایا ہے کہ میں قائل ہو گیا، اور دستکم کا ایسا سوانگ رچایا کہ

خود میں گھبرا گیا حالانکہ جانتا تھا یہ ایکٹنگ ہے!"

رفعت ہنسنے لگی، آفاق نے سوال کیا،

"چچی جان، اور زرینہ نے بھی چائے پی لی؟"

وہ بولی۔

"جی ہاں بڑی دیر ہوئی ——— زرینہ نے البتہ نہیں پی کسی طرح"

آفاق نے پیالی ہاتھ سے رکھ دی اور پوچھا،

"کیوں؟"

وہ کہنے لگی،

"کہہ رہی تھی جب بڑے بھیا آئیں گے تب پیوں گی ———"

لیکن مجھ سے ضبط نہ ہو سکا، میں نے بھی پی لی، اور چچی جان کو بھی زبردستی پلا دی ——— زرینہ کو دیکھ میرے تو آنسو آ گئے آج!"

آفاق کو اور زیادہ حیرت ہوئی، اس نے پوچھا،

"کس بات پر؟"

جب تک وہ یہاں تھی، ہماری نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہ تھی جب وہ یہاں سے چلی گئی، تو بھی اس کا خیال کبھی کبھی یوں ہی آجاتا تھا، لیکن ادھر کچھ دنوں سے نشاط برابر اسکا چرچا کرتی رہتی تھی، اس نے زرینہ کے کردار، سیرت، سچائی اور شرافت کے جو واقعات بتائے۔ انھوں نے میرے دل میں رفتہ رفتہ گھر کر لیا، اور آج جب یکبیک اتنے دنوں

کے بعد میں نے اُسے دیکھا تو ایسا محسوس ہوا، جیسے میرے سینہ میں محبت کا سمندر لہریں مار رہا ہے؟

آفاق نے چائے کی پیالی ہٹا کر الگ رکھ دی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں؛ کیا پتھر میں بھی جونک لگ سکتی ہے؟"

وہ بولی،

"جو سمجھئے بھیا، واقعہ یہی ہے اور سچ کہتی ہوں، مجھے خود بھی اپنی اس تبدیلی پر حیرت ہے، جب سے آئی ہے اسی کے پاس بیٹھی ہوں، اس کی باتیں سن رہی ہوں، ازوپ گن اسجاؤ، کون سی چیز ہے جو خدا نے اُسے زیادہ سے زیادہ نہیں دی ہے ——— بعض وقت تو میرا اماں جی سے لڑنے کا جی چاہنے لگتا ہے ———

"یہ کیوں؟"

"کتنا اچھا ہوتا، اگر زرینہ کہیں باہر نہ جاتی، یہیں رہتی، اشفاق بھائی، یا اخلاق بھائی، جس کے ساتھ بھی اس کی شادی ہوتی قسمت چمک جاتی اس کی۔!"

"(ٹھنڈی سانس لے کر) سچ کہتی ہو رفعت ——— لیکن ان ہونی باتیں سوچنے سے کیا حاصل؛ ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے، مگر اماں جی نہیں راضی ہو سکتیں!"

"لیکن مجھے زندگی بھر اس کا افسوس رہے گا——— جب سے وہ آئی ہے نہ جانے کئی مرتبہ اپنے آپ کو ملامت کر چکی ہوں،

"اپنے آپ کو ملامت کر چکی ہو، ——————— ؟ یہ کیوں بھئی ؟"

"یہی کہ میں اس سے کیوں لڑا کرتی تھی ؟ میں اسے کیوں ناپسند کیا کرتی تھی ؟ میں کیوں اسے طعنے دیا کرتی تھی ؟ اگر میرا رویہ ایسا نہ ہوتا تو شاید آپا جی بھی اس منزل پر نہ آتیں جہاں آج نظر آ رہی ہیں ؟"

"ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو، لیکن جو ہو چکا اس کا ذکر بیکار ہے کل وہ بیچاری یہاں سے رخصت ہی ہو جائے گی ——————— لیکن مجھے اس کی خوشی ہے کہ تم نے اس سے میل کر لیا !؟"

"ہاں بھیا میں بھی بہت خوش ہوں اور دیکھ لیجئے گا، اس کی رخصتی کے وقت کتنا روتی ہوں !"

آفاق ہنسنے لگا،

"اس کا پروگرام بھی پہلے سے بنا لیا ——————— دیکھو چائے ٹھنڈی ہو چکی ہے، اسے پھر سے گرم کرو۔ میں زرینہ کے کمرہ میں آتا ہوں وہیں پیوں گا !

---

(۴)

آفاق زرینہ کے کمرہ میں پہنچا، یہاں ماجدہ اور نشاط بھی موجود تھیں
آفاق نے ماجدہ سے پوچھا،

"آپ نے چائے پی لی چچی جان؟"

وہ بولیں،

"ہاں بیٹے پی لی!"

آفاق نے نشاط سے کہا،

"تم بھی ضرور پی چکی ہو گی؟"

وہ کہنے لگی،

"میں تو گھر سے بھی پی کر آئی تھی پھر زرینہ نے بھی زبردستی پلا دی——!"

آفاق نے زرینہ سے کہا۔

"تم نے یقیناً نہیں پی ہے ؟"
وہ مسکرانے لگی،
آفاق نے پھر سوال کیا۔
"کیا میں غلط کہتا ہوں ؟"
وہ گویا ہوئی،
"نہیں بڑے بھیا واقعی میں نے نہیں پی ہے !"
"کیوں بھلا ؟"
"میں نے سوچا آپ آجائیں تو دونو ساتھ پی لیں گے !"
آفاق نے کہا،
"زرینہ تمہاری یہ باتیں ہمیں بہت یاد آئیں گی —————
کہنے کو تو یہ بی نشاط بھی بہن ہوتی ہیں، لیکن ایک دفعہ نہیں دو دو دفعہ پوری پوری کیتلی خالی کر گئیں، ذرا نہ سوچا کہ بڑے بھیا کا بھی انتظار کرلیں رفعت صاحبہ بھی بہن ہیں، وہ تم لوگوں کے ساتھ بھی پی چکی ہیں، دیکھ لینا میرے ساتھ بھی کوئی تکلف نہیں کریں گی، لیکن اس سارے گھر میں بس ایک زرینہ ایسی نکلی ہے، جس نے ایک گھونٹ بھی نہیں پیا۔"
اتنے میں رفعت چائے لے کر آگئی، آفاق نے زرینہ سے کہا،
"بناؤ بھئی، بس صرف دو پیالیاں، ایک اپنے لئے، ایک میرے لئے"
رفعت مچل گئی،
"واہ بھیا میں بھی تو پیوں گی ؟"

آفاق نے زرینہ سے کہا۔
خیرات کی مد میں ایک پیالی اسے بھی بنا دو ———
کیوں نشاط ایک پیالی اور سہی!"
نشاط بولی،
"کیا مضائقہ ہے!"
آفاق نے زرینہ سے کہا،
"تو پھر بہتر یہ ہے کہ ہم تم صبر کر لیں، آؤ بھئی رفعت،
اور نشاط، بسم اللہ، خدا نظر بد سے تم دونوں کو بچائے!"
سب لوگ ہنسنے لگے، ماجدہ مسکراتی ہوئی چلی گئیں!"

---

(۳)

آج شادی کا دن ہے!

گھر کی چہل پہل اور رونق دیکھنے کے قابل ہے۔ نشاط اور رفعت صبح سے زرینہ کو دولہن بنانے میں لگی ہوئی ہیں، وہ بیچاری بے بسی کے ساتھ ان دونوں کا کھلونا بنی ہوئی ہے۔

جب زرینہ دولہن بن چکی تو نعت دوڑی دوڑی آفاق کے کمرہ میں گئی۔

"آیئے آپ کو ایک بڑی اچھی چیز دکھاؤں!"

آفاق اس کے ساتھ ہو لیا، زرینہ کے کمرہ میں لے جا کر وہ چپ چاپ کھڑی ہو گئی، جلدی سے اس نے نقاب اُلٹ دیا،

"پہچانتے بڑے بھیا کون ہے یہ!"

آفاق ہنسنے لگا،

"وہ زرینہ ہے اور کون ہے ؟"

نشاط بولی،

"بڑے بھیا سچ کہیئے گا چودھویں کا چاند لگ رہی ہے یا نہیں؟"

آفاق نے کہا،

"ہاں بھئی کیوں نہ لگے گی، ایک تو ماشاءاللہ وہ خود ہزاروں میں ایک پھر تم اور رفعت جس کا بناؤ سنگھار کرو، وہ تو اگر کوئی بدصورت ہو تو بھی چودھویں کا چاند بن جائے ،!"

زرینہ کی آنکھیں بند تھیں، اس کے چہرے سے کسی کیفیت کا اظہار نہیں ہو رہا تھا! بلکہ غور سے دیکھنے پر صاف محسوس ہو جاتا تھا، وہ ذہنی کوفت میں مبتلا ہے۔

اتنے میں شور بلند ہوا کہ دولہا کی والدہ اور بہنیں آ گئیں، رفعت اور نشاط ان کے استقبال کے لئے لپکیں، آفاق باہر چلا گیا ۔

---

(۴)

نشاط اور رفعت نے زینب اور اس کی ماں کا بڑا پُر تپاک استقبال کیا، ایسی آؤ بھگت کی کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، زینب کے ساتھ اس کی رشتہ کی چند بہنیں بھی تھیں، انہیں بھی ہاتھوں ہاتھ لیا، اگرچہ ناشتہ کا وقت گزر چکا تھا، پھر بھی نہایت پُر تکلف ناشتہ ذرا دیر میں تیار کر کے سامنے لا کر رکھ دیا، لیکن اس آؤ بھگت سے متاثر ہونے کے بجائے ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے زینب اور اس کی ماں اپنا بہت بڑا احسان سمجھ رہی ہیں اس گھر میں آنا اور اس گھر کی لڑکی کو بیاہ لے جانا، نشاط اور رفعت تو اس طرز عمل کی اس نزاکت کو نہ محسوس کر سکیں، لیکن ماجدہ نے محسوس کر لیا انہیں حیرت بھی تھی اور صدمہ بھی کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

اتنے میں زینب نے نشاط سے کہا۔

"دلہن کہاں ہے؟ (اپنی بہنوں کی طرف اشارہ کر کے) انہیں

بڑا اشتیاق ہے اسے دیکھنے کا۔"

نشاط نے کہا،

"آئیے ———"

زینب اور اس کی بہنیں ساتھ ہولیں چلتے وقت زینب نے ماں سے کہا۔

"آئیے اماں!"

وہ بولیں،

"بیٹے میں یہیں اچھی ہوں، تم جاؤ دیکھ آؤ جاکر!"

نشاط زینب وغیرہ کو لے کر زرینہ کے کمرہ میں پہنچی، رفعت بھی ساتھ ہولی۔

زرینہ دولہن بنی بیٹھی تھی اور واقعی اس وقت چودھویں کا چاند لگ رہی تھی، نشاط نے گھونگھٹ اٹھایا اور بڑے فخر سے کہا،

"دیکھئے ہماری شہزادی کو!"

"زینب نے اس کے لباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"یہی شاہانہ جوڑا پہن کر دولہن رخصت ہوگی یہاں سے؟"

نشاط نے کہا،

"ویسے تو اور بھی کئی جوڑے ہیں، لیکن ہمیں تو یہی اچھا لگا اگر آپ کوئی اور پسند کرلیجیے، وہ پہنا دیا جائے گا ———"

زینب نے حقارت بھرے لہجہ میں کہا،

دوسرے جوڑے جو سینت کر رکھے گئے ہیں، وہ بھی زیادہ سے
یادہ اتنی ہی قیمت کے ہوں گے ؟"
نشاط نے متحیر ہو کر زینب کو دیکھا، اور بولی :
"آپ کا مطلب کیا ہے ؟"
زینب نے بے تامل جواب دیا،
"مطلب یہ ہے کہ ایسے جوڑے ! ہمارے ہاں غریبوں کو دیئے جاتے
ہیں ———— اونچی دوکان پھیکا پکوان ، شہر کے سب سے
بڑے وکیل کی بھتیجی ہیں، جو مہینہ میں دس پندرہ ہزار کما لیتے ہیں ،
اور کنجوسی کی حالت یہ ہے ————"
نشاط اور رفعت کی تلے کی سانس تلے، اوپر کی اوپر رہ گئی، یہ بات اگر
زینب نے زرینہ کے سامنے نہ کہی ہوتی تو شاید اتنا صدمہ نہ ہوتا، رفعت
کو بہت زیادہ صدمہ تھا، اس لئے کہ اس نے ماں کی ناراضی سے بے پروا
ہو کر اپنا وہ قیمتی جوڑا نکال کر زرینہ کو پہنا دیا تھا جو اس کی شادی کے لئے
تیار کیا گیا تھا،
بار بار رفعت اور نشاط کے دل میں یہی خیال چٹکیاں لیتا تھا کہ غریب
زرینہ پر یہ باتیں سن کر کیا گزر رہی ہو گی، نشاط نے اس خیال سے کہ فضا
بدل جائے کہا۔
"چلیے ذرا ایک نظر جہیز پر بھی ڈال لیجیے !"
زینب نے ایک خندۂ استہزا کے ساتھ کہا۔

"چلو وہ بھی دکھا دو "

یہ لوگ دوسرے کمرہ میں آئے،

نشاط اور رفعت نے ایک ایک کرکے تمام چیزیں دکھا دیں، کپڑے زیور فرنیچر، کراکری، زینب، ہر چیز کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھا لیتی، سب کچھ دیکھ چکنے کے بعد بولی،

"اتنا زیادہ سامان رکھنے کی تو ہمارے گھر میں جگہ بھی نہیں ہے، ——— اور یہ زیور؛ ——— اتنے قیمتی زیور لے جا کر اپنی جان کو خطرے میں ڈالے؛ سارے شہر میں چرچا ہو گا کہ آج یہاں سے یہ سامان، اور اتنے اتنے زیور، آئے ہیں کہیں ڈاکہ پڑ گیا تو اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے ——— "

شاید وہ ابھی کچھ اور بھی کہتی، لیکن اس کی بہنوں نے اس دلچسپ تنقید پر مسلسل ہنسنا شروع کر دیا، ہنسی کے فن میں رفعت اور نشاط بھی طاق تھیں، لیکن اس وقت تو بیچاریوں کو رونا آرہا تھا۔

سامانِ جہیز دیکھ چکنے کے بعد زینب نے پوچھا،

"کچھ اور بھی ہے"

نشاط نے کہا۔

"جی نہیں، ——— بس یہی ہے جو کچھ ہے!"

آگے آگے زینب اور اس کی بہنیں، پیچھے پیچھے نشاط اور رفعت یہ سب اس کمرہ میں پہنچیں، جہاں ماجدہ اور زینب کی ماں بیٹھی تھیں،

زینب نے رپورٹ دیتے ہوئے ماں سے کہا۔

"اماں جی آپ نے دولہن کے جوڑے اور جہیز کا سامان تو دیکھا ہی نہیں!"

وہ بولیں،

"تم نے دیکھا میں نے دیکھ لیا!"

زینب نے کہا،

"زیور، جہیز اور ریشمی اور سوتی کپڑے اتنے ہیں کہ انہیں گٹھڑی میں باندھ کر لے چلو، تم نے خواہ مخواہ ٹرک کا بندوبست کیا ہے، اب اس پر کیا جائے گا؟"

یہ باتیں سُن کر ماجدہ بیگم کا چہرہ فرطِ ندامت سے سفید پڑ گیا، انہوں نے کہا،

"بھئی ہم لوگ تو غریب آدمی ٹھہرے، اتنا بندوبست بھی خدا جانتا ہے کیسے ہوا؟"

زینب کی ماں نے کہا،

"اگر تم لوگ اتنے غریب تھے تو شادی کی ہوس کیوں تھی؟ میں تو اپنے لڑکے کی نسبت چھوڑنے سے رہی، اس لڑکی کے ساتھ ہم نے تو یہ سوچ کر یہ رشتہ منظور کیا تھا کہ حامد میاں اپنی بھتیجی کو نہ دینے پر بھی بہت کچھ دیں گے، لیکن یہاں تو بس اللہ کا نام ہے اور ذرا ان لوگوں کی چالاکی تو دیکھو، حامد میاں، ان کی بیوی، لڑکیاں، لڑکے سب غائب ——"

بھاڑ میں جائے ایسی شادی، ایں در گذری ——— اری زینب میرا منہ کیا دیکھتی ہے، ذرا مفتی ضیا الحق صاحب کو بلوا دے، کہنا دروازہ پر آجائیں تو اُن سے دو چار باتیں کر لوں،

زینب نے گھر کے ایک ملازم چھوکرے سے مفتی صاحب کو بلوایا، اور خود آکر پھر ماں کی آڑ و دُنے کُلّا سُننے لگی، وہ کہہ رہی تھیں،

ہمیں کیا ضرورت ہے، موئے مرگھکوں میں اپنے لڑکوں کی شادی رچانے کی، خدا اسے سلامت رکھے، بڑے سے بڑے گھرانوں کی لڑکیاں ہاتھ باندھے موجود،

اتنے میں اطلاع ملی کہ مفتی صاحب دروازہ میں کھڑے ہیں۔

---

(۵)

باہر مردانہ میں شیخ اعزاز الحق، ان کے چچا مفتی ضیاء الحق اور کچھ عزیز رشتہ دار، دوست موجود تھے آفاق کے بھی چند احباب بھی آ گئے تھے، فاطمہ کے ہاں سے اس کا بھائی شرکت کے لئے آ گیا تھا مختصر سا لیکن ستھرا سا مجمع تھا۔

یکایک زنان خانہ سے مفتی صاحب کی طلبی ہوئی، وہ لپک کر دروازے پر پہنچے، اور ذرا دیر کے بعد منہ لٹکائے ہوئے واپس آئے آتے ہی انہوں نے آفاق سے کہا۔

"دولہا کی والدہ اور بہنوں کو سامان جہیز اور پارچہ جات دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی،"

آفاق نے کہا۔

"لیکن یہ بات تو میں نے پہلے ہی صاف کر دی تھی کہ لڑکی میں تمام

خوبیاں ہیں لیکن بدقسمتی سے وہ غریب ہے،!

مفتی صاحب نے بحث کرتے ہوئے ارشاد فرمایا،

"بے شک آپ نے کہہ دیا تھا کہ لڑکی غریب ہے، مگر یہ تو نہیں کہا کہ فقیر ہے، خیرات پر اس کا گذارہ ہوتا ہے، جو سامان جہیز میں دیا جا رہا ہے وہ سب صدقہ اور خیرات کا ہے،!

آفاق کا چہرہ سُرخ ہو گیا، اس نے کانپتی ہوئی آواز سے کہا۔

"مفتی صاحب زبان سنبھال کر بات کیجئے، اس طرح کی ناشائستہ گفتگو کرنے کا آپ کو ہرگز حق نہیں ہے!"

مفتی صاحب کو جلال میں آنے کا موقع مل گیا، انہوں نے فرمایا۔

"کیا کہتے ہو میاں صاحبزادے، ہماری شرافت سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھاؤ، آج تو یہاں آکر میری آنکھیں کھل گئیں"

آفاق نے پُوچھا،

"کس طرح"؟

وہ کہنے لگے،

"وکیل صاحب، یعنی حامد میاں، یعنی تمہارے پدر بزرگوار کہاں ہیں؟ تمہاری والدہ محترمہ کہاں ہیں؟ تمہارے بھائی کہاں ہیں؟ تمہاری بہنیں کہاں ہیں؟ ——————؟"

آفاق نے بتایا،

"یہ سب عبداللہ پور گئے ہیں، ماموں جان کی طبیعت خراب ہے!"

مفتی صاحب نے تقلایا۔

"طبیعت خراب ہے ماموں جان کی ——— صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ وہ لوگ شرم و ندامت کے باعث اس شادی میں شرکت کرنا نہیں چاہتے!"

آفاق کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"شرم و ندامت"!؟

وہ گویا ہوئے،

"اور کیا؟ ان کی کوئی غیر نہیں سگی بھتیجی ہے، شریفانہ بات تو یہ تھی کہ وہ خود اپنے کسی لڑکے سے اس کی شادی کرتے، غریب عزیزوں کو امیر عزیز نہ کھپائیں گے تو کیا آسمان سے فرشتے اتریں گے اس کام کے لئے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا (بلند آواز سے) اور اس لئے ایسا نہیں کیا کہ دال میں کچھ کالا تھا ———"

آفاق نے چیخ کر کہا،

"خاموش،!"

مفتی صاحب تو اس وقت تنتے سے اکھڑے ہوئے تھے، وہ بھلا کیسے خاموش ہو جاتے، فرمایا۔

"میاں صاحبزادے دھمکیاں کسی اور کو دینا ——— معلوم ہو گیا اصل راز کیا تھا اشتہار دینے کا، خاندان میں کون اس لڑکی کو پوچھتا جو خراب ہو چکی تھی، لہٰذا وکیل تو وکیل ہی ہوتا ہے، جھٹ

یہ تجویز سوچ لی کہ اشتہار دے کر کسی بدھو کو پھانس لو ہم سیدھے سادھے لوگ آ گئے اس دام میں، خدا کا شکر ہے کہ پتہ چل گیا، ورنہ یہ انوار تو اتنا باغیرت ہے کہ لڑکی کا گلا گھونٹ دیتا اور خودکشی کر لیتا

——— لاحول ولا قوۃ شریفوں کے یہ لچھن!!

ندیمہ جس کمرہ میں دولہن بنی بیٹھی تھی، وہ بالکل اسی کمرہ سے ملا ہوا تھا، ایک ایک بات اس کے کان میں جا رہی تھی، نشاط اور رفعت صورت تصویر بنی خاموش بیٹھی تھیں، زرینہ کا مغموم چہرہ، اور لبریز اشک آنکھیں دیکھ دیکھ کر ان دونوں کی جان پر بنی جا رہی تھی، لیکن مجبور تھیں کیا کرتیں؛ اتنے میں آفاق کی آواز گونجی،

"آپ نہایت کمینے آدمی ہیں، آپ نے صرف روپے اور جہیز کے لالچ میں یہ رشتہ منظور کیا تھا، آپ نے اشتہار دیکھ کر اخبار کے کلرک کو رشوت دی، اسے ملا لیا، اس کے بارے میں گھر کا پتہ پوچھا جب دیکھا یہ اونچی حویلی ہے تو سوچا: ہاتھی لاکھ لٹا، جب بھی سوا لاکھ ٹکے کا، لڑکی لاکھ غریب اور یتیم ہو، اگر جب اس کا چچا اتنا نامی گرامی آدمی اور دولت مند شخص ہے تو ضرور اپنے شایان شان جہیز دے گا، اس مقصد میں ناکامی ہوئی، تو ایسی غیر شریفانہ حرکتوں پر اتر آئے ——— بہرحال تشریف لے جایئے، ہمیں خود بھی یہ رشتہ منظور نہیں ہے،"

مفتی صاحب نے کہا۔

"ہاں جاتے ہیں، ہم خود بھی اس رشتہ پر لعنت بھیجتے ہیں، زندگی بھر اخبار میں اشتہار دیتے رہو گے، مگر قیامت تک کوئی شریف آدمی جڑ جائے، ناممکن ناممکن، !"

اتنے میں قاضی بدرالدجیٰ صاحب تشریف لے آئے۔ انہوں نے اس بحث سے کوئی دلچسپی نہیں لی، آتے ہی کہا۔

میں ٹھیک وقت پر آگیا ہوں، نکاح پڑھا کے مجھے فوراً خان بہادر رحیم بخش کے ہاں جانا ہے، آج ان کی لڑکی کی بھی شادی ہے!

مفتی صاحب نے کہا۔

"جائیے قاضی صاحب تشریف لے جائیے، اپنی منزل کھوٹی نہ کیجئے، یہاں شادی وادی نہیں ہے آج!"

آفاق نے کہا،

"تشریف رکھیئے!"

---

(۶)

باہر مردانہ میں جب یہ باتیں ہو رہی تھیں تو زرینہ پر کپکپی طاری تھی، ایک ایک لفظ اس کے کانوں میں پڑ رہا تھا، جب مفتی صاحب نے اس کے بارے میں یہ کہا کہ دال میں کچھ کالا ہے، تو اس نے بے بسی کے ساتھ نشاط کی طرف دیکھا اور بڑے حسرت بھرے لہجہ میں کہا،

"سن رہی ہو نشاط؟"

وہ روتی ہوئی بولی،

"ہاں سُن رہی ہوں ——— خدا ان کم بختوں کو غارت کرے!"

زرینہ نے کہا،

"کیا اب بھی مجھے زندہ رہنا چاہیئے؟"

رفعت اس سے لپٹ گئی، اور سسکیاں لے لیکر رونے لگی، اس

نے کہا۔
"مرنا انہیں چاہیئے، جو پاک دامن لڑکیوں پر تہمت لگاتے ہیں، تم
زندہ رہو گی، تمہیں زندہ رہنا چاہیئے۔"
زرینہ نے اُسے چمٹا لیا،
"میری رفعت ——————"
اور پھر وہ کچھ نہ کہہ سکی رونے لگی، سسکیاں، ہچکیاں لے لے کر!
نشاط نے کہا،
"زرینہ اس طرح تو تم اپنی جان دے رہی ہو، خدا کے لئے
صبر کرو۔"
وہ بولی۔
"صبر نہ کروں گی تو کسی کا کیا بگاڑوں گی؛ رہا جان دینا تو کاش
میں اتنی باغیرت ہوتی کہ یہ الفاظ سنتے ہی مرجاتی، میں زندگی کے لئے
ایک بوجھ ہوں، زندگی میرے لئے تنگ ہے، نشاط مجھ پر رحم کرو، حقِ دوستی
ادا کر دو۔ زندگی میں پہلی اور آخری مرتبہ تم سے ایک فرمائش کرتی ہوں،
میری آس نہ توڑ دینا، مجھے مایوس نہ کر دینا، کہیں سے تھوڑا سا زہر لا دو
ہائے میری وجہ سے بڑے بھیا کو بھی کتنی ذلتوں کا سامنا
کرنا پڑا، وہ بیچارے، اپنی ہمدردی اور انسانیت دوستی میں مارے
گئے، اب میں ان سے کس طرح آنکھیں چار کرسکوں گی"
اتنے میں آفاق آتا نظر آیا، اسے دیکھتے ہی رفعت لپکی، اور

قبل اس کے کہ وہ زرینہ کے کمرہ میں داخل ہو سکے، اس نے برآمدہ ہی میں اُسے جا لیا اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، آفاق نے شفقت اور محبت کے ساتھ اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا، پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،

"کیا بات ہے رفعت، رو کیوں رہی ہو؟"

وہ روتی ہوئی بولی،

بڑے بھیا مجھ سے زرینہ آپا کی حالت نہیں دیکھی جاتی،

آفاق نے پوچھا،

"زرینہ کو کیا ہوا؟"

وہ کہنے لگی،

"مردانہ کی ساری باتیں ہم سب نے سن لیں، ایک ایک بات ایک ایک لفظ، جب سے انہوں نے اپنی پاکدامنی کے خلاف مفتی صاحب کی باتیں سُنی ہیں ان کی حالت غیر ہے، ان پر دیوانگی کا عالم طاری ہے، بار بار مرنے کا نام لے رہی ہیں، وہ زندگی سے بیزار ہو چکی ہیں، وہ زندگی سے نفرت کرنے لگی ہیں، وہ اپنے آپ کو زندگی کے لئے باعثِ ننگ سمجھ رہی ہیں، ارو تے روتے اتنی ہی دیر میں ان کی آنکھیں لال ہو گئی ہیں، پپوٹے سوج گئے ہیں، چہرہ ستگیا ہے انہوں نے بڑے درد کے ساتھ نشاط سے بھیک مانگی ہے، کہ کہیں سے ذرا سا زہر لا دو، یہ احسان مرتے مرتے یاد رکھوں گی، بڑے بھیا، زرینہ آپا

ہر کے بغیر بھی مر جائیں گی، وہ اب نہیں بچ سکتیں، میری زرینہ آپا کو
ں معصوم، بے گناہ، پاک دامن اور شریف عورت کو جس نے کسی کا دل
نیں دکھلایا، جس نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا، جس نے کبھی کسی کا برا نہیں
چاہا، جس نے کسی کی رسوائی میں حصہ نہیں لیا، ہائے آتی ذرا سی دیر میں
اسے کیا ہو گیا؛ وہ پھول سا چہرہ کملا کر کانٹا بن گیا ہے ——

—— بڑے بھیا اگر زرینہ آپا مر گئیں تو کیا ہو گا؛ ——

—— وہ ضرور مر جائیں گی وہ ہرگز زندہ نہیں رہ سکتیں، ہائے
ان کم بختوں نے، ان کمینوں نے، ان لالچ کے بندوں اور زر کے پرستاروں
نے زرینہ کو کہیں کا نہ رکھا —————— "

آفاق نے آہستہ سے رفعت کو پرے ہٹایا، اور زرینہ کے کمرہ میں
جانے کے لئے آگے بڑھا۔

رفعت پھر راستہ روک کر کھڑی ہو گئی، آفاق نے پوچھا،

"کیا بات ہے رفعت؟"

وہ بولی۔

"بڑے بھیا آپ کہاں جا رہے ہیں؟
کیا زرینہ آپا کے پاس؟"

اس نے جواب دیا،

"ہاں وہیں ——— "

رفعت نے ٹوکا۔

"نہ جانیئے خدا کے لئے اس وقت ان کے سامنے نہ جایئے"
آفاق کو یہ باتیں سُنکر حیرت ہوئی، اس نے کہا،
"کیوں نہ جاؤں وجہ ؟"
وہ بولی :
"وہ کہہ رہی تھیں یہ باتیں سُنکر بڑے بھیا میرے بارے میں کیا سمجھ رہے ہوں گے، اب میں ان سے کس طرح آنکھیں چار کرسکوں گی؟ آپ جائیں گے تو ذلت و خواری کا غم پھر تازہ ہو جائے گا، ——"
آفاق نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔
"لیکن میں اس لئے جا رہا ہوں کہ ——————"
وہ ضد کرتی ہوئی بولی۔
"میرا کہا مان لیجئے، ابھی ابھی نشاط کہہ رہی تھی اور سچ ہی کہہ رہی تھی اس بڈھے کھوسٹ نے کیسے کیسے خرمناک اتہامات بھرے مجمع میں اس معصوم ہستی پر لگائے ہیں، اتنا مشہور ہے، حلق سے نکلی خلق میں پہنچی، کون جانتا ہے ذرینہ صورت اور سیرت کی کیسی ہے، یہ بہت سے لوگ جان گئے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے، ان کم بختوں کا کچھ نہ گیا، اس کی موتی کی سی آب اُتر گئی، ایک کنواری لڑکی اگر اس طرح بدنام ہو جائے پھر کہیں اس کی شادی ہو سکتی ہے —— ؟"
آفاق کا عالم اس وقت عجیب ہو رہا تھا، حزن، غصہ، صدمہ، یہ مختلف کیفیتیں طاری تھیں اس پر، اس نے کہا،

"میں اسی لئے آیا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے اس سوال کو ختم کر دوں ——

——

رفعت نے حیرت سے بھائی کی طرف دیکھا، اور کہا،
"میں سمجھی نہیں بڑے بھیا —— آپ کس طرح اس سوال کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں گے؟"

آفاق نے جواب دیا۔
"اگر زرینہ کو اعتراض نہ ہو تو ——"

رفعت نے خوشی سے بے خود ہو کر سوال کیا۔
"آپ —— ؟"

وہ بولا۔
ہاں

رفعت نے خوشی کا جھولا جھولتے ہوئے کہا۔
بڑے بھیا آپ نے میرے دل کی بات چھین لی، میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ کاش ایسا ہو سکتا —— صرف اسی طرح زرینہ کا زخم دل مندمل ہو سکتا ہے —— لیکن بھیا ارجمند —— ؟"

آفاق نے کہا۔
کس کے منہ میں دانت ہیں جو ایک دولت مند باپ کی دولت مند لڑکی ارجمند پر کوئی تہمت لگا سکے؟ ارجمند کو ہزاروں آفاق مل سکتے

ہیں لیکن آفاق کو زرینہ نہیں مل سکتی ــــــــــــــــــ "

وہ بات کاٹتی ہوئی بولی،

اور زرینہ کو بھی کوئی آفاق نہیں مل سکتا ــــــــــــ لیکن

بھیا اماں جی ـــــــــــــــ "

آفاق نے کہا،

"اماں جی کو میری زندگی اور موت میں ایک چیز منتخب کر لینی ہے
اگر وہ میرے راستہ کا پتھر بنیں تو میں خودکشی کر لوں گا، "

رفعت سہم گئی،

"نہیں بڑے بھیا خدا کے لئے ایسا نہ کہئے، اماں جی آپ کے خلاف
کچھ نہیں کر سکتیں "

آفاق نے کہا۔

"تو جاؤ زرینہ کا عندیہ لے کر فوراً آؤ، قاضی صاحب کو دیر ہو رہی ہے
ــــــــــــ "

زرینہ نے پوچھا،

"کیا ابھی اسی وقت ــــــــــــ "

آفاق نے کہا،

"ہاں ابھی اور اسی وقت ورنہ پھر کبھی نہیں"

رفعت ہنسنے لگی،

"آپ کا ایسا ضدی بھی ہم نے کوئی نہیں دیکھا بڑے بھیا ــــــ

جائیے قاضی صاحب کو دیر ہو رہی ہے،

"لیکن زرینہ کا عندیہ ——————"

"وہ ہم پر چھوڑ دیجئے"

آفاق باہر پہنچا اور قاضی صاحب سے گویا ہوا،

"آپ کو جلدی ہے نکاح پڑھا دیجئے ——————"

قاضی صاحب نے اپنا بستہ کھولا اور پوچھا،

"دولہا کا نام؟"

آفاق نے بتایا،

"آفاق حسین ولد حامد حسین ——————"

یہ نام سن کر قاضی صاحب اچھل پڑے، انہیں اپنے کانوں پر یقین نہ آیا، وہ سمجھے یہ مذاق ہو رہا ہے، انہوں نے عینک ٹھیک کرتے ہوئے زیر لب تبسم کے ساتھ کہا،

"تو میں اسی نام سے نکاح پڑھائے دیتا ہوں"

آفاق نے جھلا کر کہا،

"کیا میرے بیان حلفی کی ضرورت ہے۔"

قاضی صاحب سہم گئے، انہوں نے نکاح پڑھا دیا،

مفتی ضیاالحق اور شیخ انوارالحق بادل نخواستہ اس نکاح میں شریک ہونے پر مجبور تھے، دونوں کے چہرے کے آثار چڑھاؤ سے معلوم ہو رہا تھا، سخت پریشان اور پشیمان ہیں اپنے کئے پر!

یہ خبر جب گھر میں پہنچی تو رفعت زرینہ سے لپٹ گئی،

"میری بہن، میری بھابی!"

نشاط نے مسکراتے ہوئے زرینہ کو دیکھا اور کہا،

واہ بھئی اس کمرہ میں بیٹھے بیٹھے اور روتے روتے کتنی زبردست سازش مکمل کر ڈالی تم نے!

زرینہ نے کوئی جواب نہ دیا، شوخ نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

زینب اور اس کی بہنوں اور ماں کے منہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اب ان کی حیثیت ناخواندہ مہمان کی تھی، جب یہ جانے لگیں تو کسی نے جھوٹوں بھی نہ پوچھا۔

JAF & CO.
Plot # 43/4 Q-2 Block-6,
PECHS, Near Jheel Park
Karachi.

ہماری کتابیں

مہدی

جناب ایم اسلم کا نام محتاج تعارف نہیں۔ "مہدی" آپ کی کاوش قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ وہ شاہکار ہے جو قارئین کے ذہن کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ "مہدی" میں وہ سب کچھ ہے جس کے لئے آپ مدتوں سے منتظر تھے۔ اس میں الفاظ کی جھنکار بھی ہے اور پلاٹ کی رنگینی بھی۔ قیمت ساڑھے روپے

آوارہ

وینا کیسی، ریشماں، رحیدہ، میمونہ، زلیخا اور رولہن کے مصنف محمود ریاض کی تازہ تخلیق، ایک پُراسرار کہانی، ایک جیتا جاگتا شاہکار محمود ریاض کا یہ ناول اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس نے ان گلی کوچوں کی نشاندہی کی ہے جہاں آوارگی جنم لیتی ہے۔ سہ رنگا ٹائٹل ٹون بلاک۔ قیمت چار روپے

قزاق

عظیم ادب چاہے کسی زبان میں بھی ہو، انسانی بنیادی قدروں کو متاثر کرتا ہے قزاق بھی ایک عظیم تخلیق ہے۔ توصیف اختر نے اس بے مثل ناول کو بڑی خوبی سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ ناول کا ذوق رکھنے والوں کو اس سے محروم نہیں ہونا چاہیئے۔

بے آبرو

قیسی رام پوری کا اندازِ فکر، اسلوبِ نگارش اور طرزِ بیان منفرد حیثیت کا حامل ہے اس ناول میں فاضل مصنف کی حسین اور درد سے بھری ہوئی طنز سماج کے ناسور میں ایک جراح کامل کے نشتر کی حیثیت رکھتی ہے۔

قیمت چھ روپے

ساحل سے دُور

جواں سال ناول نگار سردار محمود کی جواں امنگوں اور جواں دھڑکنوں کا نتیجہ ہے جس میں ایک طرف جنگِ عظیم کے لپکتے ہوئے شعلے اور دوسری طرف حسین آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو ہیں۔

قیمت چار روپے

شیشوں کا مسیحا

ایک ایسے پھول کی داستان جس سے بیابان مہک اٹھے لیکن زمانے کے تند ہاتھوں نے اس کا رنگ اور خوشبو چھین لی م انتصار حسین نے اپنی کاوشوں سے ایک گلدستہ چنا ہے۔

قیمت تین روپے

الفاروق

یوں تو اس کتاب کے کئی نسخے اس بازار سے دستیاب ہو جائیں گے لیکن ہم نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ اس کتاب کو اغلاط سے پاک، خوبصورت اور اچھوتے انداز سے پیش کریں تاکہ کتاب ہر لحاظ سے بھلی معلوم ہو (بڑا سائز) قیمت چھ روپے

نشیمن

رشید اختر ندوی نے صنف ناول کو ایک نیا مقام بخشا ہے لیکن انہوں نے نشیمن لکھ کر اردو ناول کی انتہائی بلندیوں کو چھو لیا ہے۔ نشیمن میں وہ سب کچھ ہے جس کی آپ کو رشید اختر ندوی سے توقع ہو سکتی ہے۔ قیمت چار روپے

؟	رئیس احمد جعفری	زیر طبع
؟	محمود ریاض	"
؟	حسن مثنیٰ ندوی	"
نرگس	شاہدہ شوکت	"

سندباد پبلشر۔ ۱۔ ایبٹ روڈ، لاہور

شکست	ناول	کرشن چندر	۵/۰/۰
طوفان کی کلیاں	"	"	۵/۰/۰
شائستہ	"	نادرہ خاتون	۵/۰/۰
آسیہ	"	"	۵/۰/۰
بیٹی	"	"	۴/۰/۰
کنیز	"	سردار محمود	۳/۸/۰
کلثوم	"	"	۲/۸
دل کی بستی	"	"	۲/۰
ساحل سے دور	"	"	۲/۰
سرائے	"	"	۵/۰
نجیبہ	"	قیسی رام پوری	۲/۸
رانی	"	"	۴/۰
مریم		حسن [illegible]	۵/۰
شہلا	"	"	۴/۰
مہدی	"	ایم اسلم	۲/۸
شہر آرزو		[illegible]	۳/۸
کاروان [illegible]		ڈاکٹر [illegible] احمد	۳/۸
غلامان [illegible]	ناول	نرگس جمال	۳/۲
حنا	"	قیسی رام پوری	۲/۲
بشن	"	انتظار حسین	۵/۸
مہمان خانہ			۵/۰